اعلیٰ حضرت اور علماے جبل پور

تحقیق و ترتیب
ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

ناشرین
مدرسہ اہل سنت رضویہ عید الاسلام ممبئی
دار العلوم باز اشہب پرتاپ گڑھ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعلیٰ حضرت اور علماء جبل پور

تحقیق و ترتیب

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

ناشرین

مدرسہ اہلسنت رضویہ عیدالاسلام فاؤنڈیشن گونڈی ممبئی

دارالعلوم باز اشہب غریب نواز نگر، برمئی، پرتاپ گڑھ، یوپی

کتاب	:	اعلیٰ حضرت اور علماء جبل پور
تحقیق	:	ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی
کلماتِ محمود	:	مفتی محمد محمود احمد صاحب
تقریظ	:	مولانا صوفی محمد عبدالکریم رضوی برھانی
تقدیم	:	ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی
تصیح	:	اساتذہ مدرسہ رضویہ عیدالاسلام گونڈی ممبئی
کمپوزنگ	:	محمد ارشاد نجمی / محمد غفران رضوی
اشاعت	:	جمادی الاول ۱۴۳۵ھ / مارچ ۲۰۱۴ء
صفحات	:	
ناشر	:	مدرسہ اہل سنت و جماعت رضویہ عیدالاسلام گوونڈی ممبئی
قیمت	:	۱۵۰/ روپے

<u>ملنے کے پتے</u>

☆ مدرسہ اہل سنت و جماعت رضویہ عیدالاسلام فاؤنڈیشن گوونڈی ممبئی

☆ ادارہ ضیاء البرہان دارالسلام محلہ اُپرین گنج ۴-۵۷ کوتوالی روڈ جبل پور (ایم پی)

☆ برکات رضا فاؤنڈیشن، میرا روڈ، ممبئی۔ 9869328511

☆ دارالعلوم باز اشہب غریب نواز نگر، برمئی، پرتاپ گڑھ، یوپی

انتساب

تاجدارِ بغداد

سیدنا غوث پاک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام

نگاہِ کرم کا امیدوار
غلام جابر شمس پورنوی

نذر

⊙

سلطان الہند

سیدنا خواجہ غریب نواز

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی بارگاہِ عالی جاہ میں

نگاہِ فیض کا طلبگار

غلام جابر شمس پورنوی

مشتملات

⊙

○ کلماتِ محمود : حضرت مفتی محمد محمود احمد صاحب قبلہ

○ تقریظ : حضرت مولانا صوفی محمد عبدالکریم رضوی

○ تقدیم : ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

❖

احوال وآثار

○ عارف باللہ شاہ محمد عبدالکریم صدیقی حیدرآبادی ثم جبل پوری

○ عیدالاسلام شاہ محمد عبدالسلام صدیقی قادری رضوی جبل پوری

○ برہانِ ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری

❖

سفر نامہ اعلیٰ حضرت

○ تحقیق وترتیب : ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

○ پہلی روداد : مولانا حکیم حسنین رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ

○ دوسری روداد : مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی قدس سرہٗ

○ تیسری روداد : مولانا سید ایوب علی قادری رضوی قدس سرہٗ

مفصلات

☆

احوال وآثار

(۱)

عارف باللہ شاہ محمد عبدالکریم صدیقی حیدرآبادی ثم جبل پوری قدس سرہٗ

(متوفی ۱۳۱۷ھ)

ازقلم: برہان ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری قدس سرہٗ

محمود ملت حضرت مفتی محمد محمود احمد صاحب قادری رضوی سلامی، جبل پور

ص: ۳۱ تا ۴۶

(۲)

مجاہد اہل سنت عیدالاسلام شاہ محمد عبدالسلام صدیقی قادری رضوی جبل پوری قدس سرہٗ

(متوفی ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۲ء)

ازقلم: محمد صادق قصوری / پروفیسر مجید اللہ قادری

ص: ۴۷ تا ۵۱

اضافہ از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ص: ۵۲ تا ۹۴

(۳)

برہان ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری قدس سرہٗ

(متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

ازقلم: مفتی محمد محمود احمد / حاجی رمضان علی عبد العزیز

ص: ۹۵ تا ۱۱۸

اضافہ از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ص ۱۱۹ تا ۱۳۸

(۴)

سفر نامہ اعلیٰ حضرت

تحقیق و ترتیب:

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

ص: ۱۳۹ تا ۱۵۰

(۵)

پہلی روداد

ازقلم: حکیم ملت حضرت مولانا شاہ محمد حسنین رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ

(متوفی ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

ص: ۱۵۱ تا ۱۶۲

(۶)

دوسری روداد

ازقلم: برہان ملت مولانا شاہ محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری قدس سرہٗ

(متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

ص: ۱۶۳ تا ۱۷۶

(۷)

تیسری روداد

ازقلم: رازدارِ رضویات حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی قدس سرہٗ

(متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

ص: ۱۷۷ تا ۱۹۹

کلماتِ محمود

جانشین برہان ملت

حضرت علامہ شاہ مفتی محمد محمود احمد قادری سلامی برہانی دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ

خانقاہ سلامیہ، برہانیہ، جبل پور شریف

○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عزیز القدر حضرت مولانا محمد عبدالکریم نوری سلامی سلمہٗ اللہ تعالیٰ نہایت نیک سیرت، سعادت اطوار، بلند کردار، ہدایت شعار شخصیت کے مالک ہیں۔ خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ سے ان کی عقیدت ومحبت قابل تحسین وستائش ہے۔ انہوں نے یہ مسرت افزا خبر سنائی کہ اس خانوادۂ مبارکہ پر ایک تحقیقی کتاب شائع کی جارہی ہے۔ فقیر اپنی مصروفیت اور علالت کی وجہ سے کتاب تو نہیں دیکھ سکا۔ مگر مولانا موصوف پر اعتماد کرتے ہوئے اشاعت کتاب کی اجازت دے دی۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اس کتاب کے مؤلف ومرتب اپنی جماعت اہل سنت کے ایک نامور مایہ ناز مصنف ومحقق ہیں۔ جن کا اسم گرامی علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ہے۔ میری یہ دیرینہ آرزو تھی کہ ہمارے آباء واجداد پر تحقیقی انداز سے کام ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے فضل سے خود ہی کرادیا۔

دعا گو ہوں کہ اللہ کریم حضرت مولانا محمد عبدالکریم نوری سلامی سلمہ اور مؤلف کتاب ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی سلمہ کو دارین کی سعادتوں سے اور برکتوں سے نوازے۔ آمین بجاہ سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

فقیر محمد محمود احمد قادری سلامی برہانی

۲؍مارچ ۲۰۱۴ء

○

تقریظ

حضرت مولانا صوفی محمد عبدالکریم نوری سلامی
بانی وسربراہ مدرسہ اہل سنت رضویہ عیدالاسلام
گوونڈی ممبئی

پیش نظر کتاب خانوادۂ صدیقی یعنی عارفانِ حق حضور سیدنا شاہ عبدالکریم، سیدنا شاہ عیدالاسلام اور سیدنا شاہ برہان ملت کی حیات وخدمات اور افکار ونظریات کا گراں قدر مرقع اوراحوال کا انتہائی جامع اور پر مغز دبستاں ہے اپنے وقت کی یہ عظیم شخصیتیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ خدمتِ اسلام کے لیے وقف تھا۔ جن کی تحریروں اور تقریروں کا ہر ہر لفظ رشد وہدایت کا سر چشمہ ہے۔ جن کی ہر ادا میں عشقِ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلوہ نمائی تھی۔ جن کی عظمت ورفعت کی معاصرین بیک وقت گواہی دیتے۔ جن کے مقامِ علم وتقویٰ کے اعتراف کے لیے فضلاء زمانہ نے طرح طرح کے القابات وخطابت سے یاد کیا ہے۔ وہ عظیم شخصیتیں یار غار رسول امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ یعنی مرد حق آگاہ حضرت مولانا شاہ عبدالکریم ممدوح اعلیٰ حضرت، عارف باللہ شاہ عیدالاسلام حضرت مولانا عبدالسلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت اور حضور برہان ملت حضرت مولانا شاہ عبدالباقی محمد برہان الحق خلیفۂ اعلیٰ حضرت علیہم الرحمۃ والرضوان۔

عرصۂ دراز سے میری دلی خواہش تھی کہ ان اللہ والوں، سنیت کے عظیم محسنوں، مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے ان معتمد علیہ سرکاروں پر کوئی تاریخی دستاویز منظر

عام پر آجائے۔ گزشتہ سال ۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء کے عرس حضور عید الاسلام وحضور برہان ملت علیہما الرحمٰن میں ہم نے چند احباب اور اپنے عزیز بیٹے حافظ حامد رضا سلمہٗ کے ساتھ حاضری کا شرف حاصل کیا۔ حضور محمود ملت اور ان کے برادر اصغر حضور حامد ملت صاحبان سے شرف لقا حاصل کیا۔ ان بزرگوں کے رُخ زیبا پر نظر پڑتے ہی میرے دل میں معاً خیال آیا کہ حضور محمود ملت سے ایک انٹرویو لے لیا جائے تو معلومات کا ذخیرہ حاصل ہو جائے۔ میں نے اپنا ارادہ خطیب ہندوستان مقرب بارگاہ حضور برہان ملت حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب پر ظاہر کیا۔ حضرت مولانا نے فوراً فرمایا، بہت اچھی بات ہے۔ اگر ایسا ہو جائے۔ ممبئی پہنچ کر وقت گزرتا رہا۔ ایک دن میں نے اپنے ادارہ مدرسہ اہل سنت رضویہ عید الاسلام کے شیخ الحدیث فاضل گرامی حضرت مولانا فیروز احمد صاحب مصباحی علیمی رضوی سے کہا کہ ایک انٹرویو کے سوالات ترتیب دے لیں۔ جماعت اہل سنت کی ایک عظیم شخصیت کے روبرو پیش کرنا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ سوالات تیار ہو گئے، میں نے سوچا کہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کو دکھالیں۔ کیونکہ وہ ایک اچھے قلم کار، صاحب طرز، انشا پرداز اور ادیب و محقق ہیں۔ اپنے ایک عزیز کے ذریعہ سے انٹرویو کے سوالات ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچا دیئے۔ حُسن اتفاق کہ ایک جلسہ میں میرا روڈ جانا ہوا اور وہاں ڈاکٹر صاحب موصوف بھی آئے ہوئے تھے۔ دوران گفتگو میں نے کہا کہ انٹرویو کے سولات آپ نے ملاحظہ فرمالیے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ سوالات ٹھیک ہیں۔ ایسے ہی حضرت کی بارگاہ میں پہنچا دیں۔ حذف واضافہ کی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو بعد میں سنوار دیا جائے گا۔ اثناء گفتگو ڈاکٹر صاحب نے ایک عظیم گنج گراں مایہ انکشاف فرمایا، کہ میں نے قریب تین سو صفحات پر مشتمل ان بزرگوں کی سوانح حیات، دینی ملی خدمات اور اعلیٰ حضرت کا سفرنامۂ جبل پور مرتب کیا ہے۔ اگر آپ چاہیں، تو شائع کرادیں۔ سنتے ہی فرحت ومسرت کے جذبات سے سرشار ہو گیا اور دریائے حیرت میں

مستغرق بھی، فرحت و مسرت تو اس لیے کہ گھر بیٹھے ایسی عظیم دولت ہاتھ آئی اور حیرت واستعجاب اس لیے کہ ان عظیم راہنماؤں کو وصال فرمائے ایک زمانہ گزر گیا لیکن جیسا یہ کام ہونا چاہیے تھا، ویسا نہیں ہوا۔ مولائے کریم بھلا کرے مفتی عبدالوحید صاحب کا کہ چند سال پیشتر ان بزرگوں کی حیات وخدمات پر ایک وقیع کتاب لکھ کر قوم وملت کو عطا فرمایا۔ اللہ رب العزت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ان کی اس سعیِ جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

بہر حال میں نے ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب سے کہا کہ ہمارے محبّ گرامی خطیب اہل سنت حضرت مولانا محمد امام الدین صاحب رضوی سلامی برہانی بھی جلسہ میں تشریف لائے ہیں۔ میں ان سے مشورہ کر کے بعد اختتام جلسہ بتاہوں۔

جیسے ہی مولانا محمد امام الدین صاحب سے عرض کیا، فوراً مولانا موصوف نے نہایت کشادہ قلبی اور خندہ پیشانی سے فرمایا، ضرور ضرور چھپے اخراجات کا بھی انتظام ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان سرکاروں نے حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر ہمارے اوپر زبردست احسان فرمایا ہے۔ اس احسان کے بدلے ان بارگاہوں میں ہدیۂ تشکر پیش کرنا واجب بھی اور باعثِ سعادت بھی۔ یہ اللہ رب العالمین کا احسان ہے کہ یہ سعادت 'مدرسہ اہل سنت و جماعت رضویہ عید الاسلام فاؤنڈیشن بیگن واڑی گوونڈی ممبئی' اور 'دار العلوم باز اشہب غریب نواز نگر برمئی پتاب گڑھ یوپی' کے حصے میں آئی۔

اس وقیع اور خوبصورت سوانحی، تاریخی و تحقیقی کتاب کے مصنف و مرتب حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی رضوی برکاتی اس سے قبل درجنوں قیمتی مقالات اور متعدد کتب ورسائل ترتیب وتصنیف کر چکے ہیں۔ اور رضویات پر تو اتنا کام کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں کہ اپنے معاصرین میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اس اہم پیش رفت کے لیے ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب ہماری بلکہ پوری جماعت اہل سنت کی جانب سے بھرپور شکریہ کے مستحق ہیں۔

رب کریم عزوجل اپنے پیارے حبیب علیہ التحیۃ والثناء کے تصدق صاحب کتاب کی عمر دراز فرمائے، دارین کی سعادتوں اور بزرگوں کے فیضان سے مستفیض فرمائے۔ اور اس کتاب کو عوام وخواص میں مقبولیت تامہ عطا فرمائے نیز مالی مشکلات اور تمام مصائب وآلام سے محفوظ فرمائے۔ اور مذہب اہل سنت وجماعت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی خوب خوب توفیق بخشے، آمین۔

میں بہت ہی زیادہ شکر گزار ہوں مفتی اعظم مدھ پردیش حضور محمود ملت کرامت اعلیٰ حضرت شہزادۂ حضور برہان ملت مدظلہ العالی کا، جنہوں نے بہت زیادہ مصروفیات اور ضعف ونقاہت کے باوجود اس کتاب پر اپنی قیمتی کلمات تحریر فرما کر ہم سب کو عزت بخشی اور کتاب کی مقبولیت میں مُہر تصدیق ثبت فرمایا۔ اے اللہ رب العزت اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل حضور محمود ملت اور حضور حامد ملت اور حضرت مشاہد میاں صاحبان کو خوب لمبی عمر عطا فرما اور ان آقاؤں کا سایۂ کرم ہم غرباءِ اہل سنت پر تادیر قائم رکھ۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

عبدالکریم نوری سلامی

۲۵ رربیع الغوث، ۱۴۳۵ھ/۲۶ فروری ۲۰۱۴ء

خلفائے اعلیٰ حضرت

آئینہ اور عکس آئینہ

امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی
بانی مرکز برکات رضا ایجوکیشن ٹرسٹ
میرا روڈ، ممبئی

کسان ہل چلاتے ہیں، بیج بوتے ہیں، فصل اُگاتے، غلے اور اناج پیدا کرتے ہیں۔ جو حیات نسان کی بقا کا سبب ہوتے ہیں۔ بیج کے لیے کچھ ہی دانے مخصوص ہوتے ہیں، جو پھر سے بوئے جاتے ہیں۔ پودے اگتے ہیں، پھل پھول لگتے ہیں، پھر فصل تیار ہو جاتی ہے۔ یہ عمل جاری رہے گا ایسے ہی، جیسے کمہار کا چاک۔ معلوم ہوا، تماما اناج اور ہر دانہ اصل اصیل نہیں۔

بادلوں کی ٹکڑیاں سب یکساں نہیں، زمین اور سمندر کے بخارات بھانپ بن کر اوپر اٹھتے ہیں، وہی بادل بنتے ہیں، پھر انہیں بادلوں سے بارش ہوتی ہے، گویا کہ یہ ری سائیکل ہوتی ہے۔ آبادیاں آباد اور کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں۔ نہ معلوم کتنے بادل اور پانی ضائع بھی ہوتے ہیں۔ وہ ابر نیساں یا قطرۂ نیساں، جو گھٹاؤں سے اترتا ہے۔ صدف کی گود میں سماتا ہے۔ اس سے موتی، مونگا، مرجان، پیدا ہوتا ہے۔ جو بادشاہوں کی بادشاہت برابر قیمتی ہوتا ہے۔ یہی قطرۂ نیساں اگر سانپ کے منہ میں گر جائے، تو زہر پیدا کرتا ہے۔ معلوم ہوا، ہر بادل یا ہر قطرۂ نیساں برابر نہیں۔

بلا تمثیل انسان، انسان میں بھی فرق ہے۔ عظیم و جلیل ہے وہ انسان، جسے اللہ اصل

الاصول دانہ بنائے، وہ قطرۂ نیساں بنائے، جو گوہر آبدار پیدا کرتا ہے۔ اپنے دور میں امام احمد رضا وہی دانہ اور قطرۂ نیساں تھے۔ اس بات کی شہادت ان لوگوں نے دی ہے۔ جن کو ان سے شدید اختلاف تھا۔ اپنوں کا اعتراف، اہل حق کے اقوال اور اہل انصاف کے دوٹوک فیصلے اپنی جگہ۔

خدا کی قدرت کی کیا شان ہے، وہ مقید نہیں، آزاد ہے۔ جسے چاہے، نواز دے۔ آفریں اے احمد رضا تیرے نصیب پر، نصیبے کی ارجمندی پر، تو نے سب کچھ چھوڑ دیا، دنیا سے منہ موڑ لیا، مال و منصب تج دیا، صرف اور صرف تو خدا کا ہو گیا۔ خدائی تیرے سامنے سوالی بن گئی۔ دین کا چمن خزاں رسیدہ ہو رہا تھا، تو نے پھر سے بہار آشنا کر دیا۔ دین حق و حنیف کا چہرہ، مسخ ہو رہا تھا، تو اسے مسخ ہونے سے بچالیا۔ اس کے رخ روشن پر پھر سے تو نے غازہ مل دیا۔ ایسا سنوار اور نکھار دیا، ایسا سجا اور دھجا دیا کہ آج تک ماند پڑنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ اے اللہ! کریم! تو اپنی بے پناہ رحمتیں اتار اس بندۂ خاکی پر، جو خاکِ بریلی کی آغوش میں سو رہا ہے۔

امام احمد رضا، وہ عظیم انسان، جس کی عظمت کو تیرہویں صدی ہجری نے سلام کیا، چودھویں صدی ہجری نے سلام کیا، زمین نے اور زمین کی وسعتوں نے، آسمان نے اور آسمانوں کی بلندیوں نے، صحرا و بیابان نے اور اس کی پنہائیوں نے، دریا سمندر اور اس کی لہروں اور موجوں نے، پہاڑوں اور کہساروں نے اور ان کے چرندوں اور پرندوں نے، چڑیوں کی چہکاروں نے اور پھولوں کی مہکاروں نے، مکینوں اور مکانوں نے، ہندیوں نے، سندھیوں نے، عجمیوں نے، عربیوں نے، حلیوں نے، حرمیوں نے قسم کھائی، تیری عظمت کی، دعا دی تیری صحت کی، دہائی دی تیری ثقاہت کی، بلند و بالا جانا تیری فہم و فراست کو، اپنی دستاروں پر ٹانکا تیرے منہ سے جھڑتے پھولوں کو، قبول و تسلیم کیا تیری نوک قلم سے برسنے والے گرامایہ لفظوں کو، ہاں اے احمد رضا! تو کتنا عظیم، تیری عظمت کو سلام، تیری شوکت کو سلام، سو سو سلام، ہزار ہزار سلام، بے گنتی و بے شمار سلام۔

اے احمد رضا! تو نے ایسا کیا کیا کہ خدا کو تو اتنا بھا گیا۔ تو تو ایک قطرہ تھا، اتنا پھیلا کہ مہاساگر بن گیا۔ تب سے اب تک تیری علمی پنگھٹ سے زمانہ در زمانہ اپنی پیاس بجھا رہا

ہے۔ ہاں! اے بریلی کے بابو! تو تو ایک ذرہ تھا، اتنا بڑھا کہ مہر وماہ سہم گیا، کہکشاں سمٹ گئی۔ ستارے بے نور سے ہو گئے۔ آخر تیرا کمال کیا تھا۔ یہی نا کہ تو نے اپنے کو مٹا دیا، مگر خدا نے مٹنے نہ دیا۔ تو نے اپنا من مارا، مگر خدا نے تجھے جگ جگ جلا دیا۔ تو نے اپنا نفس کچل دیا، خدا نے تجھے سدا کے لیے زندہ کر دیا۔ نفرت و تعصب کے سوداگروں نے تجھے دفنانا چاہا، وہ، جو سب کا خالق ہے، پالنہار ہے، حی و قیوم ہے، تجھے دفن ہونے نہ دیا۔ ہاں! اے احمد رضا! تو زندہ ہے، تیری فکر زندہ ہے۔ بے شک بے شمار شکر اللہ رب العالمین کا کہ زندگی اور تابندگی تیرے لیے مقدر کر دی گئی ہے۔

یو پی ان کا تھا، سی پی ان کا تھا، بہار ان کا تھا، بنگال ان کا تھا۔ گجرات، مہاراشٹر ان کا تھا۔ جنوب و شمال، مشرق و مغرب ان کا تھا۔ اس دور میں اس نے وہ کیا، جو کسی نے نہ کیا، جو سب نے کیا، اس نے وہ سب چھوڑ دیا۔ اس نے وہ کیا، جو اللہ کو منظور تھا، رسول اللہ کو پسند تھا۔ اس نے وہی کیا، جو اسلام کا حکم تھا، قرآن کا فرمان تھا۔ شرعی حدود و قیود کی نفاذ میں اس نے سر دھڑ کی بازی لگا دی، کیوں کہ وہ شریعت کا طرفدار تھا، طبیعت کا جانبدار نہ تھا۔ جی وہ تو آیا ہی تھا احکام اسلام رائج کرنے کے لیے، تجدید دین کے لیے، شریعت غرا کی بالا دستی کے لیے، حق کی حمایت کے لیے، ناحق کی سرکوبی اور گوش مالی کے لیے، رحمت و غفران کی پھوہار برسے اے احمد رضا تیرے شبستانی خاکی پر۔

وہ نظر، جو کیمیا اثر کہلاتی ہے، خدا نے وہی نظر اس کو عطا فرمائی تھی۔ جس پر پڑ گئی، خام تھا، تو خالص ہو گیا۔ ناقص تھا، تو کامل بن گیا۔ دل بھی وہ، درد مند پایا تھا، بے درد نہیں۔ اس نے اپنا درد بانٹ دیا، زمین کے کناروں تک پہنچ گیا۔ دماغ ایسا ملا تھا، جو باون گز کا تھا اور جو سال کا کام مہینہ میں، مہینوں کا ہفتہ میں، ہفتوں کا دن میں اور ایک دن کا کام ایک گھنٹہ میں کر گزرتا تھا۔ دیکھنے والے حیران رہتے تھے۔ سننے والے ششدر ہو جاتے تھے۔ طئی الارض اور طئی الزمان، بسط الارض اور بسط الزمان، دونوں سے وافر حصہ ملا تھا۔ وقت کی رفتار رک جانا یا بڑھ جانا، یوں ہی فاصلوں کا سمٹنا اور بڑھنا، یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔ یہ ایک ایسا ظاہرہ ہے، جو اللہ اپنے خاص بندوں کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔

کون کہتا ہے، امام احمد رضا نے کتابیں لکھیں، اور افراد سازی نہیں کی۔ تنگ نظر ہیں

وہ یا فہم کا فتور ہے، جو ایسا کہتے ہیں۔ اس نے تنہا وہ افراد پیدا کیے، جو سیکڑوں مل کر بھی پیدا نہیں کر سکے۔ اس کا ہر فرد ایک ادارہ تھا، ایک یونیورسٹی تھی۔ صدر الشریعہ جیسا مدرس کس نے دیا۔ صدر الافاضل جیسا مدبر کس نے دیا، ملک العلماء جیسا محدث کس نے بنایا۔ محدث اعظم ہند جیسا مناظر کس کا کاشتہ ہے۔ مولانا عبد العلیم جیسا مبلغ اسلام کس کا پرداختہ ہے۔ حجۃ الاسلام جیسا مفکر کس کا پروردہ ہے۔ مفتی اعظم ہند جیسا فقیہ کس کا تراشیدہ ہے۔ قاضی عبد الوحید فردوسی جیسا مخیر مجاہد کس تربیت یافتہ ہے۔ الحاج لعل محمد مدراسی جیسا تاجر مجاہد کس کی دعاؤں کا پیکر جمیل ہے۔ کیا کیا کہوں، کس کس کا نام لوں۔ یہاں تو ایں خانہ ہمہ آفتاب است کا معاملہ ہے۔

بلا شبہ وہ ایک تھا، مگر احیاء اسلام کی مکمل تحریک تھا۔ شخصیت ایک تھی، مگر شخصیت ساز تھی، افراد گر تھی۔ اس تحریک سے زمانہ متاثر ہوا۔ زندگی اور سماج کا کون شعبہ ہے۔ جو اس تحریک کا اثر قبول نہ کیا ہو۔ تعلیم، تجارت، تمدن، ثقافت، سیاست، صحافت، معیشت، معاشرت، فلسفہ، عقیدہ، ادب، شاعری، سائنس، سماج، غرض کون ہے اور کیا ہے۔ جو اس تحریک کے اثر سے اثر پذیر نہیں ہے۔ جس کے واضح اثرات اور روشن نتائج مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو پھر کیا ہو گیا ہے، جو گیلی کچی اور پھیکی و پھُس پھُسی باتیں کرتے ہیں۔

یہاں بریلی میں تو کوفہ کا فقہی کنواں جاری تھا۔ اجتہادی شان کا چشمہ ابلتا تھا۔ بریلی کا بہشتی بچہ، جو پانی بھر رہا تھا۔ اسے وہ معلوم تھا جو کسی اور کو معلوم نہ تھا۔ اگر عالم تھا تو عامل نہ تھا، اصل ہو یا فرع، عقیدہ ہو یا عمل، سکہ تو بریلی ہی کا چل پڑا ہے۔ چل پڑا کیا ہے، اللہ کریم نے چلا دیا ہے۔ پھر اللہ کے آگے کس کی جرأت ہے۔ جو کھوٹا کہے گا، ہاں کھوٹا کہے گا وہ، جو خود کھوٹا ہو گا یا من میلا رکھتا ہو گا، یا زبان پر تو نام رضا ہو گا، مگر دل میں کچھ کالا ہو گا۔ مارہرہ مطہرہ کے ایک بلند رتبہ بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں نے ایک موقع پر فرمایا تھا۔ امام احمد رضا پر حملہ، گویا اسلام پر حملہ ہے۔ ایسی جسارت آمیز فکر سے خدا ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور قول و فعل اور زبان و قلم کی یکسانیت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اکابر و اسلاف کے پس رو اور اصاغر و اماثل پیش رو پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ،

جن کی اہم خدمات کی بنیاد پر اہل سنت کے علما اور دانشوروں نے ان کو ماہر رضویات اور سعادت لوح وقلم کہا۔ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک عالم گیر مسلک کے داعی تھے۔ہم کو اسی مسلک کا پرچار کرنا چاہیے۔''

(مکتوبات مسعودی، طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۰۰)

دوسری جگہ دوسری لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے کیا فرمایا اور ہمارے علما کیا کررہے ہیں۔افسوس ہوتا ہے۔اگر اعلیٰ حضرت کی نصیحت پر عمل کرتے، تو یہ افراتفری نظر نہ آتی۔اللہ تعالیٰ ان کے نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (مکتوبات مسعودی، طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۱۳)

مشہور حکیم ومحقق حکیم محمد سعید کراچی نے کہا کہ:

''کاش میں پہلے فتاویٰ رضویہ پڑھ لیتا، تو صراط مستقیم پر آجاتا، خیر دیر آید درست آید''

(مکتوبات مسعودی طبع کراچی، ۲۰۰۵ء، ص: ۴۶۴)

اب یہاں ایک طویل اقتباس نقل کرکے رخصت ہوتا ہوں، یہ سعادت لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

علمائے اہل سنت میں ایک نیا رجحان جنم لے رہا ہے نہ جانے کیوں؟ وہ رجحان یہ ہے کہ امام احمد رضا کی ہر بات کو حرف آخر نہ سمجھا جائے، تنقید کی چھوٹ دی جائے۔بے شک دی جانی چاہیے مگر امام احمد رضا سے کوئی بلند تو ہو، بلند نہ سہی، برابر تو ہو۔برابر نہ ہی سہی اس قابل ہو تو کہ ان کی بات سمجھ سکے اور ان کے فیصلے کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال سکے۔ان کی شان تو یہ تھی کہ علمائے عرب وعجم ان کے در پر سوالی بن کر آئے۔علماء کی کثیر جماعت نے ان کے سامنے اپنے استفتاء پیش کیے اور سیر حاصل جواب پاکر شاد ہوئے۔ہم میں کون ایسا ہے؟ امام احمد رضا کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے فتاویٰ رضویہ کی صورت میں علماء اہل سنت کے لیے علم ودانش کا ایک عظیم ذخیرہ فراہم فرمایا۔ہم نے اب تک اسی کو نہیں پڑھا، پھر غیر ضروری مسائل پر غیر ضروری مباحث کی ضرورت؟ امام احمد رضا کے زمانے میں ان سے بڑا نہ ہی مگر ایک سے ایک بڑا عالم موجود تھا، علمائے اہل سنت کی اکثریت امام احمد رضا کی بات کو

حرف آخر سمجھتی تھی اور اب بھی سمجھتی ہے۔ امام احمد رضا کو ہدف تنقید بنانا، ان کی علمیت اور مجددیت کو موضوع سخن بنانا، رہے سہے فکری اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ یہ بڑی غیر دانشمندانہ بات ہوگی، اس رجحان سے جتنا بچا جائے، اتنا ہی ہمارے لیے مفید ہوگا۔ اس رجحان کے محرکات علاقائی اور خانقاہی عصبیت بھی ہوسکتی ہے۔ خودنمائی کی خواہش اور خود پسندی کا جذبہ بھی ہوسکتا ہے۔ امام احمد رضا اتنے عظیم ہیں، ان سے اختلاف کرنے والا نیک نام نہیں، بدنام ہوگا۔ دنیا و آخرت کا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اپنے اکابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور امام احمد رضا کی فکر و دانش سے بھرپور استفادہ کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔!

(خلفاء اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۸ء، ص: ۵۸، ۵۷)

انیسویں صدی کے ہندوستان میں جتنے مدارس تھے۔ وہ صد فی صد اہل سنت کے تھے۔ دار العلوم دیوبند کے بانی صاحب نسبت بزرگ سید عابد حسین تھے۔ بعد میں یہ ادارہ اغیار کے ہتھے چڑھ گیا۔ ندوۃ العلماء کے بانیوں میں خود علمائے اہل سنت کا نام ہونا چاہیے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے بدلتے تقویت الایمانی فکر کا علمبردار بن گیا۔ ۱۹۰۴ء میں امام احمد رضا نے ایک مدرسہ قائم کیا۔ جو منظر اسلام کے نام سے معروف ہوا۔ پھر برصغیر ہو یا دنیائے عرب و مغرب، جتنے ادارے قائم ہوئے، ان سب کو یا تو اعلیٰ حضرت کے خلفا و تلامذہ نے قائم کیے یا خلفا کے خلفا نے یا تلامذہ کے تلامذہ نے۔ مثلاً مدرسہ اہل سنت مراد آباد، جو بعد میں جامعہ نعیمیہ کہلایا، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین نے قائم کیا۔ مدرسۃ العلوم ناگپور، یہ سی پی کا پہلا دینی مدرسہ تھا۔ جس کو مولانا میر مومن علی جنیدی نے قائم کیا۔ جو اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے۔ مدرسہ حنفیہ پٹنہ قاضی عبد الوحید فردوسی نے بنایا۔ حضرت مولانا شاہ رحیم بخش آروی نے مدرسہ فیض الغرباء قائم کیا۔ جس کے جلسہ دستار میں اعلیٰ حضرت کئی بار تشریف لے گئے۔ علاقۂ میوات الور کا مدرسہ قوت الاسلام سید شاہ دیدار علی نے قائم کیا۔ پھر انہوں نے ۱۹۲۴ء کو لاہور میں دار العلوم حزب الاحناف قائم کیا۔ مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم کے بھائی مولانا شاہ احمد مختار نے میرٹھ میں مدرسہ قائم کیا۔ ڈربن میں یتیم خانہ قائم کیا اور برما میں اسکول بنایا۔ حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن نے پیلی بھیت میں آستانہ شیریہ کے نام سے

عربی مدرسہ کی بنیاد رکھی ۔ مولانا محمد حسین موجد طلسمی پریس کے والد ماجد مولانا شاہ حبیب اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرٹھ میں دارالیتامیٰ والمساکین چلایا۔ صدر الشریعہ شاہ امجد علی کے ایک شاگرد حافظ ملت مولانا عبد العزیز علیہ الرحمہ نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور قائم کیا۔ صدر الشریعہ کے نامور فرزند علامہ عبد المصطفیٰ ازہری نے کراچی میں جامعہ امجدیہ قائم کیا، دوسرے صاحبزادے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری نے گھوسی جامعہ امجدیہ قائم کیا۔ صدر الشریعہ کے داماد مولانا عبد الشکور نے بھیونڈی میں دارالعلوم امجدیہ قائم کیا۔ مفتی غلام محمد علیہ الرحمہ نے ناگپور میں جامعہ امجدیہ کو پروان چڑھایا۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کے بانی صدر الافاضل تھے یا ان کے دست راست مفتی محمد حسین نعیمی تھے۔ مبلغ اسلام شاہ محمد عبد العلیم میرٹھی دنیا بھر کے تقریباً پینتس ممالک میں ادارے قائم کیے۔ یہ درجنوں ادارے، دینی تعلیمی، قومی، ملی اور فلاحی رفاہی نوعیت کے تھے۔ درجنوں اخبارات ورسائل جاری کرائے۔ مسجدیں بنوائیں اور کتب خانے قائم کیے۔ ان کے فرزند شاہ احمد نورانی نے کراچی میں اسلامک انٹرنیشنل قائم کیا۔ بریڈفورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کی قیادت کی۔ مبلغ اسلام کے فرزند نسبتی ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے کراچی میں جامعہ علیمیہ اور ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشن قائم کیا۔ مبلغ اسلام کی قابل فخر صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ کی خدمات بھی عالمگیر ہیں۔

کہاں تک لکھا جائے۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ کا موضوع بن سکتا ہے۔ کوئی فاضل اٹھے، تو یہ موضوع سمیٹا جاسکتا ہے۔ جس میں تمام ادارے، مساجد، مدارس، تحریکات، تنظیمات، رسائل وجرائد کی خدمات سمیٹ دی جائیں۔ خلاصہ یہ کہ یہ کس کا اثر ہے یا کس کی تعلیم وتربیت اور تحریک وترغیب کا نتیجہ ہے۔ یہ وہی ذات بابرکات ہے، جو خاص انعام الٰہی اور اعجاز نبوی کا مظہر اتم تھی۔ ہاں وہ کون؟ وہی مجدد اسلام قطب الارشاد امام احمد رضا قادری قدس سرہ جس کی فکر سے نسل در نسل اور عہد در عہد متاثر ہے۔

اشد ضرورت

علماء جبل پور باب رضویات کا ایک اٹوٹ انگ ہیں۔ نہ ان علما پر کام ہوا، نہ ان کی خدمات سامنے آئیں، اگر کہیں کچھ ہوا بھی ہے، تو ان کی خدمات کا وہ دسواں حصہ بھی نہیں

ہے۔ اس لیے اشد ضرورت ہے کہ اس گوشہ پر کام کیا جائے یا کرایا جائے۔ ورنہ دن گزرتا جائے گا اور تاریکی بڑھتی جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنے والی نسل کا رشتہ اپنے اسلاف واجداد سے کمزور پڑ جائے۔

دفینہ ریکارڈ

یہ خانوادہ، جو زیر بحث ہے، صدیقی النسب ہے۔ حجاز کے شہر طائف سے چلا۔ حیدرآباد ہند دکن آیا۔ حجاز کی دھول مٹی تھی، حیدرآبادی ماحول میں سما گئی۔ شاہ محمد عبدالوہاب طائفی، یہی اس خانوادہ کا مورث اعلیٰ ہیں، جنہوں نے طائف کی سکونت ترک کی اور حیدرآباد میں طرح اقامت ڈالی۔ یہ اس خانوادہ کے آٹھویں یا نویں جد امجد ہیں۔ مکہ مسجد حیدرآباد کے وہ امام وخطیب تھے اور محکمۂ امور مذہبی کے منصب دار بھی، پشت در پشت یہ منصب ومحکمہ چلتا رہا۔ یہ مدتوں کا ریکارڈ ہے۔ جو تاریخ کے سینے میں دفن ہے۔ محنت کی جائے، تو یہ دفینہ ہاتھ لگ سکتا ہے۔

ترک سکونت

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ خانوادہ نقل مکانی پر مجبور ہوا۔ یہ مجبوری نہ سیاسی ومعاشی تھی اور نہ دنیوی ومعاملاتی۔ یہ خالص دینی محبت تھی، مذہبی حرارت تھی، ایمانی ضرورت تھی اور اعتقادی تقاضا تھا۔ کیوں کہ طائف کی مٹی تھی، رگوں میں خونِ صدیقی دوڑ رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حکومت آصفیہ میں کچھ شیعی بھی دخیل تھے۔ خود داروغۂ وقت شیعہ تھا۔ جس نے تبرائیوں کا ساتھ دیا۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا تھا کہ خاندان صدیقی کے نسلی ونسبی افراد تبراء کی آواز اور تبرائیوں کا آوازہ برداشت کرسکتا تھا۔ چنانچہ ساری شان وشوکت، جاہ وحشمت، مقام ومنصب، مال ومنال چھوڑ دیا اور اپنی آل اولاد کو حیدرآباد سے لے کر رخصت ہوگیا۔ مگر اپنے عقیدے کی آن بان پر آنچ آنے نہ دیا۔ ہجرت اور ترک سکونت سنت بھی ہے اور دین وایمان کا تقاضا بھی۔

تاڑ بن میں خیمہ زن

حیدآباد کو خیرآباد کہا اور سکندرآباد آیا۔ تاڑ بن کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔ ذریعہ معاش کی صورت بھی پیدا ہوگئی۔ ملازمت، معیشت، راحت، طمانیت سب میسر تھی۔ ہر طرح کا

سکون تھا۔ نہ کوئی ارچن، نہ کوئی درپن، تدبیر نے سب کچھ مہیا کر دیا تھا۔ مگر تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تاڑبن کو ترک کیا، کامٹی ناگپور آیا۔ یہاں بھی وہی مرحلہ پیش آیا۔ جو تاڑبن میں پیش آیا تھا۔ یہ تقدیر کی کرم فرمائی تھی اور چشم پیر فلک کا کرشمہ تھا۔

ناگ پور سے جبل پور

انسان لاکھ چاہے، کچھ نہیں ہوتا، وہی ہوتا ہے، جو منظور خدا ہوتا ہے۔ ناگپور کا جڑواں شہر کامٹی نے اپنا کام کر دیا۔ کچھ ہی مدت کامٹی رہے۔ پھر یہ خانوادہ جبل پور منتقل ہو گیا۔ جبل پور میں بھی کئی موڑ ایسے آئے کہ حیدرآباد واپس ہونے کا ارادہ بن گیا، گویا یہ پورا عرصہ خانہ بدوشی میں گزرا۔ ارادہ بنتا گیا، ٹوٹتا گیا۔ حالات بنتے، بگڑتے رہے۔ مگر جبل پور کا آسمان مہربان تھا۔ پھر اس سائبان کا سایہ ایسا دراز ہوا کہ نہ صرف جبل پور، بلکہ پورے مدھیہ پردیس کا یہ خانوادہ راہ بر وراہ نما بن گیا۔

شاہ محمد عبدالکریم صدیقی قدس سرہ

یہ حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ دینی و مذہبی خدمت کی، فوجی ملازمت کی، رگ و ریشہ میں صدیقیت تھی۔ جو زندگی کے ہر موڑ پر اپنا اثر دکھاتی رہی۔ دل و جگر میں حجازی سوز و دروں تھا۔ جو ماتحتوں کو سوزاں اور قرب و جوار میں رہنے والوں کو تپاں کرتا رہا۔ طائفی تہذیب کے ساتھ حیدرآبادی تمدن بھی تھا۔ جو حیات کے ہر پہلو کو شرافت و نفاست کا آئینہ دار بنائے رکھا۔ جہاں کہیں رہے، شان صدیقی بحال رکھی۔ نسبی نجابت اور خاندانی سخاوت کا مظاہرہ ہوتا رہا۔

علمی مقام

شاہ محمد عبدالکریم صدیقی علیہ الرحمہ عالم اجل تھے، فاضل ربانی تھے۔ محبوب سبحانی اور شیخ لاثانی تھے۔ علم وہ نہیں، جو صرف طوطا کی طرح رٹ لیا جائے یا گدھے کی طرح کتابوں کا بوجھ پشت پر لاد لیا جائے۔ دراصل علم وہ ہے، جو معرفت الٰہی، خدارسی اور خدمت دین کا ذریعہ بنے۔ شاہ عبدالکریم علیہ الرحمہ کو وہی علم حاصل تھا، جو علم نافع و صالح تھا۔ جس نے

انہیں ایک طرف خدا کے قرب میں پہنچا دیا، تو دوسری طرف مخلوق خدا کو اس علم نافع سے بھرپور فائدہ پہنچا اور ایک زمانہ سیراب وفیضیاب ہوا۔ ان کی کتابیں، ان کے رشحات قلمی، ان کی شاعری اعتداد زمانہ کے باوجود محفوظ ہے، معدوم نہیں، مقام ماتم اور افسوس یہ ہے کہ یہ آثار علمیہ اہل علم کے سامنے لانے کی اب تک کوئی کامیاب کوشش نہیں کی گئی۔ ہے کوئی دیوانہ، جو اس طرف توجہ کرے۔

روحانی رتبہ

شاہ محمد عبدلکریم صدیقی نقش بندی عالم اجل تو تھے ہی، عارف کامل بھی تھے، ان کے اس مرتبہ کا اظہار حیدر آباد، سکندر آباد، کامٹی ناگپور، جبل پور، آفس ودفتر، مکان ومسجد، درسگاہ وبارگاہ، جلوت وخلوت، سفر وحضر ہر جگہ اور ہر حالت میں ہوتا رہا۔ جس دور میں انہوں نے زندگی گزاری، اس دور میں خاصانِ خدا اپنی نیکیاں اور اپنا مرتبہ چھپایا کرتے تھے۔ اب تو علم کم، نمائش زیادہ ہوگئی ہے۔ شاہ محمد عبدالکریم صدیقی نے اپنا مرتبہ ومقام چھپایا نہیں، چھپائے رکھا۔ کیوں کہ ان کا عمل مخلوق کے لیے نہیں، خالق کے لیے تھا۔ بندوں کے دکھاوے کے لیے نہیں، معبود حقیقی کی رضا جوئی کے لیے تھا۔ خلاصہ یہ کہ شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ کا روحانی مرتبہ بہت بلند تھا۔ بالیقین وہ عالم ربانی اور عارف باللہ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عاشق صادق تھے۔ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔

فراست مومن

ماتھے کی آنکھیں سامنے تو دیکھ سکتی ہیں۔ مگر پیٹھ پیچھے تک ان کی رسائی نہیں۔ اجالے میں تو کارگر ہیں، اندھیرے میں نارکارہ ہیں۔ ایک خاص مدت تک قوت بصارت سالم رہتی ہے، پھر زائل ہوجاتی ہے۔ لیکن فراست مومن اور قوت بصیرت وہ نعمت خداوندی ہے، جو ہر کس وناکس کو عطا نہیں ہوتی، ہر کہہ ومہ کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ نعمت انہیں شخصیات کو ملتی ہے جو قدرت کا انتخاب ہوتی ہیں۔ زبدۂ روزگار ہوتی ہیں۔ فراست مومن کو آپ تیسری آنکھ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو صدیوں آگے دیکھتی ہے اور صدیوں پیچھے بھی دیکھ لیتی ہیں۔ پاتال سے آکاش تک، لوح محفوظ اور عرش الٰہی تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔ غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے دیکھا بھی اور دکھایا بھی۔ شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ کو اسی فراست و بصیرت کا وافر حصہ ملا تھا۔ اس کی واضح مثال تو دور رہ کر بھی ندوۃ العلماء کی بدعقیدگی کا دیکھ لینا ہے۔

تعلیمی خدمت

عارف اللہ شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ دراصل تعلیم کے آدمی تھے۔ حیدر آباد میں تعلیم پائی بھی اور دی بھی، تاڑبن، کامٹی، جبل پور، خانہ بدوش رہے۔ مگر تعلیم جاری رہے، درسگاہ چلتی رہی، تربیتی پروگرام چلتا رہا۔ حلقہ ذکر وفکر بھی برپا ہوتا رہا۔ واجبات وفرائض کے علاوہ نوافل ومستحبات، اوراد ووظائف، تسبیح وتہلیل، نالۂ نیم شبی اور آہ سحر گاہی میں کبھی فرق نہ پڑا۔ ریاضت وبندگی مجاہدہ ومراقبہ، محاسبہ نفس، حبس دم، بسط وقبض کرتے بھی اور کراتے بھی تھے۔ تعلیم تو ایک وسیلہ ہے، اصل مقصود تو تربیت ہے، تقرب الٰہی ہے۔ شاہ عبد الکریم علیہ الرحمہ کی درسگاہ میں بچے، جوان، بوڑھے، دیندار دانشور، افسران، وزرا، حکمراں، عوام اور فوج وسپاہ ہر فرقے کے لوگ پڑھتے تھے۔ پڑھتے کیا تھے، بنتے اور سنورتے تھے۔ کیوں کہ شاہ عبد الکریم علیہ الرحمہ کی درسگاہ محض ایک درسگاہ نہیں تھی، مکمل تربیت گاہ اور خالص خانقاہ بھی تھی۔ مکان کا گوشہ ہو یا مسجد کا حجرہ، نگاہِ فیض بار کے انوار برستے رہتے تھے۔ لوگوں کی قسمت سنورتی رہتی تھی۔

دارالافتاء

شاہ محمد عبد الکریم صدیقی حیدر آبادی علیہ الرحمہ ایک گمشدہ ہیرہ ہیں۔ ان کے پیرومرشد نے بھی ان کو ہیرا ہی کہا تھا۔ اس ہیرے کی چمک دمک نظروں سے اوجھل ہے۔ ایک یہی ہیرا کیا، نہ معلوم کتنے ایسے ہیرے گمنامی کی دبیز تہوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ ایک شخص نے، علم وعمل کا ایک کارگر متحرک کارخانہ تھا۔ دارالعلوم، دارالتدریب، دارالاصلاح، دارالارشاد اور دارالافتاء نہ معلوم کتنے شعبے اور ادارے ان کی ذات سے اور دم قدم سے رواں دواں تھے۔ نبیرۂ عارف باللہ برہان اللہ ملت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی نے انکشاف کیا ہے کہ شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ کے دارالافتاء کے فتاوے، نوادرات کی صورت میں خانوادہ کریمیہ سلاسیہ کے علمی ذخیرے میں موجود ہیں۔ اے کاش! یہ نوادرات باہر آتے، تو شاہ عبد الکریم کا یہ افتائی پہلو اجاگر ہوگا۔

بحیثیت پیر طریقت

عارف باللہ حضرت علامہ شاہ مفتی محمد عبدالکریم صدیقی حیدرآبادی ثم جبل پوری ایک زبردست بلند پایہ پیر طریقت اور مرشد گرامی بھی تھے۔ مریدین کی تعداد بہت تھی، جو آندھرا پردیش، مدھیہ پردیش اور گجرات میں پھیلی ہوئی تھی۔ چونکہ وہ عملی شخصیت تھے۔ اس لیے ان کے مریدین برائے نام نہیں، برائے کام تھے، دیندار اور صداقت شعار تھے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ ان کے یہاں علم سے زیادہ عمل اور تعلیم سے زیادہ تربیت پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ اس لیے ان کے مریدین بے عمل نہیں، باعمل ہوتے تھے۔ گفتاری نہیں، کرداری ہوتے تھے۔

کردار کو پہنو کبھی کپڑوں کی طرح بھی
کپڑوں کی سفیدی کوئی کردار نہیں ہے

طب و حکمت

حضرت مفتی شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ جید عالم، نکتہ رس مفتی، خداترس مرشد تو تھے ہی، طبیب ماہر اور حکیم حاذق بھی تھے۔ پہلے زمانہ میں بیشتر علما وصوفیا طبابت کرتے تھے۔ یہ طب نبوی کا خزانہ تھا، وراثت تھی۔ شاہ عبدالکریم اس خزانہ کے امین و وارث تھے۔ روحانی دواخانہ تو تھا ہی، جسمانی شفاخانہ بھی تھا۔ قدرت نے دست شفا سے نوازا تھا۔ جہاں دعا وتعویذ سے فیض رسانی کرتے تھے۔ وہیں دوا علاج سے بھی دکھی و مریض انسان شفا، صحت، راحت، پاتا تھا۔ یہ خدمت خلق کا ذریعہ بھی تھا اور حصول معاش کا وسیلہ بھی۔ دعا، تعویذ اور طبابت کے ضمن میں مذہب کی قید نہیں تھی۔ ہر مذہب وملت کے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔

سماجی حیثیت

شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ سماجی حیثیت سے بھی مضبوط اور خودکفیل تھے۔ بلکہ بہت سے خاندانوں پر فوقیت رکھتے تھے۔ اس لیے سماج پر اس خانوادہ کا اثر بھی تھا۔ اس سے بھی انہوں نے دینی کاز کو آگے بڑھایا اور اجر وثواب کمایا اور خدا اور رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقرب حاصل کیا۔ جلب منفعت تو پیش نظر تھا ہی نہیں، خدمت خلق ہی مطمح نظر تھی۔ سواپنے اثرات سے بھی مذہب کو ہی بڑھاوادیا۔ جس کے لیے امت مسلمہ کو

خیر امت کہا گیا ہے۔

عید الاسلام شاہ محمد عبد السلام

آپ حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ تین برس کی عمر ہوئی، تو اب وجد کے قافلۂ مہاجرین میں آپ بھی شامل تھے۔ در بدری کی جو کہانی اوپر مذکور ہوئی، اس کہانی کا ایک روشن کردار آپ کی ذات والا صفات ہے۔ تمام تر دینی وروحانی تعلیم اپنے والد ماجد شاہ محمد عبد الکریم سے حاصل کی۔ ندوۃ العلماء کی تحریک آپ کے لیے فال نیک پر ثابت ہوئی کہ بریلی میں امام احمد رضا سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ والد گرامی کی تاکید تھی، خود آپ کا ذوق وشوق تھا۔ سونا تو تھے ہی، بارگاہ رضا نے آب کندن بنا دیا۔ چمکے، تو چمکتے چلے گئے۔ دمکے، تو دمکتے چلے گئے۔

عملی میدان

شاہ محمد عبد السلام نے جب عملی میدان میں قدم رکھا، تو وہ تمام کام، جو آپ کے والد ماجد سرانجام دیتے تھے۔ ان تمام کاموں کا بوجھ آپ نے سنبھال لیا۔ چونکہ آپ جواں سال تھے۔ حالات بھی قریب پر سکون تھے۔ ترک سکونت، نقل مکانی اور یہاں سے وہاں ہجرت کا جھمیلا نہیں تھا۔ اس لیے شاہ عبد السلام نے کھل کر اور جم کر دینی ومذہبی، قومی وملی، تعلیمی وتدریسی، قلمی وانشائی، وعظ وارشاد، طب وحکمت، تمام میدانوں میں نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ خطاب تو ایسا فرماتے تھے کہ در وبام جھومنے لگتے اور زمین دہکنے لگتی تھی۔ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ ہدایت رسول قادری قدس سرہ کے بعد اگر کہا جائے کہ عید الاسلام شاہ عبد السلام اور رئیس المتکلمین علامہ سید شاہ سلیمان اشرف اس فن میں ان کے جاں نشین تھے۔ تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ شواہد موجود ہیں۔ وقت نہیں کہ تحقیق وتجزیہ کیا جائے۔

شاہ عبد السلام اور برہان ملت

شاہ عبد السلام مذہبی آفاق پر چھائے ہوئے تھے اور برہان ملت تو مذہب اور سیاست دونوں فلک پر نور مستطیل بن کر پھیل گئے تھے۔ دونوں کی خدمات اس قابل ہیں کہ دونوں پر الگ الگ پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھوایا جا سکتا ہے۔ مضامین، مکاتیب، فتاویٰ، شاعری، مخطوطات ونوادرات کی صورت میں اس خانوادہ کے علمی ذخائر میں موجود ومحفوظ ہیں۔ مجموعی

صورت میں ایک مقالہ پی ایچ ڈی ضرور لکھوانا چاہیے۔ جس کا عنوان مثلاً یہ ہو سکتا ہے۔
'خانوادہ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کی علمی وادبی خدمات'
یا پھر کم از کم متعدد قلم کاروں کی خدمات حاصل کر کے عنوانات اور مواد فراہم کر کے ایک علمی، تاریخی، تحقیقی، مرقع اور دستاویزی سوانحی یادگار کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ خاکسار غلام جابر شمس نے ۲۰۰۹ء میں ملک العلماء علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کا مجموعہ مقالات بنام 'جہان ملک العلماء' مرتب کیا ہے۔ جس کی پذیرائی تمام علمی برادری اور خواص وعام نے کی ہے۔

اعلیٰ حضرت اور علما جبل پور کی تقریب

اپنی پی ایچ ڈی کے دوران میں نے کئی اشاریے تیار کیے تھے۔ ان میں ایک 'اسفار امام احمد رضا' کا اشاریہ بھی تھا۔ کئی سال گزر گئے، اس میں اضافہ کرتا رہا۔ اس سال (۲۰۱۳ء) اسے مرتب کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ارزانی فرمائی۔ اس دوران اعلیٰ حضرت کا سفر نامہ حجاز کے بعد جبل پور کا سفر نامہ وقیع واہم نظر آیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے کہ حرمین شریفین میں جو انہیں عزت وتکریم اور محبت وخلوص ملا، اس کے بعد اگر کہیں ملا، تو وہ جبل پور ہے، پھر جبل پوری مواد ومخطوطات بھی بحمد اللہ کسی حد تک میرے کتاب خانہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا ہمت کیا کہ سفر کی سرگزشت کے ساتھ، علمائے جبل پور کے سوانحی حالات اور گونا گوں خدمات کا بھرپور جائزہ لے کر 'اعلیٰ حضرت اور علماء جبل پور' کے نام الگ کتاب شائع کرادوں۔
۷ ارفروری ۲۰۱۴ء کو حضرت مولانا محمد عبد الکریم نوری سلامی صاحب قبلہ ایک جلسہ میں میرا روڈ تشریف لائے۔ خاکسار بھی مدعو تھا، ملاقات ہوئی، تو باتوں باتوں میں خانوادۂ صدیقی جبل پور کا تذکرہ نکل آیا۔ میں نے عرض کیا: اپنی ذاتی دلچسپی سے کچھ کام کیا ہے۔ جس میں زیادہ تر نیا یا نادیدہ مواد سامنے آیا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ عرس سلامی برہانی جبل پور میں، ۱۲ر۱۳ر مارچ کو منعقد ہونے والا ہے، کیا اس زریں موقع پر یہ کتاب پیش ہو سکتی ہے؟ عرض کیا، ہاں! اگر جنگی پیمانے پر کمپوزنگ اور تصحیح کا کام کرنا ہوگا، اگر ایسا ہو گیا، تو کتاب پیش کر دی جائے گی۔ حضرت مولانا نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ کام شروع کر دیجیے۔ اس مشورے میں خطیب جبل پور حضرت علامہ محمد امام الدین صاحب قبلہ بھی موجود ہے۔

خیر خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیا گیا۔ دو تین کاتبوں سے کتابت کرادی گئی۔ کئی حضرات نے مل کر پروف ریڈینگ کی۔ چونکہ وقت قلیل تھا، اس لیے تینوں شخصیات بابرکات کا سوانحی خاکہ میں اپنے قلم سے نہیں کھینچ سکا۔ ادارہ ضیاء البرہان دارالسلام جبل پور کی مطبوعہ کتابیں تذکرہ شاہ عبدالکریم صدیقی اور تذکرہ برہان ملت کا مضمون شامل اشاعت کرلیا گیا۔ شاہ عبدالسلام پر، جو خلفاء اعلیٰ حضرت طبع کراچی میں مختصر مضمون ہے۔ اسے لے لیا گیا ہے۔

ہاں! البتہ شاہ عبدالسلام اور حضرت برہان ملت علیہما الرحمہ پر، جو اضافات جدیدہ کیے گئے۔ وہ یقیناً تحقیقی نوعیت کے ہیں اور نادر و نایاب مواد پر مشتمل ہیں۔ سفر نامہ کی روداد میں بھی نئی پیش رفت ہے۔ برہان ملت علیہ الرحمہ کی روداد ہی کسی حد تک اہل نظر کے علم میں تھی۔

مجموعی طور پر یہ کتاب باب رضویات میں ایک نیا اضافہ ہے اور خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کے حوالہ سے تو بہت سارا نیا مواد سامنے آ گیا ہے۔ ارادہ تھا کہ ذخیرۂ مکاتیب بھی آخر میں شامل کرلیا جائے۔ لیکن تنگیِ وقت نے اس کا موقع نہ دیا۔ اسی طرح چاہتا تھا کہ مخطوطات و نوادرات کے عکوس بھی، عکس نوادرات سب سے آخر میں رکھ دیا جائے۔ اس کی بھی گنجائش نہ نکل سکی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ۲۳؍ خطوط حضرت شاہ عبدالسلام اور ۱۳؍ خطوط برہان ملت علیہما الرحمہ کے نام ہیں اور اسی طرح ۲۳؍ خطوط شاہ محمد عبدالسلام نے اعلیٰ حضرت کے نام ارسال فرمائے ہیں۔ یہ کل ۵۹ خطوط موجود ہیں۔ جو ہم نے کچھ 'کلیات مکاتیب رضا' اور 'خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا' میں درج کیے ہیں۔ ان کے خطوط و مکتوبات کے علاوہ اور بھی کچھ مکتوبات اور نایاب تحریریں ہیں۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ خانوادہ کریمیہ سلامیہ سے کتنی محبت و الفت تھی۔ پرخلوص تعلق تھا اور اعتماد و اعتبار تھا۔ حضرت ملک العلماء مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی کے نام مکتوبات رضا سے جس تعلق خاطر پتہ چلتا ہے۔ وہی تعلق، تعلق خاطر اس خانوادہ سے معلوم ہوتا ہے۔

خیر سر دست جتنا ہو سکا، حاضر خدمت ہے۔ آئندہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، تو بھرپور تحقیقی جائزہ لیا جائے گا۔ میں حد درجہ مشکور ہوں مولانا محمد عبدالکریم نوری سلامی کا، جنہوں نے یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ علمی کام سکون و اطمینان چاہتا ہے۔ یہ کام نہایت عجلت میں ہوا۔ اگر کہیں کچھ کمی محسوس ہو، تو ہمیں اپنی اصلاح کا موقع دے کر مشکور فرمائیں۔ اللہ کریم اس کام کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

احوال و آثار

عارف باللہ
شاہ محمد عبد الکریم صدیقی حیدر آبادی ثم جبل پوری علیہ الرحمہ
(متوفی ۱۳۱۷ھ)

مجاہد اہل سنت
عید الاسلام شاہ محمد عبد السلام صدیقی قادری رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ
(متوفی ۱۳۷۱ھ)

برہان ملت
حضرت مولانا شاہ مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری علیہ الرحمہ
(متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

عارف باللہ

شاہ محمد عبدالکریم صدیقی قادری نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ

حیات وخدمات کا ایک جائزہ

از قلم: برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ
محمود ملت حضرت مولانا مفتی محمد محمود احمد قادری رضوی سلامی بانی مدظلہ

ولادت: تحریری یادداشتوں کی بنیاد پر ولادت کا زمانہ ۱۲۳۷ھ قرار پاتا ہے۔
خاندان: آپ کا سلسلہ نسب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک پہنچتا ہے، جس سے آپ صدیق النسب ہیں۔
اجداد کرام کی ہندوستان میں آمد: آپ کے اجداد کرام کی ساتویں پشت میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالوہاب صدیقی طائف شریف مکہ مکرمہ سے میر قمرالدین خاں آصف جاہ اول بانی سلطنت آصفیہ دکن کے زمانہ میں آصف الدولہ صلابت جنگ بہادر کے ساتھ طائف شریف سے حیدرآباد دکن تشریف لائے۔

حیدرآباد تشریف فرما ہونے کے بعد، آپ کو امامت مکہ مسجد نیز محکمہ امور شرعی مذہبی کے مناصب پر فائز کیا گیا اور یہ منصب آپ کی تیسری پشت کے جد کریم مولانا شاہ محمد عبد

الرحیم علیہ الرحمۃ کے زمانے تک برابر قائم رہا۔ اس طرح ان کے اجداد کرام پانچ پشتوں تک ان مناصب پر مامور رہے۔

حیدر آباد سے ترک سکونت: آپ کی تیسری پشت کے جد کریم حضرت مولانا شاہ محمد عبد الرحیم صدیقی کے زمانے میں آصف جاہ اربع میر فرخند علی خاں کے دور حکومت میں غرہ محرم الحرام ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء کو پسر انوار جنگ نے علانیہ تبرا کیا۔ پیران طریقت شریعت پناہ قاضی بلدہ اماماں مکہ مسجد اور محکمہ امور شرعی مذہبی کے شعبہ جات کے مناصب پر قائم تمام علماء کرام اہل سنت و جماعت نے مکہ مسجد میں تبرے کے خلاف جہاد کا جھنڈا کھڑا کر کے، سخت احتجاج کیا۔ داروغہ بلدہ شیعہ تھا، اس کے باعث بلوائے عام ہو گیا۔ پانچویں آصف جاہ میر تہنیت علی اس وقت ولی عہد تھے۔ وہ علماء اہل سنت سے کبیدہ خاطر ہو گئے اور افروختہ سخت ناراض ہوئے اور تمام علماء اہل سنت کی ان کے مناصب سے برطرفی کے در پے ہو گئے۔ مگر مدار المہام بہادر کی حکمت عملی سے علانیہ تبرا بند کر دیا گیا اور اہل سنت و جماعت کے مطالبات تسلیم کر لیے گئے۔

اگر چہ علماء اہل سنت کے خلاف فوری طور پر برطرفی کا کوئی قدم تو نہ اٹھایا گیا۔ مگر دھیرے دھیرے علماء اہل سنت کو ان کے مناصب سے ہٹائے جانے کا سلسلہ جاری ہو گیا اور ان کی جگہ خوشامدی اور حکام کے اشاروں پر چلنے والے مقرر کیے جاتے رہے۔

ادھر حضرت مولانا شاہ محمد عبد الرحیم صدیقی علیہ الرحمہ کی وجاہت دینی و مذہبی اور صاحب تقویٰ اور نسباً صدیقی ہونے کی بنا پر جو اثر عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں تھا۔ حکومتی وملکی مصلحتوں کی بنا پر ان کی حیات طیبہ کے آخر ایام تک ان کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جا سکا۔

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صدیقی حکومت کے طرز عمل اور انداز فکر اور احکام آمرانہ کا بخوبی اندازہ فرما چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے فرزند حضرت مولانا محمد عبد الرحمٰن صدیقی علیہ الرحمہ اور اپنے پوتے حضرت مولانا شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ کو نصیحت اور وصیت فرمائی:

"میرے بیٹو! اگر چہ خدا اور رسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وانعام سے ہمارے خاندان صدیقی کو دینی مذہبی علوم کے عزت و وقار کے ساتھ قلوب مومنین میں جو

مقام حاصل ہے۔وہ ہمارے لیے باعث افتخار ہے۔اسی کے سبب حکومت آصفیہ کے حاکم وقت آج تک میرے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔مگر اب آئندہ اپنے خاندان کے کسی فرد کو حکومت آصفیہ میں کوئی بھی دینی مذہبی یا دنیاوی منصب نہیں قبول کرنا چاہیے۔اور عتاب حکومت سے اپنے کو بچانے کے لیے حدود مملکت آصفیہ سے باہر جا کر ذریعہ معاش کی فکر کرنا چاہیے۔تاکہ دین وایمان اور مذہب کے ساتھ اتباع سنت کی بھی حفاظت برقرار ہے اور خدا ترسی کا عمل دنیاوی عزت ووقار کے ساتھ ہمارے خاندان کے لیے کہیں زیادہ بہتر ہے۔جد امجد حضرت مولانا عبدالرحیم صدیقی علیہ الرحمہ کی نصیحت وصیت کے مطابق ان حضرات نے حدود مملکت آصفیہ سے سکونت ترک کر کے تاڑبن سکندر آباد میں سکونت اختیار فرمائی۔یہ علاقہ مکمل طور پر انگریزی حکومت کے ریذیڈنٹ کے قبضہ واقتدار میں برطانوی فوجی ہیڈکواٹر تھا، جہاں فوجی بھرتی کی جاری تھی اور مدراسی فوج کی تشکیل کا کام جاری تھا۔

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم مدراسی فوج میں میر منشی اور کوتوال کے منصب ملنے سے فوجی ملازمت ذریعہ معاش کے طور پر اختیار فرمائی۔مدراسی فوج تشکیل پا کر سکندرآباد (دکن) سے ۱۲۷۵ھ میں کامٹی آئی۔پھر وہاں سے یہ مدراسی بٹالین ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں جبل پور فوجی چھاؤنی میں آگئی۔

فوجی چھاؤنی سے ملحقہ آبادی صدر بازار ہے۔حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم علیہ الرحمہ فوجی ملازمت کی مقررہ ذمہ داریوں اور فرائض کو مقررہ اوقات میں انجام دینے کے بعد بقیہ اوقات میں فوجی علاقہ کی مسجد میں تشنگان علم کو دینی مذہبی ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک کے درس سے حسب مراد لوگوں کو علم دین سے سیراب فرماتے اور طالبان رشد و ہدایت کو سلسلۂ مبارکہ نقشبندیہ میں داخل سلسلہ فرما کر ان کی دستگیری اور رہبری فرماتے اور فوج کے انگریز افسروں کو خصوصیت کے ساتھ فارسی، اردو پڑھاتے رہے۔چونکہ آپ طبیب حاذق بھی تھے۔لہٰذا مریضوں کو دیکھ کر دوا بھی تجویز فرما دیتے۔پریشان حال حاجت مندوں کو نقوش وتعویذ دے کر یا اوراد ووظائف کی ہدایت فرما کر ان کی حاجت روائی ان کے درد وغم کا مداوا اور سکون واطمینان کا سامان فرما دیتے۔

مدراسی فوج میں ملازمت کرنے والے حیدرآباد سے آنے والوں کے عزیز واقارب

بھی اس وقت جبل پور آکر صدر بازار میں آباد ہو گئے، جو کہ حضرت مولانا کے اوصاف سے اپنے وطن حیدر آباد سے ہی بخوبی واقف تھے۔ لہٰذا فوجی ہیڈ کواٹر میں ہر قسم کے ضرورت مند حاجت روائی کے لیے کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے۔

جبل پور میں حضرت مولانا صاحب کو فوج کے ساتھ تشریف لائے پانچواں ہی سال تھا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ ابوالقاسم یوسف حسن بخاری ۱۲۸۲ھ میں حرمین طیبین کو جاتے ہوئے، براہ جبل پور گذرے اور یہاں اپنے مرید و خلیفہ حضرت مولانا عبدالکریم کی موجودگی فوجی ہیڈ کواٹر میں ہونے کی اطلاع کے ساتھ ہی وہ حضرت مولانا صاحب کے ساتھ چند دن قیام کی غرض سے فوجی ہیڈ کواٹر میں تشریف فرما ہوئے۔ اس قلیل مدت کے قیام میں اپنے مرید و خلیفہ کے ذریعہ دین و مذہب کے فیوض و برکات کے، دنیاوی معاملات میں بھی خلق خدا کی حاجت روائی ہوتے دیکھ عوام کو بہت زیادہ متوجہ پایا۔

جبل پور سے وہ جب حج و زیارت کی راہ میں اگلی منزل کی طرف فوجی ہیڈ کواٹر سے سفر کے لیے پابہ رکاب ہوئے، تو بزبان فارسی ارشاد فرمایا، اس کا ترجمہ بزبان اردو یہاں تحریر کیا جا رہا ہے۔

''اے عبدالکریم! میں بڑے افسوس اور حیرت سے دیکھ رہا ہوں کہ ایک قیمتی ہیرا اس وقت کیچڑ میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ وقت خدا کی طرف سے کب آئے گا کہ یہ ایک بڑا قیمتی جو اس دلدل سے نکل آئے اور خلق خدا اس سے حسب مراد نفع اٹھائے۔

ترک فوجی ملازمت: حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد کا اشارہ ان الفاظ میں پاکر ترک ملازمت کا پختہ ارادہ کر کے فوجی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کے استعفیٰ کی اطلاع ہوتے ہی ان کے شاگرد و انگریز افسران فوج اور عزیز و رشتے دار مریدین و شاگرد علماء فوجیوں کے کھانے پینے اور ضروری اشیاء سپلائی کرنے والے تمام مسلمان ٹھیکیداروں نے بھی ملازمت سے استعفیٰ واپس لینے کی گذارشات کیں۔ جو قبول نہ ہوئیں اور ترک ملازمت کے ساتھ ہی حیدر آباد واپس جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔

حیدر آباد واپس نہ جانے کے لیے عزیزوں، رشتے داروں، مریدوں اور مسلمان فوجی ٹھیکداروں نے انفرادی طور پر ہر چند کوشش کی۔ مگر واپسی کے ارادے میں کوئی تزلزل نہ

دیکھ، پھر سبھی نے مل کر ایک اجتماعی کوشش کی اور جبل پور شہر میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ جسے قبول فرمالیا گیا۔

فوجی ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد آپ نے شہر جبل پور کے محلہ مکادم گنج اندھیر دیو میں سید محمد اسماعیل شاہ ٹھیکدار کے ایک مکان میں رہائش اختیار فرمائی اور سید اسماعیل شاہ کے فوجی ٹھیکے ملٹری سپلائی کے کام کی دیکھ ریکھ اور تحریری حساب کتاب کی ذمہ داری سنبھالی۔ دو تین سال ہی میں ان کے اس کاروبار میں امیدوں سے زیادہ خیر و برکت ہوئی۔ اس کے شکر خداوندی کے طور پر آپ نے سید اسماعیل شاہ کو ایک بڑی مسجد بنانے کا مشورہ دیا۔ جسے سید صاحب نے اس شرط کے ساتھ قبول فرمالیا کہ مسجد کی تعمیر کی کل نگرانی آپ حضرت کی سرپرستی میں ہوگی اور آپ اور خاندان صدیقی کے افراد ہی اس میں ہمیشہ نماز پڑھائیں گے حسب مشورہ وارادہ مسجد کی تعمیر حضرت مولانا صاحب کی نگرانی میں ایک سال سے کچھ زائد مدت میں ۱۲۸۶ھ میں مکمل ہوگئی۔ اس بڑی مسجد اندھیر دیو کی تکمیل تعمیر کے موقع پر جو قطعہ تاریخ بناء مسجد بزبان فارسی حضرت مولانا صاحب نے ارشاد فرمایا۔ وہ بڑی مسجد کے منبر کی سامنے والی دیوار پر سنگ مرمر پر نقش ہو کر آج بھی لگا ہوا ہے۔

سفر حج و زیارت: تعمیر مسجد کے بعد آپ کی دینی درس گاہ اور وعظ و نصیحت کی مجالس اسی مسجد میں مقرر ہوتیں۔ دو سال بعد ۱۲۸۸ھ میں آپ نے حرمین طیبین کی حاضری کا ارداہ فرمالیا اور اس مبارک سفر میں اپنے سب سے بڑے بیٹے حافظ قاری مولوی عبدالغنی علیہ الرحمۃ کو، جن کی عمر اس وقت صرف نو سال تھی، جو فن قرأت وحفظ کی تکمیل کے بعد حدیث شریف وفقہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے، انہیں بھی اپنے ساتھ لے جانے کے ارادے کا اظہار کیا۔ گھر کے تمام افراد رشتے داروں نے اپنے اس ہونہار، ذہین اور نیک بیٹے کو اس سفر میں ساتھ نہ لے جانے کی درخواست کی۔ جسے یہ ارشاد فرما کر قبول نہیں کیا کہ مشیت کا تقاضا ہے کہ وہ اس مبارک سفر میں میرے ساتھ ہی رہے۔

اس مبارک سفر میں سید اسمٰعیل شاہ نے بھی ساتھ میں جانے کا ارادہ کرلیا۔ بمبئی سے روانگی کے وقت سید اسمٰعیل شاہ کو بدقسمتی سے وہابیہ غیر مقلدین کے پاس جہاز میں جگہ ملی۔ جو اس کے دین وایمان وعقیدے کو تباہ کرنے میں کامیاب رہے۔ جب جہاز جدہ پہنچا۔ حج کے

لیے کافی وقت تھا۔ لہٰذا حضرت مولانا صاحب علیہ الرحمۃ نے مدینہ طیبہ پہلے حاضر ہو کر حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے رختِ سفر باندھا۔ سید اسمٰعیل شاہ نے مدینہ طیبہ جانے سے انکار کیا اور سیدھا مکہ معظمہ چلا گیا۔

جدہ سے راہ مدینہ میں جب دیار سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو منزل رہ گیا۔ حافظ قاری عبدالغنی علیہ الرحمۃ کی طبیعت یکایک ناساز ہوئی اور جب حضور آستان پرنور صلی علیہ وسلم میں پہنچے، تو تھوڑا ہی وقت اور باقی تھا کہ زائرین حرم طیبہ نے گنبد خضرا پر نظر پڑتے ہی کچھ نے اپنی سواریوں سے جو اتر نہ سکتے تھے، سبھی نے بلند آواز سے درود وسلام بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس والہانہ جذبات کے ساتھ درود وسلام کی آواز سن کر بیمار ہجر دیار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے بھی آنکھیں کھولیں۔ جی بھر کے اطمینان کے ساتھ گنبد خضرا کا نظارہ درود وسلام پڑھتے ہوئے کیا اور اسی حالت میں اپنی عزیز جان آفرین کے سپرد کر دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمراہیان قافلہ یہ بقیہ فاصلے کا سفر طے کرنے و کرانے کے بعد جاں نثار دیار حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت البقیع مبارک میں بوقت ظہر محاذی قبۂ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپرد خاک کیا اور سعید وصالح اور نیک فرزند کو سفر حج میں ساتھ لے جانے کے راز سے آگاہی پائی۔

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے پندرہ دن سے زائد مدینہ طیبہ میں قیام کیا۔ پھر فریضہ حج کے لیے عازم معظمہ ہوئے۔ مکہ معظمہ قیام کے دوران حضرت علامہ زینی دحلان مفتی شافعیہ علیہ الرحمۃ سے سند حدیث شریف حاصل کی۔ بعد فراغ حج چند دن مکہ معظمہ میں قیام فرمانے کے بعد ہندوستان واپسی کا سفر کیا۔

سید اسمٰعیل شاہ بعد حج بھی مدینہ طیبہ نہ حاضر ہوا اور ہندوستان واپس آکر پہلے ہی جبل پور پہنچ گیا تھا۔ اس کی گمراہی اور بدعقیدگی نے بڑی مسجد اندھیر دیو کو وہابیہ غیر مقلدین کا ایک اچھا خاصا اڈہ بنا رکھا تھا اور یہ سازش کر رکھی تھی کہ حضرت مولانا صاحب سفر حج سے واپسی پر کوئی جمعہ بڑی مسجد میں نہ پڑھانے پائیں۔

مگر حضرت مولانا صاحب نے فرمایا: واپسی حرمین طیبین کے بعد پہلا جمعہ اور بڑی

مسجد میں آخری جمعہ پڑھا کر اس مسجد اور سید اسمٰعیل کے مکان کو بھی چھوڑ دیں گے۔ چونکہ سفر حج سے واپسی پر یہ پہلا جمعہ تھا۔ لہٰذا شہر و صدر بازار کے فوجی ملازمین بھی بڑی تعداد میں جمعہ پڑھنے جمع تھے۔ حضرت مولانا صاحب نے بعد جمعہ تقریر فرمائی۔ سید اسمٰعیل شاہ کی بدعقیدگی اور گمراہی کے ذکر کے ساتھ اس بڑی مسجد اور سید اسمٰعیل شاہ کے مکان کو چھوڑنے کے اعلان کے ساتھ ہی جمعہ کے دن غروب آفتاب کے پہلے وہاں سے سکونت ترک کر دی۔ قریب ہی ایک مکان میں حضرت مولانا صاحب کے عارضی قیام کا انتظام کر لیا گیا۔

اس موقع پر پھر حضرت مولانا صاحب نے حیدر آباد واپسی کے پختہ ارادہ کا اظہار فرمایا اور محبین، معقدین، متوسلین کی جبل پور میں مستقل سکونت کی درخواست قبول نہ کی گئی۔ مگر صدر بازار میں رہنے والے فوجی ملازمت میں شامل اور جو دیگر رشتے دار وہاں رہتے تھے، انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ آپ کچھ دن مزید قیام فرمائیں۔ ہم بھی ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپسی کی تیاری کر لینے کے بعد آپ ہی کے ساتھ حیدر آباد واپس چلیں گے۔ جیسا کہ آپ کے ساتھ ہم سبھی آئے تھے۔

مگر حضرت مولانا صاحب کے والد ماجد مولانا شاہ محمد عبد الرحمٰن صدیقی علیہ الرحمۃ جو ان کے سفر حج و زیارت پر تشریف لے جانے کے وقت سے اپنے قریبی عزیزوں کے یہاں صدر بازار میں مقیم تھے۔ انہوں نے اپنے فرزند مولانا شاہ محمد عبد الکریم صدیقی سے فرمایا کہ ہمت و استقلال کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے اور تھوڑے دنوں تک حالات کا جائزہ لیں اور حالات سازگار ہو جائیں۔ تو یہیں مستقل سکونت اختیار کی جائے۔ مگر وہ اس مدت میں صدر بازار میں مقیم رہنے کے ارادہ کا اظہار فرما کر وہیں رہے اور بالآخر چند ہی ماہ کے بعد ۹؍ رجب المرجب ۱۲۸۹ھ شب جمعہ میں واصل الی اللہ ہوئے اور بعد نماز جمعہ ۱۸۷۲ء احاطہ سپلائی ڈپو (ملٹری) کمریٹ میں تدفین عمل میں آئی۔ جہاں آپ کا مزار آج بھی حصول فیوض و برکات کا مرکز ہے۔

جبل پور میں مستقل قیام: کے لیے جو عارضی مکان کا انتظام کیا گیا تھا۔ اب مستقل سکونت کے لیے جو مکان تجویز کیا گیا۔ وہ مسجد کوتوالی کے پاس حذبر علی رئیس پٹنہ کا مکان طے کیا گیا ہے۔ مگر یہ مکان مدت سے ویران پڑا تھا اور اسے جنوں کا مسکن کہا جاتا رہا۔ لوگوں نے اس

مکان میں قیام نہ فرمانے کی درخواست کی۔ مگر ارشاد فرمایا گیا کہ وہ بھی خدا کی مخلوق، میں بھی خدا کا بندہ۔ نہ وہ میرے کام میں مخل، نہ میں ان کے کام میں حارج۔ لہٰذا اب دوسرا کوئی مکان تلاش کرنے کی حاجت نہیں کہ جیسا میں چاہتا تھا یہ مکان مجھے ویسا ہی ملا ہے کہ مسجد کوتوالی اس کے بہت قریب ہے۔

تعلیم و اساتذہ: حضرت مولانا صاحب کی ابتدائی تعلیم ان کے جدامجد مولانا شاہ محمد عبد الرحیم صدیقی اور والد ماجد مولانا شاہ محمد عبدالرحمٰن صدیقی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں ہوئی۔ پھر کتب متداولہ کی تعلیم مولانا شاہ دبلے محی الدین قادری رائے ویلوری پھر تفسیر حدیث معقول، منطق، ادب، معانی وغیرہ کی تعلیم کی تکمیل حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محل (المتوفی ۱۲۸۴ھ) سے حیدر آباد میں ہی حاصل فرمائیں۔

شیخ طریقت اور سلسلہ: آپ نے اپنے استاد مولانا شاہ دبلے محی الدین قادری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور حضرت مولانا سید ابوالقاسم یوسف حسن بخاری سے سلسلۂ نقشبندیہ میں خلافت واجازت بھی حاصل تھی اور آپ طالبان رشد و ہدایت کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل فرماتے۔

درس گاہ و دارالافتاء: آپ کی درس گاہ میں فوجی ملازمت کے زمانے اندھیر دیو میں قیام کے وقت یا کوتوالی مسجد کے پاس والے مکان میں ہر جگہ تشنگان علوم کی سیرابی کے لیے مساجد ہی رہی ہیں اور انہی مساجد میں دارالافتاء کے فرائض بھی انجام دئے جاتے رہے۔

تبحر علمی: آپ نے اپنے اساتذہ سے علوم حاصل فرمائے اور نسبی خاندانی فیوض و برکات کے باعث آپ کو فقہ پر زبردست عبور حاصل رہا ہے۔ بغیر کسی کتاب کی مدد کے فتوے تحریر فرماتے۔ فتوؤں کی نقول کا کوئی انتظام نہ تھا۔ متفرق منتشر اوراق اور مجلد کتابوں میں اول آخر کے سادے صفحوں میں ان کے فتوے پائے جاتے ہیں۔

لسانیات: آپ عربی فارسی، اردو، انگریزی، تیلگو، تامل، ملیالم اور کانگڑی وغیرہ بخوبی لکھتے اور بلا تکلف بولتے بھی تھے اور فوجی ملازمت میں آر ٹی ڈی (مذہبی معلم) کی حیثیت سے۔ اسی وجہ سے بہت قدر و منزلت تھی۔ عجیب خوبی کی بات یہ تھی کہ جس زبان میں بھی وہ کچھ تحریر فرماتے، معلوم ہوتا فن کتابت کے موتی پروئے گئے ہیں۔ مثلاً ایسی کچھ تحریریں نوادرات کے

طور پر آج بھی محفوظ ہیں۔

وعظ و تقریر: جب وعظ فرماتے تفسیر و حدیث شریف میں دقائق نظری سے نکات بیان فرماتے۔ مگر نصیحت و وعظ میں بھی انداز بیان نہایت شیریں ہوتا اور صاف سلیس زبان میں لوگوں کو سمجھاتے۔

دیگر علوم: علوم نجوم و کواکب ہیئات، میقات وغیرہ کے ساتھ علم طب و حکمت میں بھی آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ہر قسم کے نقوش و تعویذ کے کے لیے مکان کے دروازے اور مسجد کوتوالی کے دروازے پر اہل حاجت کا ہجوم دیکھا جاتا۔ جو گوہر مراد سے اپنے دامنوں کو بھر کر واپس جاتے۔ طب و حکمت میں ان کے دست کرم میں شافی مطلق عزوجل نے وہ شفا عطا فرمائی تھی کہ کہنہ سے کہنہ امراض کے مریض آتے اور ہر طرف سے ناامید و مایوس ہو کر جب حاضر ہوتے۔ انہیں دیکھ کر جو دوا تجویز فرمائی جاتی اور دعا کی جاتی۔ اس کی برکت سے شفا پاتے اور خوش و خرم رہتے۔ اسی طرح آسیب زدوں کو بھی آپ کی خدمت میں حاضر کرا کے اس کا علاج بھی آپ ہی سے کرایا جاتا۔

مشغلہ حیات: آپ ایک جید عالم اور طبیب حاذق اور عامل و کامل تھے۔ ہر قسم کے حاجت مند ہر وقت حاضر رہتے۔ مگر آپ کو نہایت سادہ زندگی گذارنے کے ساتھ ہر وقت حاجت روائی اور رہبری و دستگیری کے لیے مصروف کار دیکھا گیا۔ ویسے آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ فجر کے وقت سے کافی پیشتر مسجد کوتوالی میں پہنچ جاتے اور تہجد و نوافل اور روزانہ کے اوراد و اذکار سے فرصت پا کر نماز فجر باجماعت ادا فرماتے۔ پھر اکثر و بیشتر حالات میں اشراق سے فارغ ہو کر مکان پر تشریف لاتے۔ جہاں مرد و عورتوں کا ہجوم موجود ہوتا۔ جو چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیے دعا کرانے نقش و تعویذ حاصل کرنے والے اپنی اپنی حاجتوں کی برآری کے بعد اپنے گھروں کی راہ لیتے۔ پھر جو مریض رہ جاتے۔ ان کی نبض یا قارورہ دیکھ کر دوا تجویز کر دی جاتی۔ جب مریضوں سے فرصت ہوتی۔ دوپہر کا وقت ہو جاتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے۔ پھر ظہر کے لیے مسجد تشریف لے جاتے اور اکثر مسجد سے مغرب کی نماز ادا کر کے واپس آتے اور کبھی کبھی عشاء کی نماز کے بعد ہی واپسی ہوتی۔

تلامذہ: گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ فوجی ملازمت پھر اندھیر دیو پھر کوتوالی

بازار کی سکونت کے موقعوں پر یہاں کی مساجد ان کی دینی مذہبی درس گاہیں تھیں یہاں ان سے تحصیل علم دین حاصل کرنے والوں میں جو مشہور تلامذہ ہوئے۔ ان میں کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا صاحب کی اولاد میں حافظ قاری عبد الغنی، مولانا عید الاسلام حافظ قاری شاہ محمد عبد السلام، مولانا حافظ قاری بشیر الدین، مولوی حافظ قاری عبد الشکور، مولوی حافظ قاری احمد سعید (پاپاسیاں) مولوی حافظ غوث احمد، مولانا مفتی محمد برھان الحق ملت نے ابتدائی تعلیم و ناظرہ کی حاصل کی (علیہم الرحمۃ والرضوان) ان کے علاوہ ان کے ان شاگردوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے دینی مذہبی خدمات انجام دی ہیں۔

مولوی عبد اللہ بیگ، مولوی محی الدین بیگ، یہ دونوں آپ کی اہلیہ محترمہ کے سگے بھائی تھے، مولانا مولوی حافظ قاری عبد العزیز جو آپ کے خالہ زاد بھائی تھے اور مسجد صدر بازار میں امامت اور دینی مذہبی تعلیم دیتے رہے۔ حکیم مولوی سید عبد الرحیم حضرت مولانا صاحب کے سگے بھانجے تھے۔ مولانا مولوی امان اللہ صاحب، مولوی امانت خان صاحب، مولانا مولوی میرزا منیر الدین نظامی، مولوی عظیم اللہ، مولوی عبد الرحمٰن (رو وہابی) علیہم الرحمۃ والرضوان وغیرہ کے نام مشہور ہیں۔

خلفاء صاحب سلسلہ آپ کے سلسلے میں خلفا کے نام میں ہمیں دو ہی خلفاء کے نام معلوم ہے، حیدر آباد میں اگر کچھ حضرات کو خلافت واجازت مرحمت فرمائی ہو۔ تو اس کا پتہ نہ چل سکا۔ جبل پور میں آپ کی اولاد میں حضرت مولانا شاہ محمد عبد السلام عید الاسلام علیہ ارحمۃ السلام اور حضرت مولانا حافظ قاری بشیر الدین علیہ الرحمۃ کے سوا دیگر خلفا کا پتہ نہ چل سکا مگر ان حضرات نے حضرت قبلہ کی حیات طیبہ میں کسی کو داخل سلسلہ نہ فرمایا۔ چونکہ حضرت عید الاسلام علیہ رحمۃ السلام کو ۱۳۱۳ھ کو مجدد دین وملت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی۔ لہذا انہوں نے شہر کے باہر سفر کے موقعوں پر طالبان رشد و ہدایت کو سلسلہ نقشبندیہ میں داخل سلسلہ فرمایا۔ مگر امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے سلسلہ قادریہ کی اجازت وخلافت کے بعد ہمیشہ مسلمانوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل سلسلہ فرمایا اور آپ کے چھوٹے بھائی مولانا مولوی حافظ قاری بشیر الدین علیہ الرحمہ طالبان بیعت

اور ارادت کو ہمیشہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کریمیہ میں داخل سلسلہ فرماتے۔ اگر چہ انہیں بھی امام اہلسنت رضی اللہ عنہ سے خلافت واجازت کا شرف حاصل تھا۔ مگر قادریہ کے خواہش مندوں کو وہ اپنے برادر معظم عبدالاسلام علیہ ارحمۃ السلام سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمادیتے۔

وفات: ۱۶؍رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ کو صبح آپ کی طبیعت کچھ مضمحل تھی کہ آپ نے اپنے خلف اکبر عبدالاسلام علیہ الرحمۃ السلام کو حکم دیا کہ اپنے سبھی بھائیوں کو بلالو۔ ان کی اولاد میں سبھی پانچوں فرزند اور آپ کے سگے بھانجے حکیم سید عبدالرحیم صاحب بھی حاضر ہوگئے۔ آپ نے سب کو آخری بار نصیحتیں اور کچھ وصیتیں فرمائیں۔ پھر اپنے بڑے بیٹے مولانا شاہ محمد عبدالسلام صاحب سے ارشاد فرمایا کہ بیٹا لکھو

سر بدعت بریدہ بہر اللہ
مات عبدالکریم فی شوقہ
۱۳۱۹-۲=۱۳۱۷ھ

حسب حکم یہ شعر تحریر کرتے ہی سبھی موجودہ بیٹوں اور عزیزوں کے آنسو جاری ہوگئے۔ اس وقت فرمایا کہ کیا بجا ہے عرض کیا گیا۔ آٹھ بجا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ میرے بچو! ہر ایک کا وقت آخر مقرر ہے۔ جو آیا ہے۔ وقت پورا ہوتے ہی اسے جانا ہوتا ہے۔ اب میری زندگی کا وقت بھی پورا ہوا چاہتا ہے۔ اس لیے میرے مصاحبین اور عزیزوں کو بھی جنرک کے بلوالو اور ان کو نام بنام یاد فرمایا۔ اطلاع پاتے ہی سبھی حضرات حاضر ہوگئے۔ سبھی سے مصافحہ کرکے حق العباد سے سبکدوشی کے لیے معافی چاہی اور سب کو دعا کے لیے کہا اور سب کو دعائیں دیں ان حالات کو دیکھتے ہوئے گھر میں کہرام مچ گیا۔ انہوں نے سب کو تسلی و تشفی کے ساتھ دعائیں فرماتے ہوئے رونے دھونے سے منع فرمایا۔

وصیت: پھر اپنے دفن کے لیے جو جگہ مقرر فرمائی تھی۔ سبھی کے سامنے ان کی نشاندہی فرمائی۔ دریافت فرمایا۔ کیا بجا ہے۔ عرض کیا گیا۔ نو بج چکے ہیں۔ حکم فرمایا اب سب اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوجائیں۔ تمام لوگ بچشم گریاں سسکیاں بھرتے ہوئے ان کے بابرکت قدموں سے ہٹ کر علیحدہ ہوگئے اور کچھ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ آپ نے دنیاوی رفیقوں عزیزوں قریبوں اور رشتے داروں سے آخری ملاقات کے تقریباً دو گھنٹے بعد

۱۶؍رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۵۸ء دوپہر گیارہ بج کر بائیس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے انا للہ و انا الیہ راجعون

تدفین: آپ کے سانحہ ارتحال کے دن شہر کے تمام بازار بند رہے اور ہر قوم و مذہب وملت کے لوگ شریک جنازہ ہوئے۔ فوری طور پر تجہیز و تکفین کے ساتھ ہی ہزاروں آدمیوں کے لیے خشک میوہ جات۔ کھجور اور روزہ افطار کا پورا انتظام کیا گیا۔ جنازہ غروب آفتاب کے پہلے عیدگاہ کلاں رانی تال جبل پور میں پہنچ چکا تھا۔ مگر افطار کے لیے تھوڑا وقت باقی تھا۔ لہٰذا غروب آفتاب پر افطار ہوا۔ نماز مغرب کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحب کو ان کی آخری آرام گاہ میں اتار دیا گیا اور مسلسل ڈھائی گھنٹہ آخری زیارت کرانے کے بعد دنیا کی نظروں سے اوجھل کر دینے کا کام بھی مکمل کر دیا گیا۔

چونکہ مدرسہ اہل سنت اور مدرسہ برھانیہ کے حفاظ بھی کافی تعداد میں تھے۔ لہٰذا لوگوں نے عیدگاہ ہی میں تراویح پڑھنے کے بعد جب کہ تہائی رات گذر چکی تھی، اپنے گھروں کی راہ لی۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت فاضل بریلوی اور مولانا مولوی شاہ محمد عبد الکریم قادری نقشبندی مجددی علیہما الرحمہ والرضوان کی کبھی آپس میں ملاقات نہ ہوسکی مگر دونوں کے درمیان غائبانہ تعارف کی بنا پر سلسلہ خط و کتابت تھا اور امام احمد رضا رضی اللہ نے چند کتابیں سرورق پر مولانا مولوی محمد عبد الکریم وسلمہ اور اپنے دستخط فرما کر بھیجیں۔ پھر ۱۳۱۳ھ میں جب حضرت عیدالاسلام نے پہلی بار بریلی شریف حاضر ہوکر شرف باریابی حاصل کیا اسی وقت اعلیٰ حضرت ان کے والد ماجد مولانا شاہ محمد عبد الکریم کا لفافہ لیے باہر تشریف لائے۔ اس میں تحریر اور مضمون سے آگاہ فرمایا۔ جس کی تفصیل مطبوعہ کتاب اکرام امام احمد رضا میں ملاحظہ فرمائیں۔

قطعہ تاریخ وصال رضویہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو حضرت مولانا صاحب کے سانحہ ارتحال کی اطلاع بذریعہ تار اسی دن کر دی گئی تھی بریلی شریف سے فاضل بریلوی نے جو بیش بہا لاجواب قابل قدر ایک عظیم شاہکار قطعہ تاریخ وصال تار پاتے ہی اسی وقت تحریر فرما کر روانہ فرمایا جو جبل پور سویم کی فاتحہ کے وقت پہنچا۔ اس کے متعلق اور مکمل باتیں آئندہ شائع ہونے والی کتاب میں جو جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں پہنچانے کی

سعی کی جاری ہے، اس میں ملاحظہ فرمائیں۔

قطعہ تاریخ سنگ مرمر پر کندہ کرا کے خانقاہ مبارکہ کے مغربی دروازے کے جنوبی جانب پختہ دیوار پر نصب ہے۔ قطعہ تاریخ وفات عارف باللہ فانی فی اللہ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد الکریم قادری نقشبندی مجدی علیہ الرحمۃ از اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الحاج شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ

قیل مات الزکی عبد الکریم کہا گیا علم کے چراغ عبد الکریم کا انتقال ہو گیا	**قلت کلا بل احتظی بدوام** جس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ انہیں تو ہمیشہ کی زندگی کا حصہ دیا گیا ہے۔
حی عن بینہ فیکف یموت وہ اپنی نشانی کے ساتھ زندہ ہیں پھر وہ کیسے مرسکتے ہیں۔	**انما المیت ھالک الاوھام** بے شک ان کا جنازہ صرف وہم کے دبانے کے لیے ہے۔
ایموت الذی لہ خلف کیا ایسا شخص مرسکتا ہے جس کا جانشین ایسا ہو۔	**سلم اللہ مثل عبد السلام** اللہ سلامت رکھے جو مثل عبد السلام کے ہے۔
جبل الدین راسخ بقیامہ وہ عبد السلام جو دین کا پہاڑ ہے اور اپنی مضبوط بنیادوں کے ساتھ قایم ہے	**فی جبل فورشا مخ الاعلام** اور جبل پور میں جس کی نشانیاں بہت بلند و بالا ہیں۔
قلت تاریخ عیشہ الابدی میں نے کہا ہمیشہ کے لیے ان کے آرام کرنے کی تاریخ یہ ہے ۱۳۱۷ھ	**دام عبد الکریم خلد کرام** ہمیشہ کے لیے عبد الکریم عزت کے ساتھ خلد میں ہیں

شعر و سخن: حضرت مولانا صاحب علیہ الرحمۃ شعر و سخن سے بھی شغف رکھتے تھے۔ ایسا ان کی قلمی بیاض دیکھنے سے اندازہ ہوا۔ حالانکہ کچھ اور پرانی کتابوں کے اوراق پر ان کے مسودے کے طور پر نامکمل یا مکمل قصائد حمد و نعت و مناقب کے پائے جاتے ہیں۔ مگر قلمی بیاض کا بغور مطالعہ کرنے پر یہ بخوبی معلوم ہوا کہ اس میں سوائے حمد و نعت مناجات و مناقب اور عبرت افزا

بے ثباتی دنیا کے مضامین ہی سے متعلق اشعار پائے گئے۔

حضرت مولانا صاحب کی بیاض نامکمل ہی ہے۔ مگر حافظ محمد احمد و حافظ محمد یوسف اور حاجی منشی عبدالغفار وغیرہم کی قلمی بیاضوں سے جو تفسیر اشعار جمع کیے گئے۔ اسی طرح ان کے حمد و نعت کے اشعار کی تفصیل نیچے تحریر ہے۔

فارسی کے نو قصیدے اور ایک تضمین یا جیب الالہ خذبیدی میں پانچ مصرعہ اپنی طرف سے ضم فرمائے ہیں۔ قصائد کے اشعار کی تعداد ۲۳۹ ہے اور تضمین میں دس بند ہیں فارسی کلام کے پڑھنے سے اس زبان میں ان کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ہندی اردو زبان میں جو اشعار ہیں۔ انہیں شمالی ہندوستان اور اردو کے دونوں خاص مرکز دہلی و لکھنو کی زبان کی جگہ دکنی زبان کے محاورات و بندش تراکیب میں دکنی اردو کا ہی اثر پایا جاتا ہے۔

اردو قصائد جو دستیاب ہوئے۔ ان کی تعداد سات ہے اور ان میں کل اشعار ایکسو اٹھاسی ہیں، یہ قصائد اس زمانے کی محافل میلاد مبارک میں برابر پڑھے جاتے اور عوام میں قبولیت کا درجہ پا چکے تھے۔ اردو کے ان کے کلام سے ایک مختصر انتخاب اگلے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔ حضرت والا اپنے کلام کے آخر میں عشق تخلص فرماتے تھے۔

نعت پاک

اے حبیب خدا مرحبا مرحبا — سرور انبیاء مرحبا مرحبا
ہے عیاں سورۂ نون اور صاد سے — تیری وصف و ثنا مرحبا مرحبا
اپنے مشتاق کو اب بلا لیجیے — سوئے طیبہ شہا مرحبا مرحبا
کس سے مانگوں تمہارے سوا یا نبی — درد دل کی دوا مرحبا مرحبا

سینہ پر ہے مرا عشق میں آپ کے
غیر کی جا کجا مرحبا مرحبا

فضائل درود شریف

ورد جس نے کیا درود شریف — اس کا حامی ہوا درود شریف
اس کا بے شک مقام جنت ہے — جس نے دل سے پڑھا درود شریف

وِرد بہتر ہے اس کا شام و صباح
دی نبی نے بتا درود شریف
عاصیوں کے لیے یہی بس ہے
درد دل کی دوا درود شریف
مغفرت پر نظر ہماری ہے
آسرا حشرا کا درود شریف
حشر میں گور کے اندھیرے میں
اپنا حافظ بجا درود شریف
ہے یہ اعجاز عیسوی واللہ
زندہ دل کر گیا درود شریف

زندگی دو جہاں کی دل کو ہو
عشق سے پڑھ دلا درود شریف

سلام بحضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا

السلام اے سرور کل انبیا
السلام اے ھادی راہ خدا
السلام اے پیشوائے رسلاں
السلام اے رہبر انس و جاں
السلام اے باعث ایجاد خلق
السلام اے مرجع فریاد خلق
السلام اے کاشف اسرار حق
السلام ائے مظہر انوار حق
السلام اے شاہد و مشہود حق
السلام اے عابد و مقصود حق
السلام اے دستگیر عاصیاں
قاسم کوثر رحیم انس وجاں
سہہ مقامت قاب قوسین السلام
السلام اے جد حسنین السلام

السلام اے عشق تو سامان ما
السلام اے عشق تو درمان ما

بے ثباتی دنیا

باغ جہاں سے سرو خراماں چلے گئے
ہستی یہ اپنی جھاڑتے داماں چلے گئے
موسیٰ رہے نہ صاحب انجیل و ہم زبور
صحن زماں سے صاحب فرقاں چلے گئے
یوسف عزیز مصرو زلیخائے رشک حور
شاہان سکندر اور سلیمان چلے گئے
گل کا کہیں نشان ہے نہ بلبل کا کچھ پتہ
یک دم میں دونوں چھوڑ گلستان چلے گئے
نرم وقوی کی قدر نہ اس انجمن میں ہے
پیران ناتواں وجواناں چلے گئے
گردون دوں پناہ کی گردش تو دیکھئے
گل خار سے ہو چاک گریباں چلے گئے

دروازے موت پائی کسی ایک نے نہیں ملتے دو دست یاس حکیماں چلے گئے
کون و مکان میں دھوم مچی الوداع کی شاہ فقیر بے سر و ساماں چلے گئے
جن کا ہوا تھا زندہ دل مردہ عشق سے
وہ گل حیات سے بھرے داماں چلے گئے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات مجیب الدعوات ارحم الرحمین

ہوں غریق بحر عصیاں ربنا زورق رحمت کا نگراں ربنا
نفس وشیطاں رہزنی پر چست میں کر انہیں ست و ہراساں ربنا
فضل تیرا ہو تو بیڑا پار ہے بس ہیں ہم خوار و پریشاں ربنا
ہم کو توفیق عبادت کر نصیب فسق سے رکھ دور ہرآں ربنا
کر نماز پنجگانہ ہر مقیم اور صیام شہر رمضان ربنا
رحم کر دارین میں ہم پر رحیم دفع بھی کر شر شیطاں ربنا
مومنوں میں اتفاق و صلح دے ہو نفاق ان سے گریزاں ربنا
رزق اور حسنات میں برکات دے کام دل پر فوق ایماں ربنا
مومنوں کو غم نہیں دارین میں والی مومن ہے سبحاں ربنا
خاتمہ ہو خیر وقت جاں کنی ہو شہادت کا بھی ساماں ربنا
عرصہ محشر میں دیجو جا ہمیں مصطفیٰ کے زیر داماں ربنا
مومنوں کو آخرت درجات دے یاں بھی رکھ باعزت وشاں ربنا
بارک اللہ امت احمد میں ہم فضل کا احمد ہے شایاں ربنا
عشق اپنا اور حبیب اپنے کا دے دل میں مومن کے فراواں ربنا
بانی محفل کی کر حاجت روا حاضرین پر لطف واحساں ربنا
دل ہمارا کر منور عشق سے
اور لقا اپنے سے فرحاں ربنا

☆☆☆

مجاہد اہل سنت عید الاسلام

شاہ محمد عبد السلام قادری رضوی قدس سرہ

از قلم: محقق محمد صادق قصوری / پروفیسر مجید اللہ قادری کراچی

آپ کا اسم گرامی عبد السلام اور والد کا نام مولانا شاہ عبد الکریم تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب خلیفۃ الرسول صلی اللہ وسلم یعنی امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ تین سال کی عمر شریفہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حیدر آباد دکن سے جبل پور تشریف لائے۔ ۱۴ ربرس کی عمر شریف میں قرآن مجید حفظ کیا اور تمام ظاہر معنوی علوم کی تکمیل اپنے والد ماجد ہی سے کی۔ فارغ ہونے کے بعد ابتدأ ''ندوۃ العماء'' کی طرف راغب ہوئے اور اس کے پہلے بنیادی جلسہ میں آپ مجلس عاملہ کے رکن کی حیثیت سے شریک بھی ہوئے۔ شوال ۱۳۱۲ھ میں مجلس ندوۃ العلماء کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ تو آپ اس میں شریک ہوئے۔ اگلے سال شوال ۱۳۱۳ھ میں ''ندۃ العلماء'' کا اجلاس جب بریلی میں ہونا قرار پایا اور دعوت نامہ بھی اس کا آپ کو موصول ہوگیا۔ تو آپ کے والد نے فرمایا ''بیٹا ندوہ فتنہ ہے اور اس میں شرکت دین اور وقت کی بربادی ہے۔''

آپ کے والد ماجد شاہ عبد الکریم (م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۸ء) علیہ الرحمہ کی اگرچہ اعلیٰ حضرت سے بالمشافہ ملاقات نہ تھی مگر دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ تحریری سلسلہ تعارف ضرور

تھا جس اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے والد ماجد مولانا مفتی نقی علی خاں (م) علیہ الرحمۃ کی کئی تصانیف آپ کے نام ارسال فرمائیں اعلیٰ حضرت نے شاہ عبدالکریم کی وفات پر عربی میں قطعہ تاریخ تحریری فرمایا جو عربی فصاحت و بلاغت کا ایک شاہکار ہے۔

قیل مات الزکی عبد الکریم	قلت کلابل احتظی بدوام
حی عن بنیه فیکف یموت	انما المیت هالک الاوهام
ایموت الذی خلف؟	سلم الله مثل السلام
جبل الدین راسخ بقیامه	فی جبلفور شامخ الاعلام

قلت تاریخ عیشه الابدی

دام عبد الکریم خلد کرام

۱۳۱۷ھ

مفتی برہان الحق اکرام امام احمد رضا میں رقمطراز ہیں:

''والد ماجد کے فرمان کے ساتھ آپ بریلی روانہ ہوئے حسن اتفاقی سے الہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین الہٰ آبادی (المتوفی ۱۳۲۲ھ کا ساتھ ہوگیا۔ بریلی کے اجلاس میں شرکت ہوئی لیکن مولانا محمد حسین الہٰ آبادی کے اعتراض پر مولانا شبلی کی برہمی اور بدزبانی نے بدمزگی پیدا کردی۔ چنانچہ دونوں حضرات جلسے سے واک آؤٹ کر گئے، چلتے ہوئے مولانا عبد السلام جبل پوری نے امام احمد رضا کے رسالے ''سوالات حقائق نمابروس ندوۃ العماء'' پر دستخط کر کے مولانا شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا۔

''اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دے کر مطمئن کرنا آپ کا اور آپ کے تمام، ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے۔''

اس واقعہ کے فوراً بعد مولانا عبدالسلام محلّہ سوداگراں (بریلی) میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک پرچہ پر نام لکھ کر کسی بچے۔کے ہاتھ رقعہ اندر بھیجا چند منٹ کے بعد اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ سلام دعا کے ساتھ معانقہ بھی کیا اور فرمایا:

''یہ آپ کے والد ماجد عبدالکریم جبل پوری صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ

(خط) ملا، خطبہ پڑھ ہی رہا تھا اور اسی فقرہ پر نظر تھی: ''فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے اس پر نظر کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں۔''

عین اسی وقت آپ کا رقعہ ملا، آپ کا اسم گرامی پڑھ کر معاً متصور ہوا کہ یہ آپ کے والدمحرم محترمہ مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ وہ روحانی طور پر خط کے ذریعہ آپ کو اس فقیر کے سپرد فرما رہے ہیں اور آپ کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔''

اعلیٰ حضرت نے خیریت دریافت فرمائی اور آنے کا سبب دریافت فرمایا جس پر مولانا عبدالسلام نے ندوۃ العلماء میں شبلی کے ساتھ گفتگو کی روداد، سوالات حقائق نما کے ٹائٹیل پر مجلس عاملہ کے خصوصی رکن کی حیثیت سے دستخط کے ساتھ چند اہم کلمات لکھے ہوئے مولانا شبلی کے ہاتھ میں رسالہ دینے کا پورا واقعہ سنایا اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

''ماشاءاللہ آپ نے فقیر کی بہترین نیابت ووکالت فرمائی بارک اللہ۔''

اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالسلام سے اپنے مدرسے میں ہی قیام کے لیے اصرار فرمایا اور مولانا عبدالسلام نے اس طرح ۱۰ ماہ مسلسل اعلیٰ حضرت کے فیض علمی و عملی، ظاہر و باطنی، صوری و معنوی اور بیعت و ارشاد کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوئے اور مولانا حامد رضا خان خلف اکبر اعلیٰ حضرت کے ساتھ درس کی تکمیل فرمائی اور پھر اعلیٰ حضرت نے آپ کی علمی و عملی، ذہنی و اخلاقی قابلیت و صلاحیت کا بنظر عمیق معائنہ فرمایا اور افتاء وعظ اور درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت اور خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ ۱۳۱۳ھ میں عربی میں ایک سند عطا فرمائی اور دستار فضیلت سے نوازا۔

مفتی برہان الحق اس جلسۂ دستار بندی سے متعلق آنکھوں دیکھا حال تحریر فرماتے ہیں۔

۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو مدرسہ برہانیہ میں جلسہ دستار فضیلت ہوا۔ اس میں امام احمد رضا نے تقریر بھی فرمائی۔ آپ کی تقریر ایک عجیب شاہکار تھی، ہر فرد محو سماعت تھا اور اکثر کے آنسو جاری تھے۔ محبت وفائت کا جو بیان فرمایا وہ آپ ہی کا حق تھا۔ دوران تقریر حضرت والد ماجد کے متعلق کچھ قیمتی ارشادات اور بہترین کلمات خیر ارشاد فرمانے کے بعد نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا۔

''اے جبل پور کے مسلمانو! مولانا عبد السلام کی ذات ستودہ صفات صرف تمہارے لیے ہی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کے لیے عید الاسلام ہے اور بھی آج سے مولانا عبد السلام کے القاب میں ''عید الاسلام'' کا اضافہ کرتا ہوں۔ آئندہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ عید الاسلام بولا اور لکھا جائے۔''

ان مقدس کلمات کے سنتے ہی مجمع نے بلند آواز سے والہانہ انداز میں تکبیر کہہ کر خلوص ومحبت کے ساتھ مسرت کا اظہار کیا۔ والد ماجد اعلی حضرت کے قدموں کی طرف جھکے، اعلی حضرت نے سینے سے لگا لیا اور دیر تک لگائے رہے، عجب روح پرور، ایمان افروز اور دلکش منظر تھا اور نزول رحمت وبرکت وسعادت کا وقت تھا۔ نعرہ ہائے تکبیر ورسالت سے فضا گونج رہی تھی۔ والد ماجد نے اعلیٰحضرت کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔ اعلیٰحضرت نے آپ کی پیشانی چومی، جب تک یہ منظر رہا۔ پورا مجمع کھڑا نعرہ ہائے تکبیر و رسالت لگا تا رہا۔ پھر اعلیٰحضرت منبر پر رونق افروز ہوئے اور مجمع بیٹھ گیا۔

اعلیٰ حضرت کو مولانا عبد السلام سے والہانہ محبت تھی مولانا کی اہلیہ کا جب انتقال ہوا تو اعلیٰ حضرت نے تعزیتی خط کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں قطعہ تاریخ بھی ارشاد فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ رحلت عفیفہ امینہ سکینہ خاتون ارحمہا اللہ تعالی زوجہ مقدسہ جناب فضائل انساب فواضل مآب حامی السنن ماحی الفتن ادیبہ جناب مولانا مولوی عبد السلام صاحب قادری جبل پوری ادامہ اللہ بالفیض النوری آمین۔

حلت لمن عبد السلام حليلة
فی العدن وهی حصينته ورز بينة
هی اللعفات مدى الحيوة لزينته
و بعفو ربی فی الممات مزينته
سال الرضا عام الوفاة معه الدعا
قلت ارحم التابوت فيه سكينه

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۲۵ر جمادی الاول ۱۳۲۶ھ یوم الخمیس

جس طرح اعلیٰ حضرت کو اپنے شاگرد و مرید و خلیفہ سے محبت تھی۔ اسی طرح اس مرید باصفا کو اپنے مرشد اعلیٰ سے بھی اتنی ہی عقیدت تھی۔ جس کا اندازہ آپ کے ایک استفتاء سے لگایا جاسکتا ہے۔ جب آپ نے اپنے مرشد کو ایک استفتاء لکھا۔ تو اس میں مندرجہ ذیل القابات سے نوازا۔ جو ایک تاریخ ہی نہیں حقیقت پر مبنی ہیں۔

آیت من آیات اللہ رب العلمین، نعمت اللہ علی المسلمین، اعلم العلماء المتبحرین، افضل الفضلا المتصدرین، تاج المحققین سراج المدققین مالک ازمتہ الفتادی والمفتین، ذوالمقامات الفاخرہ، والکمالات الزاہرۃ الباہرہ، صاحب الحجۃ القاہرہ، مجدد المائتہ الحاضرہ، العلامتہ الاجل الانجل، حلال عقدۃ مالا تیخل، بحر العلوم، کاشف سر المکتوم، صدر الشریعتہ محی السنتہ، المحدث، الفقیہہ العدیم النظیر فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۲۴۶ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ آپ کو دیارسی پی کا قطب اوحد فرماتے تھے۔

۱۸ر جمادی الاول ۱۳۷۰ھ ۳ر فروری ۱۹۵۳ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ محلہ دار السلام جبلپور میں دفن ہوئے۔ مزار قدس مرجع خاص و عام ہے۔

(خلفائے اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۶۵ تا ۱۷۱)

☆☆☆

اضافۂ جدید

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

○

شاہ عبد السلام اور تحریک اصلاح ندوہ

برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

"حضرت جد امجد نے اپنی زندگی میں والد ماجد مولانا عبد السلام کو اعلیٰ حضرت کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ ۱۳۱۲ھ/ ۶، ۱۸۹۵ء میں بریلی میں ندوۃ العلما کا جلاس ہوا۔ والد ماجد کے نام خصوصی دعوت نامہ آیا۔ حضرت جدِ امجد نے خوشی سے اجازت دے دی اور فرمایا:

"ندوہ میں شریک ہو یا نہ ہو، لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب سے ضرور ملنا۔ اس وقت ان کا علم و فضل و کمال اپنی وسعت و تابانی اور تحقیق تدقیق کے لحاظ سے بے نظیر و بے مثال، انتہائی عروج و کمال پر ہے۔ جس طرح بھی ہو، مولانا کی خدمت میں رہ کر جتنا فیض حاصل کر سکو، تمہارے خاندان کے لئے باعث رحمت و برکت و سعادت و سربلندی ہوگا۔ بریلی میں ندوہ کا یہ اجلاس تمہارے لئے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب سے علم و فضل و سعادت حاصل کرنے کا ان شاء اللہ ذریعہ اور سبب ہے۔"

والد ماجد بریلی روانہ ہوئے۔ الہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین صاحب کا ساتھ ہو گیا۔ اجلاس میں شرکت ہوئی۔ لیکن مولانا محمد حسین الہ آبادی کے اعتراض پر شبلی کی برہمی اور بد زبانی نے بدمزگی پیدا کر دی (جس کی تفصیل آگے آتی ہے) چنانچہ یہ دونوں حضرات جلسے سے واک آؤٹ کر گئے۔ چلتے ہوئے والد ماجد نے امام احمد رضا کے رسالہ "سوالاتِ حقائق نما بروس ندوۃ العلما" پر دستخط کر کے شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا:

''اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دے کر مطمئن کرنا آپ کا اور آپ کے تمام ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے۔''

اس واقعہ کے بعد والد ماجد محلہ سوداگران (بریلی) میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ ان کی پہلی حاضری تھی۔ والد ماجد نے ایک پرچہ پر اپنا نام لکھ کر ایک بچہ کے ہاتھ اندر بھیجا۔ چند منٹ بعد اعلیٰ حضرت باہر تشریف لائے۔ السلام علیکم فرمایا۔ ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔ والد ماجد سے معانقہ کیا اور فرمایا:

''یہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ ملا، خط پڑھ رہا تھا اور اس فقرہ پر نظر تھی:

''فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے اس پر نظر کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں۔''

عین اسی وقت آپ کا رقعہ ملا، آپ کا اسم گرامی پڑھ کر معاً متصور ہوا کہ یہ آپ کے والد محترم مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ وہ روحانی طور پر خط کے ذریعہ آپ کو اس فقیر کے سپرد فرما رہے ہیں اور آپ کا ہاتھ فقیر کے ہاتھ میں دے رہے ہیں، ماشاء اللہ و بارک اللہ۔''

اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے حضرت جد امجد کی خیریت پرسی کے بعد بریلی آنے کا سبب دریافت فرمایا، والد ماجد نے ندوہ کی روداد، شبلی سے گفتگو، سوالات حقائق نما کے ٹائٹیل پر مجلس عاملہ کے خصوصی رکن کی حیثیت سے دستخط کے ساتھ چند اہم کلمات کہتے ہوئے شبلی کے ہاتھ میں رسالہ دینے کا پورا واقعہ سنایا۔ اعلیٰ حضرت نے توجہ کے ساتھ تمام واقعات سن کر والد ماجد کو سینے سے لگا کر فرمایا:

''ماشاء اللہ! آپ نے فقیر کی بہترین نیابت و وکالت فرمائی، بارک اللہ''

اور بے حد مسرت کے ساتھ دریافت فرمایا: ''کہاں قیام ہے؟ عرض کیا، ڈپٹی اشفاق حسین کے یہاں۔''

اعلیٰ حضرت نے ڈپٹی صاحب کے یہاں سامان منگوالیا۔ اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان صاحب کی تعلیم کا یہ آخری دور تھا۔ چنانچہ والد ماجد بھی انہیں کے

ساتھ امام احمد رضا کے درس میں شریک ہو گئے اور دس مہینے مسلسل امام احمد رضا کے فیض علمی و عملی، ظاہری و باطنی، صوری معنوی اور بیعت و ارشاد کی سعادتوں سے بہرور ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کی علمی و عملی، ذہنی و اخلاقی قابلیت وصلاحیت کا بنظر عمیق معائنہ فرمایا اور پھر افتاء و وعظ اور درس کی اجازت کے ساتھ ساتھ مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ عربی میں ایک سند عطا فرمائی اور دستار فضیلت سے نوازا۔ امام احمد رضا کی سند ملاحظہ فرمائیں۔ جو ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۶ء کو خود تحریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذى خصص هذه الامة المرحومة ببركات الاسناد و سلاسل اولياء الامجاد والصلاة والسلام على سيد الاسياد سيدنا و مولانا محمد و اله صحبه الكرام الىٰ يوم التناد آمين۔

و بعد فقد سألنى العالم العامل الفاضل الكامل تقى الشباب نقى الثياب المتحلى بحلية الفضل المعنوى والكمال الصورى مولانا المولوى محمد عبد السلام الجبل فورى زين الله وجهه و قلبه بالضياء الـ ى اجازة الصحاح الستة وسائر كتب الاحاديث والفقه والتفسير والكلام وغيرها من مروياتى عن الجلة الكرام و اذن الوعظ والتدريس والافتاء والارشاد الى طريقة العرفاء الاسياد تحسين ظن منه بهذ الفقير فى ذالك و ان لم اكن اهلا لما هنالك فاجبته اليه لما رأيت من اهلية لديه واجز ته بجميع مااجازنى به شيخى وسيدى و مولائى ومرشدى و كنزى و ذخرى ليومى و غدى السيد الشاه آل الرسول الاحمدى المارهروى و شيخى فى الحديث السيد الشريف العلامه احمد بن زين بن دحلان و السيد الجليل حسين بن صالح جمل الليل والمولى العلامه عبد الرحمن بن عبد الله السراج المكيون والشيخ الاجل السيد الشاه ابو الحسين احمد النورى حفيد حضرت شيخى و بجميع ماانامأذون به من السلاسل القادرية

القديمة والجديدة والرزاقية والعلية المنورية والاهدلية والجشتية والسهرودية النقشبدية القديمات والجديدات والبديعية والعلوية لنامية و كل ما احتوى عليه الكتاب المتطاب، النور والبهاء فى اسانيد الحديث وسلاسل الاولياء، فكل مافيه عن حضرت شيخى رضى الله تعالى عنه فانا مذون به من لدنه وما فيه و عن غيره فانا مجاز به عن حضرت حفيده و حامل خيره وكذالك اجزت بالوعظ والافتاء والدرس بشرائطها المعلومه عند اهلها فليتثبت وليخش الخطاء والغلط والجرأة والشطط وليتق الله ربه ولا ينسنى من دعاء الصالح كان الله لى وله فى الدنيا والا خرة ومنحانا جميعا فى الدارين نعمه الفاخرة آمين وكان ذالك لثلاث خلون من ذى القعده الحرام يوم الجمعه المباركة افضل الايام ١٣١٣ من هجرة سيد الانام عليه وعلى اله الكرام افضل الصلاة والسلام والحمد لله رب العلمين۔

كتبه عبده المذنب احمد رضا البريلوى عفى عنه
بمحمد المصطفىٰ النبى الامى صلى الله تعالى عليه وسلم

(اکرام احمد رضا از مفتی محمد برہان الحق مطبوعہ بمبئی ۱۹۹۸ء ص ۲۷ تا ۳۰)

برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی قدس سرہٗ آگے لکھتے ہیں:

”والد ماجد مولانا عبد السلام، ندوۃ العلما کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ (۱۳۱۲ھ) اور بریلی (۱۳۱۳ھ) میں شریک ہوئے۔ پھر جب ندوہ کی حقیقت معلوم ہوئی، تو اس کے خلاف ہونے والے اجلاس منعقدہ پٹنہ (۱۳۱۸ھ)، کلکتہ (۱۳۱۹ھ) اور بنگلور (۱۳۲۲ھ) میں شریک ہوئے اور امام احمد رضا کی ہدایت ومشوروں پر ان جلسوں میں اہم کردار ادا کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

ہندوستان میں ندوے کی تحریک چلی اور ہندوستان کے علما ومشاہیر کے نام دعوت نامے جاری ہوئے۔ جد امجد مولانا محمد عبد الکریم حیدر آبادی اور والد ماجد کے نام بھی دعوت

نامے آئے۔ والد ماجد کا ابتدائی شباب کا زمانہ تھا۔ اسی نئی تحریک کے اغراض ومقاصد کو دیکھ کر اس کے اجلاس لکھنؤ میں شرکت کا خیال ہوا۔ جد امجد سے ذکر کیا۔ انہوں نے پورے حالات سن کر فرمایا:

"میں شرکت سے تمہیں نہیں روکتا۔ مگر بہت سمجھداری اور احتیاط سے کام لینا اور باطل وفاسد خیالات سے اپنے کو بچانا۔"

والد ماجد لکھنؤ کے لئے روانہ ہوئے۔ الٰہ آباد سے مولانا شاہ محمد حسین صاحب کا ساتھ ہو گیا۔ لکھنؤ کا یہ اجلاس نہایت شاندار اجلاس تھا۔ ہر فرقہ، ہر مکتب خیال کے مشاہیر و سربرآوردہ شریک تھے۔ اس اجلاس میں مسلمانوں کی تعلیمی، ثقافتی، اخلاقی، معاشرتی حالات کا جائزہ لیا گیا۔ ان مسائل کو اپنی مختصر تقریر میں ناظم ندوہ نے روشنی ڈالتے ہوئے پیش کیا۔ شبلی نعمانی نے طویل تقریر کی۔ دوسری نشست میں تجاویز مرتب کی گئیں۔ والد ماجد کو مجلس عاملہ کے خصوصی اراکین میں لیا گیا۔

ندوے کے عام کھلے اجلاس میں والد ماجد کی تقریر مسلمانوں اصلاح تعلیم ومعاشرت کے سلسلے میں تعمیری امور پر ہوئی۔ تمام عوام وخواص نے پسند کی۔ مگر سنیت اور اہل سنت کے سلسلے میں والد ماجد نے جو کچھ فرمایا۔ اس پر شبلی نعمانی صاحب نے نکتہ چینی کی۔ جبل پور واپس آکر والد ماجد نے حضرت جد امجد کو تفصیلی حالات سنائے۔ وہ حالات سن کر بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

ندوۃ العلما کے بریلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے خصوصی دعوت نامہ اور پوسٹر آیا۔ حضرت جد امجد نے خوشی سے اجازت دی اور اس کے ساتھ اعلیٰ حضرت سے ملاقات کے سلسلے میں جو ہدایت فرمائی، اس کے بارے پیچھے عرض کیا جا چکا ہے۔ والد ماجد بریلی روانہ ہوئے اور بریلی میں ڈپٹی اشفاق حسین کے ہاں قیام ہوا، ڈپٹی صاحب جبل پور میں تحصیلدار تھے، بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔ پھر پنشن لے کر اپنے وطن بریلی روانہ ہو گئے۔ ڈپٹی صاجب حضرت جد امجد سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور والد ماجد سے دوستانہ محبت رکھتے تھے۔ ڈپٹی صاحب کے یہاں والد ماجد کو امام احمد رضا کا رسالہ ملا۔ جس کا عنوان تھا:

'سوالات حقائق نما بروس ندوۃ العلماء'

والد ماجد نے رسالہ کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے ساتھ اجلاس میں لے گئے ندوہ کی مجلس کے اجلاس کی افتتاحی تقریر میں شبلی نعمانی نے اسلامی مدارس کے نصاب تعلیم کو آسان بنانے کے لیے اپنے خیالات پیش کرتے ہوئے درسِ نظامی کے نصاب پر حملہ کیا اور کہا کہ طالب علم کے کئی سال برباد ہوتے ہیں اور عربی فارسی کے ساتھ انگریزی کو بھی نصاب تعلیم میں داخل کرنے پر زور دیا، تقریر کے آخر میں علمائے اہل سنت اور خصوصاً اعلیٰ حضرت کی ذات مقدسہ پر چوٹیں کیں، شبلی کی تقریر ختم ہوئی، والد ماجد نے درس نظامی اور علمائے اہل سنت کے سلسلے میں شبلی کے انداز گفتگو اور طرز تقریر پر اعتراض کیا، مولانا محمد حسین الٰہ آبادی نے والد ماجد کی تائید کی اور چند کلمات بہترین انداز میں شبلی کی تقریر کے خلاف فرمائے، شبلی بہت ناگوار جذبے کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سخت لہجے میں والدِ ماجد اور مولانا محمد حسین صاحب پر برس پڑے اور والد کو ''لونڈا'' اور مولانا الٰہ آبادی کو ''جٹادھاری'' کہہ ڈالا شبلی کا یہ انداز سب کو برا معلوم ہوا، والد ماجد کھڑے ہوئے اور شبلی کی اس پست اخلاقی اور ذاتی حملے پر احتجاج کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر علماء و مشائخ و اراکین کو ان کے اظہارِ خیال پر اس طرح ذلیل کیا جاتا رہا تو:

ع کارِ ندوہ تمام خواہد شد

میں مجلس عاملہ کا رکن خصوصی ہوتے ہوئے اپنی اور مولانا محمد حسین صاحب کی توہین پر احتجاجاً اس مجلس سے جارہا ہوں۔''

اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے رسالہ مذکورہ پر دستخط کر کے شبلی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا کہ:

''اس کے ہر سوال کا مفصل جواب دے کر مطمئن کرنا آپ کا اور آپ کے تمام ہم خیال اراکین کا ذمہ ہے اور آپ سب کا اخلاقی فرض ہے۔''

اس کے بعد والد ماجد اپنی قیام گاہ پر آئے، پھر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں۔

حضرت جد امجد کے وصال (۱۳۱۷ھ) کے بعد ندوہ کے اجلاس پٹنہ کا دعوت نامہ اور ایک نہایت طویل اشتہار والد ماجد کے نام آیا۔ والد ماجد دارالافتاء، درس اور دیگر دینی

مشاغل میں مصروف تھے مگر پھر بھی پٹنہ تشریف لے گئے جس کی تفصیل یہ ہے۔

پٹنہ میں مولانا قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی ایک نہایت باا ثر اور صحیح العقیدہ، متمول بزرگ تھے جن کے زیر اہتمام مدرسہ حنفیہ اہل سنت چل رہا تھا، قاضی صاحب نے اجلاس ندوہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت کو بریلی خط لکھا، اعلیٰ حضرت نے قاضی صاحب کو والد ماجد سے رابطہ کے لیے لکھا اور والد ماجد کو قاضی صاحب کی اعانت کی ہدایت فرمائی۔ قاضی صاحب کی طلب پر والد ماجد پٹنہ تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب کے مدرسہ حنفیہ اہل سنت کا سالانہ جلسۂ دستار بندی ہونے والا تھا۔ ندوہ کے اجلاس میں دو ماہ کی دیر تھی، والد ماجد کے مشورہ پر مدرسہ حنفیہ کے اجلاس بھی انہیں تاریخوں میں مقرر کیے گئے۔ والد ماجد ندوہ کے حالات کے پیش نظر تجاویز، تحاریک وتقاریر کے عنوانات اور لائحہ عمل مجلس انتظامیہ وغیرہا قاضی صاحب ودیگر مشیرانِ کار کے ساتھ ترتیب دے کر واپس آگئے اور سلسلہ خط وکتابت برابر قائم رہا۔

رجب ۱۳۱۸ھ کو پٹنہ میں ندوہ کے عام اجلاس کا دعوت نامہ خصوصی والد ماجد کے نام آیا اور انہیں تاریخوں میں مدرسہ حنفیہ اہل سنت (پٹنہ) کے اجلاس کا دعوت نامہ اوز اعلانات پہنچے۔ بریلی سے اعلیٰ حضرت کا والا نامہ آیا کہ ان سے مل کر پٹنہ جائیں چنانچہ خصوصی ہدایات دے کر اور دوسرے دن کے اجلاس میں خود شرکت کے ارادہ کا اظہار فرما کر والد ماجد اور چچا کو خاص دعاؤں کے ساتھ پٹنہ کے لیے رخصت کیا۔

یہ دونوں حضرات، پیلی بھیت کے مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی اور بریلی وپیلی بھیت کے کچھ علما اعلیٰ حضرت کی اجازت وارشادات وہدایات لے کر بریلی سے پٹنہ روانہ ہوئے، ٹرین میں بدایوں کے حکیم عبدالقیوم صاحب، مولانا محبّ احمد صاحب اور کچھ دوسرے علمائے بدایوں کا ساتھ ہوگیا۔ بنارس اور پٹنہ کے درمیان کسی اسٹیشن پر حکیم صاحب حاجت ضروریہ کے لیے نیچے اترے کہ اس زمانے میں ٹرین میں بیت الخلاء وغیرہ نہیں ہوتے ہوتے تھے، ابھی وہ نیچے ہی تھے کہ انجن نے سیٹی دی اور ٹرین چلنے لگی۔ چلتی ٹرین میں حکیم صاحب نے چڑھنے کی کوشش کی مگر پیر رپٹ گیا اور وہ پلیٹ فارم اور ٹرین کے درمیان آگئے اور دور تک رگڑتے چلے گئے۔ مگر کوئی عضو ٹرین کی زد میں نہیں آیا پھر بھی اندرونی طور پر

ایسے مجروح ہوئے کہ جانبر نہ ہو سکے اور مدرسہ حنفیہ کے آخری اجلاس کے دوسرے دن ۱۴ر رجب ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء کو انتقال فرما گئے۔

۸ر رجب ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء کو علی الصباح مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت پٹنہ تشریف لائے۔ مدرسہ حنفیہ کے روزانہ جلسے ہوتے رہے۔ صبح ۱۲ر بجے تک اور رات ۲ر بجے تک، یہ سلسلہ بجائے تین دن کے چار دن تک پوری شان کے ساتھ جاری رہا۔ حضرت والدِ ماجد چاروں دن تقریر کے علاوہ اجلاسوں کے نظم وضبط اور تقریروں کی ترتیب سنبھالنے کی ذمہ داری بھی انجام دیتے رہے۔

اعلیٰ حضرت کی پہلی تقریر مسلسل تین گھنٹے ہوئی، مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور دوسرے علما اہل سنت کی تقریروں اور بیانات نے تحریک ندوہ کی اصلی تصویر پیش کر کے مسلمانوں کو متنبہ کیا اور اعلیٰ حضرت نے کھلے اجلاس میں 'فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین' پیش فرما کر ہر طبقۂ فکر و خیالات کو اس پر غور وفکر کی دعوت دی اور اہل ندوہ کو باہمی افہام وتفہیم کے لیے بلایا گیا مگر کوئی نہ آیا۔ اس موقع پر بہت سے علما وعوام نے جو تحریک ندوہ میں شریک ہو گئے تھے، ندوہ سے اپنی علاحدگی اور جماعت اہل سنت میں شمولیت کا اعلان کیا۔

۱۳۱۹ھ میں کلکتہ میں ندوہ کے اجلاس کے جلی حرفوں میں پوسٹر شائع ہوئے۔ حاجی لعل خاں صاحب نہایت صحیح العقیدہ، متصلب سنی بزرگ ایک فرم، عبد اللہ علی رضا کے کلکتے کے آفس میں جنرل منیجر تھے اور کلکتے کے عوام وخواص میں بہت معزز و بااثر تھے۔ آپ نے ندوہ کے مقابل علماء اہل سنت کے عام اجلاس کا اہتمام کیا، بریلی لکھ کر اعلیٰ حضرت سے تعاون کی درخواست کی اور ہدایات چاہیں، اعلیٰ حضرت نے والد ماجد کی طرف رجوع کرنے کے لیے لکھا اور والد صاحب کو حاجی صاحب سے تعاون کے لیے فرمایا۔

امام احمد رضا اور حاجی صاحب کے تار پر والد ماجد اجلاس سے تین دن قبل کلکتہ پہنچ گئے، اعلیٰ حضرت بریلی سے اجلاس کے دن تشریف لائے، تحریک ندوہ کے رد میں اہل سنت کے اجلاس دو دن منعقد ہوئے اور اہل ندوہ کو کلکتہ سے نامراد ناکام جانا پڑا، والد ماجد اعلیٰ حضرت کے ساتھ کلکتہ سے بریلی گئے، ایک ہفتہ بعد جبل پور آئے، اجلاس کلکتہ کی مختصر روداد ماہنامہ تحفۂ حنفیہ (پٹنہ) کے ۱۳۲۰ھ کے کسی شمارے میں شائع ہوئی تھی۔

کلکتہ کے بعد اہل ندوہ کی طرف سے بنگلور میں زوردار اجتماع کا اعلان ہوا۔ بنگلور کے سر قاضی عبد القدوس صاحب نہایت با اثر، صحیح العقیدہ، متصلب سنی عالم تھے، انہیں اس اجلاس کی دعوت صدارت دی گئی، قاضی صاحب نہایت سادہ مزاج، مرنجاں مرنج بزرگ تھے مگر اہل ندوہ اور اہل دیوبند کے خیالات سے واقف تھے اس لیے انہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا اور عام مسلمانوں کو ان کے خیالات سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ قاضی صاحب نے اجلاس ندوہ کے بارے میں اعلیٰ حضرت کو مطلع کیا، اعلیٰ حضرت نے والد ماجد سے رابطہ کے لیے لکھا اور والد ماجد کو بنگلور جا کر قاضی صاحب سے تعاون کی ہدایت فرمائی۔ بنگلور سے قاضی صاحب کا دعوت نامہ آیا جس میں تفصیلات درج تھیں، والد ماجد اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں بنگلور روانہ ہو گئے۔

والد ماجد اجلاس ندوہ سے ایک ہفتہ قبل بنگلور پہنچ گئے اور تقریروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس میں آپ نے اہل سنت و جماعت اور مخالفین اہل سنت کے افکار و عقائد کو بیان فرمایا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اہل ندوہ کو اپنا اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے بعد قاضی سید عبد القدوس کی صدارت میں اہل سنت کا کھلا اجلاس ہوا، جو نہایت کامیاب رہا۔ مخالفین کو باہمی افہام و تفہیم کے لیے دعوت دی گئی، مگر کوئی نہ آیا۔ قاضی صاحب اہل سنت کے ان کامیاب اجتماعات کی خبر بذریعہ تار اعلیٰ حضرت کو بھیجنے والے تھے کہ اعلیٰ حضرت کا بریلی سے تار پہنچا جس میں والد ماجد کو ان اجتماعات کی کامیابی کی مبارکباد اور فرزند کی ولادت کی بشارت دی گئی تھی۔ سب لوگ حیران تھے کہ ابھی تو تار بھی نہیں دیا گیا، اعلیٰ حضرت کو کیسے خبر ہو گئی؟ اور یہ فرزند کی بشارت کیسی؟ جب کہ خود والد ماجد کو بھی خبر نہ تھی، مگر خدا کی شان جبل پور میں صبح نماز فجر کے بعد میرا بھائی محمود اشرف اسی روز تولد ہوا، جس روز کامیابی کا تار اعلیٰ حضرت کو بھیجا جانے والا تھا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے:

اتقوا فراسة المؤمنين فانه ينظر بنور الله تعالىٰ

اعلیٰ حضرت کی فراست صادقہ کے نور نے، اجتماعات کی کامیابی اور فرزند کی بشارت قلب اطہر پر القاء فرما دی۔ اعلیٰ حضرت کے تار کے چند گھنٹے بعد جبل پور سے ولادت فرزند کا تار پہنچا۔ والد ماجد جبل پور میں قاضی صاحب اور اہل جبل پور کے اصرار پر پونے دو ماہ بنگلور

میں رہے، تقریروں وغیرہ کا سلسلہ جاری رہا، انجمن معین المسلمین بنگلور کی طرف سے نہایت شاندار الوداعی جلسہ ہوا، جس میں سپاس نامے وغیرہ پیش کیے گئے اور والد ماجد کی بڑی پذیرائی ہوئی۔

اعلیٰ حضرت نے ندوے کی معاند اہل سنت کارروائیوں کو خوب واشگاف فرمایا اور ان کے بارے میں علمائے حرمین کے سامنے استفتاء پیش کیا اور فتویٰ طلب کیا۔ حرمین کے یہ فتوے مندرجہ ذیل عنوان سے مع عربی مع اردو ترجمہ شائع ہوئے:

فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المسلمین

۱۳۱۷ھ

اس کی اشاعت نے تحریک ندوہ کو بہت صدمہ پہنچایا۔ ان مساعی کے علاوہ اہل سنت کی طرف سے برابر اہل ندوہ کے قابلِ اعتراض افکار وعقائد کا تعاقب ہوتا رہا اور یہ سلسلہ کافی عرصہ جاری رہا۔ (اکرام امام احمد رضا، طبع بمبئی، ۱۹۹۸ء، ص:۳۶ تا ۴۲)

اجلاس اہل سنت پٹنہ

قاضی عبد الوحید فردوسی کی فرمائش تھی۔ امام احمد رضا کی ہدایت تھی۔ شاہ عبد السلام جبل پور سے پٹنہ تشریف لے گئے۔ حالات کا جائزہ لیا۔ لائحہ عمل تیار کیا۔ شاہ عبد السلام نے تجویز پیش کی کہ جن تاریخوں میں جلسہ ندوہ ہونے والا ہے۔ انہیں تاریخوں میں یہ اصلاحی اجلاس بھی منعقد کیا جائے۔ جو منظور کر لی گئی۔ پھر شاہ عبد السلام جبل پور واپس آگئے۔ جب اجلاس اہل سنت کی تاریخ قریب آئی۔ تو شاہ عبد السلام جبل پور سے بریلی گئے۔ وہاں سے پٹنہ تشریف لے گئے۔ یہاں آپ کی حیثیت ایک مدعو مہمان کی تو تھی ہی۔ ایک میزبان منتظم کی بھی تھی۔ یہاں آپ نے متعدد تقریریں کیں، مذاکرے کیے اور مباحثوں میں شریک کار رہے۔ روداد اجلاس اہل سنت کے روداد نگار نے آپ کی تقریروں کا خلاصہ بیان کیا ہے اور مفہومی تبصرہ کیا ہے۔ روداد نگار نے شاہ عبد السلام کو ان الفاظ والقاب سے یاد کیا ہے:

خاتمۃ المحدثین والمفسرین، ناصر دین متین، فاضل نوجوان، واعظ خوش بیان، جناب مولانا حافظ محمد عبد السلام صاحب حنفی قادری دامت برکاتہم، خلف ارشد مولانا حافظ

حاجی محمد عبدالکریم مرحوم حنفی نقشبندی جبل پوری۔
روداد نگار لکھتے ہیں:

خلاصہ بیان اول

آیات کریمہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ الخ۔

پڑھ کران کی تمہید بیان میں بضمن تفسیر وتوضیح وبیان مفہوم حدیث شریف طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ کے حقائق اعتقاد وانقیاد اوران کی تحصیل وتکمیل واسباب استحکام اورضروریات دین وفرائض اسلام پر محققانہ بحث اور بعنوان شائستہ اسی علم کی طلب کوفریضۃ للکل ہونا ثابت کر کے اس کے موضوع اور بعض عوارض ولواحق ذاتیہ وخصائص وآثار مطلوبہ اور اسلام کے مبادی وموقوف علیہا۔ اس کی غایت وفائدہ وغرض وعلت غائیہ کا بیان مسلمان ہونا جمیع امور قطعیۃ الثبوت وجملہ ضروریات دین کی تصدیق وتسلیم پر موقوف ہونے کا ثبوت ۔ مجرد کلمہ گوئی اور سجود الی القبلہ سے باوجود انکار وترک اعتقاد کسی ایک امر ضروری دینی کی ضروریات دین سے قطعاً یقیناً دائرۂ اسلام سے خارج ہو جانے کے دلائل قویہ اور اعتقاد فاسد ندوہ (ہر آدمی اپنی سمجھ پر مکلف ہے) بیان کر کے اس سمجھ کا بالکل مردود وخلاف مذہب۔ بلکہ سراسر خلاف دین وملت ہونا ابطال شریعت وحدود خداوند ذو الجلال سے تعدی، اللہ تعالیٰ پر افترا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان عظیم کا لازم آنا ثابت کیا۔

اور آیۂ: ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین۔

آیۂ: ومن یتعد حدود اللہ فأولئك ہم الظٰلمون۔

آیۂ: ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب۔

آیۂ: ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔

اورحدیث شریف: لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ الخ۔ پڑھ کر

ونیز آیۂ کریمہ:ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وسائت مصیرا۔

اورآیۂ عظیمہ: فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

تلاوت کر کے غیراز مجتہدین وائمۂ دین وعلمائے اہل حق الیقین کسی کی سمجھ کا جومخالف سواداعظم وجمہورسلف صالحین ہوساقط الاعتبار ہونا اور عقیدۂ اعتبار کا خبیث ہونا بیان کیا۔

(روداداجلاس اہل سنت، پٹنہ،۱۳۱۸ء،ص:۵۰،۴۹)

خلاصہ بیان دوم

آیۂ شریفہ: ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولم أذان لایسمعون بہا اولئك کا لانعام بل ہم اضل اولئك ہم الغٰفلون۔

پڑھ کر بضمن تفسیر ودوران تقریر آیۂ کریمہ متلوہ انسان ودیگر انواع حیونات کا مابہ الامتیاز ومابہ الاشتراک، اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان عظمت وکبریائی اس کی کمال قدرت وصنعت وحکمت وشان جمال وجلال وبے نیازی کا بیان انسان کی شرافت وکرامت وافضلیت کے وجوہ وصول الی اللہ وتحصیل قرب من اللہ تعالیٰ ورضوانہ وثوابہ الابدی اورفوز بالدرجات والنجاۃ من الدرکات فی الآخرۃ کے ذرائع۔اکتساب فضائل وکمالات کے اسباب جوشخص سنی یعنی متبع وپابند مذہب مقدس اہل سنت والجماعت ہے، وہی شخص سعید وناجی کامل الایمان سچا پکا مسلمان ہے۔اس کا ثبوت کافی اعتقادات حقہ واخلاق حسنہ واعمال صالحہ واحوال صادقہ، کہ جواسباب منجیہ وسرمایۂ سعادت انسان ہیں،سوائے اہل سنت والجماعۃ کے کسی میں متحقق نہیں۔اس کے دلائل واضحہ خارج از اہل سنت والجماعۃ یعنی جس کا عقیدہ وعمل موافق مذہب حق اہل سنت والجماعت کے نہ ہواس کے مبتدع وضال یعنی اہل بدع ونار سے ہونے کے حجج ساطعہ وبراہین قاطعہ۔(روداداجلاس اہل سنت، پٹنہ،۱۳۱۸ء،ص:۵۱،۵۰)

خلاصہ بیان سوم

یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین۔ بضمن تفسیر آیۂ شریفہ افتراق امت کی حدیث کا محققانہ بیان مذہب اہل سنت وجماعت کے فضائل اور اس کے پاک مذہب کی حقیقت کے دلائل۔ دیگر فرقہائے ناریہ ومذاہب باطلہ کے نقائص ومفاسد وقبائح وشناعات وضلالات بدمذہبان اشرار اہل بدع ونار کی محبت وصحبت ومجالست وتعظیم وتکریم سے ممانعت اور ان کے ساتھ میل جول اور اختلاط وارتباط سے احتراز واجتناب کی ہدایت اور قرآن وحدیث سے ان کے دلائل وغیرہ نہایت شرح وبسط سے بیان فرمائے اگر ہر وعظ کا خلاصہ لکھا جاتا تو ایک ضخیم رسالہ ہو جاتا۔ (روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ء، ص: ۵۲،۵۱)

تقریر کی فرمائش

شاہ عبدالسلام کے بیانات کی پورے پٹنہ دھوم تھی۔ انداز بیان ہی کچھ ایسا دلکش تھا کہ سامعین مچل جاتے۔ اسلوب خطاب کی دلکش اور دلائل کے زور نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ چنانچہ مسجد خواجہ عنبر کے متولی حضرت خواجہ عبدالرحمٰن نے حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی کے نام فرمائش خط لکھا کہ وہ شاہ عبدالسلام کو ان کے محلّہ کی مسجد میں خطاب کے لیے تشریف لے جانے کی سفارش کریں۔ وہ خط آپ بھی ملاحظہ کریں۔

مکتوب خواجہ

حامداً ومصلیاً

حامی سنت قامع بدعت جناب مولانا حافظ قاضی عبدالوحید صاحب حنفی الفردوسی ناظم تحفۂ حنفیہ ومہتمم مدرسۂ اہل سنت صانہ اللہ تعالیٰ عن آفات الدھور والشھور السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اہل السنہ۔

جناب من آپ نے اس وقت پر آشوب وہنگام پر فتن میں ہم لوگوں کو کہ دام مکر وتزویر میں ابلیس پر تلبیس کے پھنس چکے تھے اور راہ ہدایت سے برگشتہ ہو کر طوفان بدعت میں پڑ چکے تھے کہ دفعتاً من جانب خدائے تعالیٰ آپ نے حمایت سنت وقمع بدعت وضلالت پر

کمر ہمت کو چست باندھا اور ہم غریقان ضلالات کو باہر نکالا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دین ودنیا میں عطا فرمائے اور چشم بد سے مامون ومصون رکھے آمین ثم آمین۔

چونکہ اس وقت تمام اہل محلّہ اور ہمارے اہل سنت والجماعۃ احباب نے اس امر کی تمنا ظاہر کی ہے کہ حامی السنن، ماحی الفتن، فاضل علام، جناب مولانا حافظ محمد عبدالسلام صاحب جبل پوری مدظلہ العالی اگر تشریف لاکر مسجد عنبر میں اپنی خوش بیان سے ذکر فضائل حضرت خواجۂ سرور کائنات علیہ الف الف تحیات فرمائیں اور قلع وقمع بد مذہبان بالخصوص ندویہ خذلہم اللہ کا کریں، تو ایمان تازہ وافادۂ بے اندازہ ہم لوگوں کو حاصل ہو۔ اس لیے ملتجی کہ آپ براہ کرم واحسان مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں سفارش کر دیجیے۔

خادم آپ کا

خواجہ عبدالرحمٰن متولی مسجد خواجہ عنبر منجانب اراکین اہل نست پٹنہ

(روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ء، ص:۵۲)

تبصرۂ قاضی

شاہ عبدالسلام مسجد خواجہ عنبر تشریف لے گئے۔ تقریر فرمائی، کی گئی اس تقریر پر حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی یوں تبصرہ رقم کرتے ہیں:

کئی صاحب پالکی گاڑی لے کر مولانا موصوف الصدر کو لینے کے واسطے تشریف لائے اور نہایت عزت واحترام سے لے گئے۔ حضرت مولانا مدظلہ نے بہت دیر تک حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اوصاف کریمہ ومعجزات شریفہ ورد فرق ضالہ ومکائد ندویہ کو اس خوبی وخوش اسلوبی سے بیان فرمایا کہ سامعین کو نہایت سرور حاصل ہوا۔ ہر طرف سے صدائے تحسین وآفرین بلند ہوئی، ضلالت وبطالت ندوہ کھلی، صراط مستقیم ظاہر ہوئی۔ حق تعالیٰ ہمارے فاضل نوجوان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور شر ورفتن زمانہ سے بچائے۔ آمین۔

(روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ء، ص:۵۲)

اجلاس اہل سنت کلکتہ

شعبان ۱۳۱۹ھ میں ندوہ کا جلسہ کلکتہ میں ہونا طے پایا۔ تو مصلحین ندوہ بھی ہر طرح

چوکس ہو گئے۔ علما و مشائخ اور عمائدین ورؤسائے کلکتہ نے اصلاح ندوہ کے لیے اجلاس اہل سنت کا انعقاد کیا۔ جس میں سارے اقطارِ ہند کے علما و مشائخ نے شرکت فرمائی۔ یہاں بھی شاہ عبد السلام جبل پوری کا رول نہایت نمایاں رہا۔ حضرت الحاج مولانا لعل محمد خاں مدراسی ثم کلکتوی کی ایک تحریر سے ایسا لگتا ہے کہ حضرت شاہ عبد السلام یہاں بھی دو بار تشریف لے گئے۔ یہاں بھی آپ کی حیثیت وہی تھی، جو پٹنہ میں تھی۔ پٹنہ سے حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی پہنچ چکے تھے۔ جو تمام انتظامات میں حصہ لے رہے تھے۔ اسی دوران شاہ عبد السلام کی بھی تشریف آوری ہوئی۔ حضرت الحاج مولانا لعل محمد خاں علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اسی عرصہ میں فاضل علام جناب مولانا مولوی محمد عبد السلام جبل پوری بھی تشریف لائے۔ اسی عبد الغفور نے جناب قاضی صاحب موصوف سے کہا کہ حامیِ سنت ماحیِ بدعت، جناب حاجی سیٹھ عارف قاسم صاحب رئیس اعظم کلکتہ، ایک واعظ عالم اہل سنت کے خواہش مند ہیں۔ فاضل جبل پوری کو بلوایا اور اپنا ارادہ ظاہر فرمایا۔ فاضل جبل پوری نے بروز جمعہ مسجد ناخدا و دیگر مقامات میں رد ندوہ کیا۔ اس کے مکائد کو اچھی طرح کھولا، دینی و دنیوی مضرت کو قوم کے سامنے پیش کیا۔ عوام کو اس کی شرکت سے ممانعت کی۔ خاص کر حضرات اہل سنت کو اس کی موافقت و مجالست سے باز رکھا۔ ان کو اخروی و دنیوی نقصان سے بچایا۔ اعلائے کلمۃ اللہ فرمایا۔ امر حق کا انکشاف کیا۔ عبد الغفور بھی بطمع زر شریک رہ کر برابر رد ندوہ کرتا رہا۔ اس کے خبث باطنی ابلہ فریبی سے اطلاع دیتا رہا۔ اکثر علمائے ورؤسائے کلکتہ سے ندوہ مخذولہ کی ضلالت و بطالت پر دستخط لے گئے اور بتوفیق اللہ تعالیٰ مجلس اہل سنت قائم ہوگئی۔'' (روداد اجلاس کلکتہ، دربار سراپا رحمت، ۱۳۱۹ھ، مطبع حنفیہ پٹنہ، ص:۳)

خطاب کی دھوم

وہ دل، جسے درد مند کہا جاتا ہے۔ وہی دل اللہ تعالیٰ نے شاہ عبد السلام کو عطا کیا تھا۔ جو دین کی تڑپ میں تڑپتا تھا اور ملت کی حمایت میں پر سوز جذبات کا مظاہرہ کرتا تھا۔ پٹنہ کی طرح اس سفر کلکتہ میں بھی حضرت مولانا قاری محمد بشیر الدین ساتھ ساتھ تھے۔ وہ مقامات

ومساجد، جہاں علماء اہل سنت کے خطابات ہوئے۔ مذاکرے اور مناظرے کی محفلیں برپا ہوئیں، یہ ہیں:

مسجد ناخداز کریا اسٹریٹ۔ اس مسجد میں شاہ عبد السلام کا خطاب ہوا جواو پر گزرا۔ مسجد ٹیپو سلطان دھرم تلہ لین۔ اس مسجد کے مہتمم اور امام حضرت مولانا حافظ محمد نصیر الدین علیہ الرحمہ بذات خود اصلاح ندوہ یا ردندوہ میں سرگرمی سے پیش پیش تھے۔ فوجداری بالا خانہ کا دوسرا منزلہ لور چیت پور روڈ نمبر ۱۳ ر تمام سرگرمیوں کے لیے مخصوص تھا۔ ہر رات یہاں مجمع کثیر ہوتا تھا اور علمائے کرام کے بیانات ہوتے تھے۔ فوجداری بالا خانہ کو گویا مرکزی مقام حاصل تھا۔ مسجد چولیا مچھوا بازار ا اسٹریٹ میں ۲۱ ر شعبان کو بعد نماز ظہر زبردست اجتماع ہوا، اور علمائے اہل سنت اصلاح ندوہ کی بھرپور کوششیں کیں، چولیا مسجد کے امام وخطیب حضرت مولانا حافظ سید محمد غوث متولی شبانہ یوم ایک کر کے اس کا ایک ثواب میں حصہ لے رہے تھے۔

اہل حق کی گونج

مذکورہ اماکن ومقامات کے علاوہ مختلف مساجد ومدارس میں یہ خیر خواہانہ کوششیں جاری تھیں۔ خوشگوار حیرت کی بات یہ ہے کہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے اساتذہ وارکان اہل حق کے ہمراہ تھے اور علماء اہل حق کے ہمرکاب ومیزبان تھے۔ جس دن اہل حق کا افتتاحی اجلاس ہوا۔ اس کی حرارت شمس العلماء حضرت مولانا ولایت حسین استاذ دوم مدرسہ عالیہ نے فرمائی۔ سچائی یہ ہے کہ کاملان اسلام، شیران سنیت کی گرج سے کلکتہ کی فضا گونج رہی تھی۔ اہل حق کی انفاس گرم نے وہاں کے ماحول کو گرما دیا تھا اور ندوہ کے ناک تلے پسینہ آچکا تھا۔ پوری تفصیل دیکھنی ہو، تو روداد جلسہ اہل سنت کلکتہ، دربار سراپا رحمت، مطبوعہ پٹنہ دیکھیے۔

مجلس مناظرہ

ارکان ندوہ سے مناظرہ ومباحثہ کے لیے علمائے اہل سنت نے مجلس مناظرہ تشکیل دی تھی۔ اس کے خاص ارکان یہ تھے:

☆ حافظ صحیح البخاری حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبد الصمد صاحب سہسوانی صدر مجلس اہل سنت

☆ محدث عصر حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی پیلی بھیتی
☆ عید الاسلام حضرت مولانا مولوی حافظ محمد عبد السلام صاحب جبل پوری
☆ حضرت مولانا مولوی حافظ قاضی محمد عبد الوحید صاحب فردوسی رئیس اعظم پٹنہ
☆ حضرت مولانا مولوی حکیم مومن سجاد صاحب کانپوری

اب آپ تبعین تاریخ ومقام مناظرہ مع اظہار اسمائے گرامی مناظرین ندوہ اندر مدت دس روز کے ندوے کی طرف سے باضابطہ بذریعۂ اشتہار اطلاع دین درصورت تسلیم مفاسد کل ندوہ کی تسلیم سمجھی جائے گی۔

حضرات ناظرین باتمکین اشتہار ہذا کے جواب میں ندوہ کی طرف سے بھی اشاعت اشتہار کا دس روز تک انتظار فرمائیں۔ درصورت انکار یا سکوت از جواب بعد گزر جانے، میعاد دس یوم کی ندوہ کی عجز اور مغلوبیت اور طائفہ ندویہ کا منہ چھپانا دامن کشاں ہونا تصور فرمالیں۔ وماعلینا الا البلاغ۔ (روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ھ، ص: ۱۷۷)

شہر گلستان بنگلور

ندوہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ ہر سال کہیں نہ کہیں کسی بڑے شہر میں وہ اپنا پروگرام کرتا تھا۔ ریزرویشن پاس کراتا تھا۔ سادہ لوح عوام اور دولت مند طبقہ کو اپنا ہمنوا بناتا تھا۔ اس سال یعنی ۱۳۲۲ھ میں شہر بنگلور کا انتخاب کیا۔ یہ انتخاب ہوتے ہی اور ارکان ندوہ کے پہنچتے ہی شہر میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی۔ آئے دن حق اور ناحق کے طرفداروں میں تو تو میں ہو رہی تھی۔ شہر کا بیدار اور باحس طبقہ ندوہ سے بیزاری ونفرت کا اظہار کر رہا تھا۔ اس بیدار ودیندار طبقہ کے سرگروہ تھے حضرت علامہ قاضی سر سید محمد عبد القدوس معسکر بنگلور اور ان کے نامور باا ثر صاحبزادے حضرت علامہ سید شاہ محمد عبد الغفار علیہما الرحمہ۔ پہلے ایک تاریخی مکتوب ملاحظہ کیجیے۔ جس سے اس شہر کے اس وقت کے ماحول کا اندازہ ہوگا۔

مکتوب بنگلور

یہ مکتوب گرامی حضرت علامہ سید محمد عبد الغفار بنگلوری کا ہے۔ جو حضرت قاضی محمد عبد

الوحید فردوسی عظیم آبادی کو لکھا گیا ہے۔ لیجیے، مکتوب بنگلور ملاحظہ کیجیے:

مولانا القاضی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میری اور میرے والد ماجد قبلہ مولانا قاضی سید شاہ عبد القدوس صاحب مدظلہ کی جانب سے تحیۂ مسنونہ پذیر ہو۔ صحیفۂ گرامی صادر ہو کر دل باغ باغ ہو گیا۔ خدا آپ کو اور ہمت واستقامت دے۔ فقیر کے مدرسے میں بھی شش ماہی امتحان اسی رجب میں ہونے والا ہے۔ تاریخیں لڑ گئی ہیں اور لہٰذا مجبور ہوں ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ والد صاحب بھی معذرت کرتے ہیں اور دل وجان سے مساعیِ جمیلہ کا آپ کے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند۔ ندوۂ مطرودہ کو خدا ذلیل فرمائے۔ آمین والسلام۔

خادم الطلبہ سید محمد عبد الغفار شاہ

مدرس اول مدرسۂ جامع العلوم بنگلور

(روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ھ، ص: ۱۵۰ تا ۱۵۱)

بنگلور میں جبل پور

جن تاریخوں میں جلسہ ندوہ وہاں ہونے والا تھا۔ ان تاریخوں سے ایک ہفتہ قبل جبل پور کے جبل شامخ شاہ عبد السلام بنگلور پہنچ گئے اور اہل سنت کے دین وایمان کی حفاظت کے لیے دن رات ایک کر دیا، دن رات تقریر فرمائی، صبح وشام فہمائش کی، غلط فہمیوں کا ازالہ کیا، غلط اڑائی باتوں کا تعاقب کیا، باطل عقائد کا رد کیا، یہ مجاہدانہ مساعی چالیس دن تک جاری رہیں۔ ایک چلہ پورا ہو گیا، مطلع صاف ہو گیا، اہل سنت خوش ہو گئے۔ خوش عقیدوں کا پلہ بھاری تھا۔ بدعقیدوں کا پتا پانی تھا۔ جب اس عظیم فتح وکامرانی کے بعد شاہ عبد السلام جبل پور روانہ ہونے لگے، تو اہل بنگلور نے جم کر استقبالیہ دیا۔ سپاس نامہ پیش کیا۔ یہ سپاس نامہ بنگلور کے عظیم شاعر سید عبد الحکیم صاحب کا نظم کردہ ہے:

سپاس نامہ منظوم

از: سید عبدالحکیم، بنگلور جنوب ہند

۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء

نوٹ: اس کی قلمی کاپی فقیر خاکسار غلام جابر کے ذخیرۂ مخطوطات میں موجود ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے فاضل، مرحبا جادو بیانی پر تری
حبذا، طرز جدید وعظ خوانی پر تری
واہ وا! ایسی طبیعت کی روانی پر تری
آفریں، اس نکتہ رانی، نکتہ دانی پر تری

شمع ہے تو عالموں کی انجمن کے واسطے
فکر تیرا دام ہے، مرغ سخن کے واسطے
بلبل ہندوستاں تو، ہند ہے گلشن ترا
پُر ہے نُو گلہائے مضموں سے سدا دامن ترا

جس کا دانہ دانہ خرمن ہے، وہ ہے خرم ترا
دو دسروں کے سَو تصنع، ایک سادہ پَن ترا
نقش تصویر معانی کے لیے مانی ہے تو
ہند کے خطہ میں عالم، ایک لاثانی ہے تو

تیرے باغ علم کے عالم، ہیں تیرے باغباں
معجزہ کہتے ہیں جس کو، ہے ترا طرز بیاں
چشمۂ کوثر میں ہے، دھوئی ہوئی تیری زباں
جو ادا تجھ میں نکلتی ہے، وہ اوروں میں کہاں؟

از ہمہ خوباں، بہ رعنائی، یگانہ بودۂ
وزکمالِ خویش، در عالم، فسانہ بودۂ

سر بہ فکر وعظ جب تیری طبیعت ہوگئی
لطف قرباں ہوگیا، صدقے فصاحت ہوگئی

تیرے طوفانِ بیاں سے ایسی حالت ہوگئی
سطر مسطر موجۂ بحرِ بلاغت ہوگئی

یہ کہیں روح القدس کی کارفرمائی نہ ہو
وعظ کے پردہ میں اعجازِ مسیحائی نہ ہو

کی ہے خالق نے عطا چشم حقائق وہ تجھے
ہو دلِ پُردرد جس میں، وہ دیا پہلو تجھے

حق نما تجھ کو بنایا حق نے اور حق گو تجھے
نیک فطرت اک جہاں کہتا ہے اور خوش خو تجھے

معدنِ تحقیق ہے تو مولوی عبد السلام
کاشفِ تدقیق ہے تو مولوی عبد السلام

(اکرام امام احمد رضا، طبع بمبئی، ۱۹۹۸ء، ص:۲۶)

روداد بنگلور

یہ روداد خود روداد نویس کے زبان قلم سے سماعت فرمایئے۔ شاہ عبدالسلام علیہ الرحمہ امام احمد رضا قدس سرہ کو لکھتے ہیں:

از جبل پور

ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ

بحضور پرنور اعلیٰ حضرت آقاء نعمت، سلطان المحققین، برہان المدققین سید العلماء المتجرین، سند الفضلاء المتصدرین، فخر کملاء الرخین خیر اللھتہ باھر ۃ السابقین، تاج المفسرین، سراج الفقہاء والمحدثین، حجۃ الخلف، بقیۃ السلف، بحر العلوم، کاشف اسرار المکتوم

شیخ الاسلام، ملک العلماء الاعلام، العلامۃ الاجل الانجل الاکمل، حلال عقدۃ لاینحل، مؤید الملۃ الطاہرۃ مجدد مائۃ الحاضرۃ، مقتدائے اہل سنت، قبلہ وکعبہ سیدی وسندی وملاذی ومرشدی وکنزی وذخری لیومی وغدی، مولانا مولوی محمد احمد رضا خان صاحب (دامت برکاتہم العالیہ)

پس از آداب وتسلیمات نیاز ساتھ معروض خدمت فیض درجت ایں کہ: یہ حضور کا غلام بنگلور میں بحفظ وحمایت ربانی ایک چلہ کامل رہا اور بحمد اللہ تعالیٰ صدقہ حضور پرنور دامت برکاتہم العالیہ کا وہاں سے مظفر ومنصور فتح یاب، فائز المرام شادکام، بامن وامان، عافیت تام بمبئی ہوتا ہوا، وطن پہنچا اور سب کو بفضلہ تعالیٰ سب طرح مع الخیر پایا۔

یہ سگ بارگاہ خاکپا و حضور پرنور جس امر دینی ومہم مذہبی کی انجام دہی کے غرض سے جماعت حضرات زمین اہل سنت بنگلور کا مطلوب ہوکر حسب ارشاد فیض بنیاد سامی وحکم وفرمان واجب الاذعان گرامی آں حضرت اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ وہاں حاضر ہوا تھا۔ بعون اللہ العزیز المتعال بیامن برکات وممامس توجہات، وتلطفات قدسیہ حضور اطہر دام ظلہم الانور وہ مقدس کام نہایت خیر وخوبی خوش اسلوبی کے ساتھ حسن انجام پایا۔

بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت منصورین کا بول بالا اہل بدعت مخذولین کا منہ کالا ہوا۔ طائفہ زائفہ ضالہ دجالین ندوہ مخذولہ کا دام مکروفریب ٹوٹ گیا۔ ان کی کیادی ومکاری، بدمذہبی وخبث انتظاری طشت از بام ہوگئی۔ ان کے مکائد وضلالات ندوہ مردودہ کے مفاسد وشناعات کا لفافہ کھل گیا۔ ان کے خیالات باطلہ واوہام فاسدہ واقوال کاسدہ وعقائد خبثیہ کا خوب خوب قلع قمع ورد وابطال کیا گیا۔ شروع شروع جب یہ خادم وارد بنگلور ہوا۔ معلوم ہوا، بہت سے عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اپنی سادہ لوحی وناواقفی وبے خبری کے ان اشرار کے اثر شر مصاحبت ومجالست تذبذب میں پڑ گئے تھے اور کچھ ان کے دام تزویری میں پھنس کر گمراہ بھی ہو گئے تھے۔ آؤ بھگت بھی وکلاء ندوہ کی خوب ہوتی ہے اور روز بروز ترقی پذیر ہے۔ جگہ جگہ ان کے وعظ کا بازار بھی خوب گرم ہے۔ مجلسیں زور کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ وہ اشقیا نامراد............

جب کہ ذات بابرکات قدسی صفات جناب مفتخر سیادت مآب مکرم الکرام، فخر علماء عظام، قطب بنگلور، حضرت مولانا مولوی سید شاہ عبد القدوس صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ کے

جناب مظہر خسرو نما اس مقدس آستانے سے منکر ومخالفت سرتاب بد اعتقاد بتا رکھا تھا۔ ان بد باطنوں نے بنگلور میں وکلاء ندوہ کی آمد کو اپنے لیے بہت غنیمت، بلکہ نعمت غیر مترقبہ جانا اور اپنے ہم جنس اشرار کا نابکار ندویہ کے ساتھ شیر وشکر ہو کر بارے خوشی کے جامہ پھولے نہ سماتے تھے اور اول ان ناپاکوں کی محبت وخدمت وغلامی، چاپلوسی میں فنا، ان کے ساتھ اور امداد واعانت میں بھی خوب سرگرم تھے۔

یہ خادم کمترین بنگلور پہنچ کر جب ان باتوں پر مطلع ہوا، صدقہ حضور اقدس کا دوسرے ہی دن سے بعون اللہ تعالیٰ ہر روز چند دنوں تک اپنی مجالس ومحافل میں بہ دوران بیان وتقریر اپنے اول اہل ضلال کے ان کے اقوال خبیثہ مردودہ کا رد وابطال نہایت زور سے سد باب ومجامع عامہ میں تصریح وبسط وتفصیل کے ساتھ بدلائل حجت قویہ وحجج ساطعہ وبراہین قاطعہ کرنا شروع کیا کہ ندوہ مطرودہ کے وکلاء ضالین اپنی تقریر پرتزویر ووعظ وبیان، ضلالت بنیان میں علی الاعلان پکار کر کہا کرتے تھے اور معتمدین معتبرین ثقات کی زبانی یہاں معلوم ہوتے تھے۔ ان کے ہذیانات ولغویات وضلالات، اقوال شنعیہ، قبیحہ اور ثبوت حقانیت ندوہ کے متعلق جو کچھ مجمل دبی چھپی ومبہم باتیں خلاف مذہب وہ بیان کرتے اور بعض معتبرین حضرات اہل سنت ان سے سن کر یہاں خبر دیتے۔ اسی دن ہمارے بیانات میں نہایت توضیح وتصریح وبسط وتفصیل کے ساتھ بعنوان شائستہ ان باتوں کا قلعہ قمع کیا جاتا اور جس قول سے ان پر جو حکم شرعی لازم آتا، وہ لوگوں پر ظاہر کر دیا جاتا اور سارا ان کا ایر پھیر، اینچ پیچ سب کھول دیا جاتا۔

صدقہ حضور پرنور اقدس کا، اس کا ایسا کچھ اثر پڑا کہ مجلسیں ان کی کمزوری ہوگئیں۔ ان کی جماعت میں تفرقہ پڑ گیا۔ درہمی وبرہمی ہوگئی۔ ان کا رسوخ وثوق دلوں سے دور ہونے لگا۔ حتیٰ کہ بعض غیر مقلدین ووہابیہ بھی ان سے مخالف ہوگئے۔

فقیر عبد السلام قادری

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ، قلمی، ص: ۲۶/۲۵ وخطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، مرتبہ غلام جابر شمس مصباحی، مطبوعہ ممبئی۔ ص: ۱۵۸ تا ۱۶۰)

دھوراجی میں مسیحائی

شاہ عبدالسلام مسیح اہل سنت تھے۔ جہاں ضرورت ہوتی، مسیحائی فرماتے تھے۔ سیٹھ محمد یلیین مرحوم کا مژدۂ جاں فزا سنیے:

''ہمارے ملک کاٹھیاواڑ میں بسبب جہل و بے علمی کے بدعت وضلالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور دن بدن ترقی پذیر تھی یعنی بسبب نہ ہونے علم وعلماء اہل سنت کے یہاں کے خواص وعوام اہل اسلام کے عقاید واعمال بہت بگڑے ہوئے اور اہل سنت والجماعت کے بالکل برخلاف تھے۔ اصول وفروع عقاید واعمال میں یہاں کے باشندوں کے سخت تخالف وتباین تھا۔ بعض لوگ صراط مستقیم کو چھوڑ کر تشیع ورافضیت کی طرف مائل تھے اور بعض لوگ دہریت ونیچریت کی طرف راجع۔ غرض ابتداع والحاد کو زور تھا اور مبتدعین واہل بدع وضلال کا شور۔ ہر شخص اپنی خواہش نفسانی کا متبع و پابند تھا۔ یہاں کے کٹ ملاؤں نے بیچارے عوام کالانعام کے اضلال واغوا میں کوئی دقیقہ اُٹھا نا نہ رکھا تھا۔

کہ بحمد اللہ تعالیٰ دراں والا ہمارے مخدوم ومکرم علامہ محقق ومدقق جناب مولانا حافظ مولوی محمد عبدالسلام صاحب حنفی جبل پوری مدظلہ جو اکابر علمائے اہل سنت والجماعت سے ہیں بعض معززین شہر ہذا کی طرف سے مدعو ومطلوب ہو کر رونق افروز کاٹھیاواڑ ہوئے اور اپنی سحر بیانی اور مواعظ پند ہائے پُر اثر سے بدعات وضلالات کا مولانا ممدوح نے خوب قلع قمع فرمایا اور دھوراجی کے اکثر مبتدعین وبدمذہبوں کو سچا پکا مسلمان بنایا اللہ ان کو استقامت عطا فرمادے۔ آمین۔

الراقم

خاکسار غلامان غلام خادم اہل سنت سوداگر سیٹھ محمد یلیین

صاحب زادمجدہ متوطن شہر دھوراجی فی الحال مقیم بمبئی

(ماہنامہ تحفہ حنفیہ، پٹنہ شمارہ رجب ۱۳۱۶ھ ص: ۴۰)

درِ مکنون

تیرہویں صدی ہجری میں ایک سے ایک بطل جلیل تھے، رجل عظیم تھے۔ جن کی

شوکتِ علم سے زمانہ روشن تھا، اپنے شاد تھے، بامراد تھے۔ بیگانے ناشاد تھے، نامراد تھے۔ وہ درمکنون تھے، کنزِ مخفی تھے، لعل بدخشاں تھے، حقائق پوشیدہ ہیں۔ صداقت گرد آلود نہیں، تو جمود کے ہاتھوں ضرور دفن ہے۔ یہ دفینہ اور خزینہ سامنے آنا چاہیے۔ تاکہ دنیا دیکھے کہ زمانہ کی نیرنگیاں اور بوالعجبیاں کیسی کیسی ہیں۔ سید شاہ سلیمان اشرف رئیس المتکلمین تھے۔ جو شاہ عبد السلام کے ہمعصر تھے، ہم فکر اور رفیق کار تھے۔ اس درمکنون کی یہاں ہم رونمائی چاہتے ہیں۔ جملہ معترضہ کہیے یا مضمون خلط مبحث سمجھیے ذرا اس درمکنون کی چمک دمک تو دیکھیے۔ جو حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی کے اثر خامہ کی یادگار ہے:

تبصرہ از قاضی

تلخیص وعظ مولوی حافظ سید شاہ محمد سلیمان اشرف صاحب واعظ حنفی قادری چشتی بہاری میردادی سلمہ المولیٰ القوی۔

اولاً آپ نے خوش الحانی سے آیۂ کریمہ: یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ تلاوت کی اور شان نزول بیان کر کے ضروریات دین کا اقرار و تسلیم ضروری ثابت کیا۔ مجرد تفوہ بکلمۂ شہادت وبجود الی القبلہ کی بیجا آڑ جو ندویوں نے پکڑی ہے اس کی خوب دھجیاں اڑائیں۔ ضرورت زمانہ و مصلحت وقت کا بطلان اظہر من الشمس طور پر مبرہن کیا۔ عالم اہل سنت مجدد مأۃ حاضرہ فاضل علامہ مولانا احمد رضا خان صاحب حنفی قادری بریلوی قبلہ مدظلہ العالی اور ناظم ندوہ ہداہ اللہ کے مابین قبل اشاعت رسائل من جانب علمائے اہل سنت جو مراسلات مہینوں تک ہوئے تھے اور ناظم صاحب اس شیر سنت کے حملوں کی تاب مقاومت نہ لا کر تقیہ کا اقرار کر بیٹھے تھے اس واقعے کی پوری تفصیل بیان کر کے ندوی کے مفاسد اور اس کے مکائد بہت عمدہ پیرایہ میں بیان کیے جس سے ندوی کے ناحق اور مجلس اہل سنت بریلی و پٹنہ کے برحق ہونے پر کسی کو شبہ نہ رہا۔

فالحمد للہ تعالیٰ مذہب اہل سنت کی حقیقت و افضلیت اور دیگر مذاہب باطلہ مثل رفض و شیعیت و تفضیلیت و خروج و اعتزال و توہب و غیر مقلدیت و نیچریت و ندویت وغیرہا کی بطالت و جہالت کو ادلۂ اربعہ شرعیہ قرآن و حدیث و اجماع امت و قیاس مجتہد سے خوب ثابت

کیا۔ ایام جلسہ میں بنام خاکسار یہ خط آیا۔ (روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ۱۳۱۸ھ، ص:۱۴۱)

مکتوب فرمائش

مکتوب بنام حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ، مکتوب نگار لکھتا ہے:

''جناب فیض مآب مقیم السنہ قامع البدعہ مولانا قاضی محمد عبدالوحید صاحب قبل اللہ سعیہ، السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم من اہل السنہ۔

آنجناب کو حق جل جلالہ وعم نوالہ بتصدق حضرت نبی مکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم دونوں جہاں میں جزاے نیک عطا فرمائے اور آپ کی سعی اور کوشش جو کہ محض خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ ہوئی ہے دفتر قبول میں درج وثبت فرمائے۔ اس اوان سراپا فتن اقتران کو پروردگار عالم نے بطفیل حضرت سید ابرار آپ کے ہاتھوں سے خیر اقتران بنا دیا۔ ہم لوگ غربائے اہل سنت والجماعت کو کہ غرق دریائے ضلالت ونجاست تھی آپ نے اس سے نکال کر آب طاہر ہدایت سے مطہر فرمایا۔ آپ کا و نیز علمائے اہل سنت کا شکریہ ادا کرنا بالکل محال ہی محال ہے۔ مع ہذا ترقی مدارج دینی و دنیاوی کے لیے دست بدعا رہتا ہوں آفریدگار مطلق رب الفلق قبول فرمائے آمین۔

اس وقت چونکہ عورات محلہ کا زیادہ اصرار ہوا کہ ہم عصیان شعار بھی ذکر فضائل نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے سرفراز ہوں، اس لیے فقیر نے اپنے غریب خانے میں تقریب جلسۂ میلاد شریف کی ہے۔ ملتجی کہ آپ براہ اخلاق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب مولانا مولوی سلیمان اشرف صاحب بہاری سے فرما دیجیے کہ آج بعد مغرب تشریف شریف ارزانی فرما کر حالات میلاد شریف ومناقب حضرات خلفائے راشدین واہل بیت طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بیان فرما کر ہم غربائے اہل سنت والجماعت کو محظوظ ومسرور فرمائیں۔

والسلام، خادم شیخ محمد جان شیشہ گر، میدان فصاحت پٹنہ، ۱۱ر رجب المرجب روز دوشنبہ

(روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ، ص:۴۱ تا ۴۲)

قاضی کی رپورٹ

حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ رپورٹ درج کرتے ہیں:

''حسب تجاویز علماے اہل سنت مولانا سلیمان اشرف صاحب وعظ کے واسطے بھیجے گئے۔ چنانچہ ان لوگوں کی استدعا کی موافق ہمارے فاضل لائق شیریں بیان نے فضائل ومناقب بیان فرما کر عورتوں کو نماز، روزہ واطاعت شوہر کی تاکید کی اور ضال ومضل ہونا ندویہ کا دلائل قویہ سے ثابت کیا۔ جلسۂ ندوہ کی شرکت اور درمے قدمے سخنے کسی طور پر اس کی اعانت کرنے کو فتاواے علماے کرام ومفتیان عظام حرمین شریفین سے حرام فی الشرع اور گمراہی کا سبب بتایا۔

پھر آخر جلسہ کے روز آپ ہی کا بیان تھا اس دن بھی آپ نے رد بدعت، حمایت سنت اور مدح مجلس اہل سنت میں پر زور تقریر فرمائی۔ مثنوی شریف مولاناے روم رحمۃ اللہ علیہ کے چیدہ چیدہ اشعار تو آپ اس طرح کی خوش الحانی کے ساتھ جا بجا پڑھتے گئے کہ محویت کی کیفیت طاری اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اس بیان کے شاید دو ایک روز پیشتر اہل سنت بانکی پور واقع پٹنہ کی طلب پر مولاناے ممدوح وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اس مجلس میں بھی ندوے کو دشمن اسلام ومخرب مذہب اہل سنت ثابت کر کے عوام کو دام ندوہ سے بچایا تھا۔ اجماع علمائے کرام اہل سنت سے مذہب اہل سنت کا حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی میں منحصر ہونے اور ائمۂ اربعۂ اہل سنت کی تقلید شخصی کے وجوب کو ضروری ولازمی بتایا۔ ندوی کی ضلالات پر حرمین شریفین کے علما کا فتویٰ آنا اور حسب ارشاد حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 'کلھم فی النار الا واحدۃ' فقط مذہب سنت واہل سنت کا ناجی ورشد وہدایت پر ہونا اور فرق ضالہ ومذاہب باطلہ کا کلاب اہل النار اور ضال ومضل ہونا بھی ظاہر کیا۔ ندوے کے نفاقی اتفاق کی شناعت اور دار العلوم ندوہ میں پانچ سو علما کے شریک ہونے کا سبز باغ جو ندویوں، گمراہوں نے دکھایا تھا، ان کی اس غلط بیانی اور فریب دہی کی قلعی انہیں کی کتابوں سے صاف طور پر کھولی۔ فتاویٰ السنہ اور فتاویٰ الحرمین سے اس بات کو ظاہر فرمایا کہ صرف دو ہی نہیں بلکہ صدہا علمائے کرام نے ندوے سے مخالفت کی۔ حتیٰ کہ بعض مشاہیر علما ومشائخ نے جو پہلے اراکین اعجازی اور اراکین قسم اول سے تھے، ندوے سے تنفر کلی اختیار کیا۔ جیسے:

۱: مولنا شاہ التفات احمد صاحب زیب سجادہ ردولی شریف

۲: مولانا شاہ امین احمد صاحب زیب سجادہ بہار شریف
۳: مولانا سید شاہ محمد اکبر صاحب زیب سجادہ دانا پور
۴: مولانا شاہ بدر الدین صاحب زیب سجادہ پھلواری شریف
۵: مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی
۶: مولانا شاہ محمد نعیم لکھنوی
۷: مولانا شاہ محمد عبد الوہاب صاحب لکھنوی
۸: مولانا شاہ ابو سعید صاحب فتح پوری خلیفہ حضرت مولانا زبدۃ العارفین شاہ فضل رحمٰن قدس سرہ
۹: مولانا سید شاہ عبد القدوس صاحب بنگلوری
۱۰: محدث عصر مولانا وصی احمد محدث سورتی
۱۱: مجاہد اہل سنت مولانا عبد السلام صاحب جبل پوری
۱۲: شیر بیشۂ اہل سنت مولانا نظیر احمد خان صاحب، احمد آبادی وغیر ہم

اور ندویوں نے جو عام اہل سنت کو قید مذہب اہل سنت بلکہ نفس دین وملت کے ترک کی ہدایت کی ہے اور اپیر نیچر علی گڑھی علیہ ماعلیہ کی فضلہ خواری میں تحریف کلام الٰہی وحدیث رسالت پناہی کی ترغیب دی ہے۔

ان خیالات مردودہ کی بطالت کو قرآن وحدیث سے ہویدا وآشکارا کیا اور اس فتنہ ندوہ کو نمونۂ فتنہ دجال لعین فرمایا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پوری تعمیل کی۔ نیز دیگر بدعات مروج زمانہ سے لوگوں کو کامل طور پر متنبہ فرمایا۔ ارکان اسلام کے بجا آوری کی ترغیب دی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا وایدہ فی اشاعۃ سنۃ خیر الوریٰ علیہ التحیۃ والثناء والہ واصحابہ ارباب الوفا والصفا۔

آخر روز جلسہ میں حضرت صدر المتحنین استاذ المدسین بقیۃ السلف حجۃ الخلف امام معقول حاوی فروع واصول مولانا بالفضل اولانا مولوی محمد ہدایۃ اللہ خانصاحب علامہ جونپوری قبلہ مدظلہ العالی نے طلبۂ مدرسۂ اہل سنت کا امتحان لیا اور حسب ارشاد آپ کے دیگر علما، مثلاً مولانا عبد الرحمٰن صاحب، مولوی ابو البقا صاحب وغیرہما نے بھی طلبہ سے سوالات کیے اور بحمد اللہ تعالیٰ طلبہ نے عمدہ جواب دیے۔ پھر مدرسوں کی محنت وجانفشانی کی داد دی۔

طلبہ کی عرق ریزی کی بھی تعریف کی اور ان کی دلجوئی فرمائی اور مہتمم مدرسہ کو باضابطہ نصاب تیار کرنے کی ہدایت ہوئی اور عمدہ نتیجۂ امتحان ہونے کی مبارک باد دی اور آئندہ کی ترقی کی دعا فرمائی۔ (روداد اجلاس اہل سنت، پٹنہ ص:۱۴۲ تا ۱۴۵)

مدراس میں ندوہ

مدراس میں ندوۃ العلماء کا اجلاس منعقد ہوا، تو اراکین ندوہ کو کیسی ناکامی اور ذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ شمس الاخبار مدراس کی ذرا یہ رپورٹ پڑھیے:

شمس الاخبار

عزیزی کہ از درہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

معزز گرامی قدر ہمعصر شمس الاخبار مدراس رقم طراز ہے کہ یقینی طور پر معلوم ہوا کہ ندوے کے نائبان جو وارد مدراس ہوئے ہیں، انہوں نے حضور پرنس (شہزادہ) آف ارکاٹ سے درخواست کی کہ مسجد والا جاہی مدراس اور دارالامارۃ امیر محل میں ندوے کی تائید پر وعظ کرنے کی اجازت دی جائے۔ حضور پرنس (شہزادہ صاحب) نے اس کے جواب میں تحریر کیا کہ ہندوستان کے اکثر علما ندوے کے خلاف میں ہیں۔ اس لیے اس درخواست کا قبول کیا جانا ناممکن ہے۔ فقط والحمد للہ رب العلمین۔ (ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، شعبان ۱۳۲۱ھ، ص:۴۵)

نامی نامۂ والا حضرت عظیم البرکۃ ماحی بدعت حامی سنت صاحبزادۂ بارگاہ عالم پناہ قادریت فاضل کامل عالی جناب مولانا مولوی سید شاہ محمد عبدالغفار صاحب حسنی حسینی قادری اعلیٰ مدرس مدرسۂ عربیہ جامع العلوم واقع مسجد جامع بنگلور ملک میسور دامت برکاتہم یوم النشور بنام نامی اعلیٰ حضرت عالم اہل سنت دام ظلہم العالی درباب ندوۂ مدراس۔

مکتوب سید شاہ عبدالغفار

شمس الاخبار کی مجمل رپورٹ کی تفصیل درج مکتوب میں ہے۔ مکتوب نگار ہیں

حضرت علامہ سید شاہ محمد عبد الغفار معسکر بنگلور علیہ الرحمہ، یہ خط امام احمد رضا کو لکھا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول جامع شریعت وطریقت واقف حقیقت ومعرفت مخدومنا حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب حنفی قادری قبلہ مدظلہ العالی۔

پس از ابراز سلام سنت الاسلام واظہار آداب وتسلیمات اینکہ یہاں بندہ مع والد ماجد قبلہ بفضلہ وحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم وبتصدق نعلین پاک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخیر رہ کر آپ بزرگوں کی صحت مطلوب۔ آج کتب مرسلہ پہنچے۔ جس میں سولہ کتاب مع اشتہارات وچار اخبار روز افزوں تھے۔ الحمد للہ کل کتب بہت عمدہ اور مؤید اہل سنت ہیں۔ تمام اہل سنت کا کام آپ ایک ہی کرتے ہیں۔ یوں ہی کل حسنات کے مستحق ہیں۔ آپ نے ندوۂ مخذولہ کی ایسی خبر لی، باید وشاید۔ اب صرف ان کی حرکات مذبوحی ہیں۔ اللہ جلد ان کو خائب وخاسر کرے۔

اخبار روز افزوں میں اس کا ذکر بھی مندرج ہو کہ ۸؍شعبان جمعہ مسجد والا جاہی ارکاٹ واقع ترمل کھیڑی مدراس میں بعد نماز جمعہ بندے نے جو فتویٰ لکھا ہے، یعنی فتاوی علمائے بنگلور، علمائے مدراس کی جانب سے علانیہ پڑھا گیا اور پھر علمائے مدراس نے عموماً ندوے کی تردید کی اور اس مجلس میں کوئی اہل سنت شریک نہ ہونے کے لیے کہا گیا۔ حاضرین جو تین چار ہزار آدمی اہل سنت سے جمع تھے، سب نے ندوے پر لعنت وملامت کی اور نواب مدراس پرنس آف ارکاٹ سے کل مساجد اہل سنت میں ندوے کے نائبین کا وعظ کرنے کی ممانعت ہوگئی۔ غرۂ رجب میں جو جلسۂ علما کیا گیا، اس میں بندے کی تحریر کو سب نے پسند کیا۔

۱۴؍شعبان روز دوشنبہ تمام علمائے مدراس اہل سنت کا مجمع ہوا۔ اب زیر صدارت مولانا مفتی مولوی حاجی محمود صاحب اس میں ساٹھ علمائے مدراس ترمل کھیڑی وپٹنہ جمع تھے۔ جس میں حنفی وشافعی علما تمام تھے۔ تمام کا اتفاق ہوا کہ مولوی غلام احمد شملوی اور ملا عبد القیوم کی وعظیں درباب ندوہ انگریزی اسکولوں میں بطور انگریزی لکچر کے ہو رہی ہیں اور مساجد میں ان کا وعظ موقوف ہے۔ اس لیے کل مساجد اہل سنت میں ندوے کی تردیدات کرنا اور وقتاً فوقتاً اشتہارات تردید میں نکالنا اور بالفعل جو ندوے کی طرف سے مصالح ندوہ مطبوع ہوا ہے۔

اس میں جو باتیں خلاف اہل سنت ہیں ان کی تردید میں فتاوی علمائے مدراس نکالنا، مجھ کو علمائے مدراس سے یہ تمام کیفیت کا تین روز پیشتر خط آیا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

ظاہر ہو کہ علمائے مدراس کو مخالفین ندوہ کے ابتدائی اشتہارات و رسالۂ اتفاق وغیرہ نہیں ملے۔ اس لیے مجھ کو لکھے ہیں، میرے پاس وہ تمام تھے، دیکھا، تو گم ہیں۔ آپ کے پاس جہاں تک پرچے اور رسالۂ اتفاق وغیرہ جو زائد ہوں، ایک ایک بندے کو روانہ کریں، تا میں ان کو علمائے مدراس کے پیش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ ملا عبدالقیوم وعظ میں کہا کہ ہر گز رسالۂ اتفاق وغیرہ میں مخالف اہل سنت جو عبارات مندرج ہیں، ہرگز نہیں میں نے لکھا۔ اگر وہ عبارات ہوں، تو ملائے مذکور علانیہ توبہ کرتا ہوں کر کے اقرار کیا۔ عجب بلا ہے کہ جہاں یہ ندوی جاتے ہیں، وہاں مکر و فریب کرتے ہیں۔ شیاطین الانس یہی ہیں۔

الراقم خاکسار سید شاہ محمد عبدالغفار قادری سنی الحنفی

اعلیٰ مدرس مدرسۂ عربیہ جامع العلوم مین جامع مسجد معسکر بنگلور۔

مرقوم ۱۱؍شعبان دوشنبہ ۱۳۲۱ھ

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، شعبان ۱۳۲۱ھ، ص:۴۵)

مکتوب مدراس

یہ مکتوب حضرت علامہ محمد عبدالغفور علیہ الرحمہ مسجد والا جاہی مدراس نے لکھا۔ جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نام ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالغفار صاحب مسجد والا جاہی، مدراس

حامداً و مصلیاً و مسلماً

امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین حضرت مخدومنا مولانا مولوی حاجی احمد رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فضلہ۔

بعد تسلیم فدویت ترسیم معروض رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ یہ فقیر تاحین تحریر بخوب و صحت و عافیت آں جناب بدرگاہ علام الغیوب مدام مطلوب و مرغوب، مخدومنا بفضل خداوند کریم و بطفیل رسول رحیم و بدعائے آں مخدوم قدیم، ہم خادمان اہل سنت و جماعت

مدراس کو ندوہ مخذولہ پر خوب فتح ونصرت حاصل ہوئی۔
جناب مولوی عبدالاحد صاحب ندویوں کے دوسرے اجلاس کے روز تشریف لائے۔ فقیر اور دیگر علمائے اہل سنت و جماعت مدراس، جناب نواب صاحب مدراس سے اجازت وعظ کی منگوا کر اسی شب میں مسجد والا جاہی کے اندر وعظ کروائے۔ اندرون مسجد مولوی صاحب کا وعظ اور احاطہ مسجد میں ندویوں کا وعظ مقرر تھا۔ مولوی صاحب کے وعظ میں پانچ، سات ہزار سے زائد، ندویوں کے وعظ میں دو تین سو سے کم وہ بھی ندویان۔
اہل سنت و جماعت سے شاید بطور تماشا کوئی گیا، یا نہ گیا یوماً فیوماً مولوی صاحب کے وعظ میں ترقی اہل سنت و جماعت، ندویوں کے وعظ میں روز بروز قلت۔ کامل چار پانچ روز مسجد میں مولوی صاحب کا اور ندویوں کا وعظ ہوتا رہا۔ بعد میں ندویوں کا وعظ موقوف ہو گیا۔ فقیر اور دیگر احباب اور ایک روز زیادہ مسجد میں وعظ کروائے۔ تاکہ ہماری فتح ونصرت لوگوں پر ظاہر ہو۔ الحمد للہ مولوی غلام رسول صاحب، مولوی محمود صاحب، مولوی قاضی عبید اللہ صاحب، مولوی صاحب، مولوی نور اللہ حسن صاحب وغیرہم سلام مسنون فرمائیں۔
العبد الفقیر محمد عبد الغفور غفرلہ
(الف: تحفہ حنفیہ پٹنہ شمارہ ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ، ص: ۵۰۔
ب: خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، جلد دوم، ص: ۱۵۵، ۱۵۶)

ندوہ کا اصلی چہرہ

ندوہ کی تحریک جن مقاصد کو لے کر اٹھی تھی۔ بظاہر اس کا چہرہ بڑا خوش نما تھا۔ لیکن اصل حقیقت کیا تھی۔ اس سے کم ہی افراد واقف وآگاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو فراست مومنانہ کی دولت فراواں سے نوازا تھا۔ وہ اول روز ہی اس کی اصل حقیقت وکیفیت سے آگاہ ہو گئے تھے۔ دن گزرتے گئے، اس کا اصل چہرہ نمایاں ہوتا گیا۔ پورے ہندوستان میں اس کی تئیں اظہار نفرت وبرأت ہونے لگا۔ اس ضمن میں ہم یہاں ایک تاریخی تحریر نقل کرتے ہیں۔ جو 'ندوہ کی وہی عیاری' کے عنوان سے آج سے ایک سو چودہ سال پہلے چھپی تھی۔ علماء حیدرآباد کی یہ متفقہ مشترکہ تحریر ہے۔ جس پر بیس اجلہ علما ومشائخ کے دستخط ہیں۔

جس سے شاہ عبدالسلام کی مجاہدانہ کاوشوں کی اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ وہ تحریر یہ ہے، عنوان ہے 'ندوہ کی وہی عیاری' وہی عیاری سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اہل ندوہ ماضی میں بھی عیاری کرتے رہے ہیں۔ ندوہ کا حقیقی چہرہ اور اصلی روپ میری کتاب 'مطالعہ ندوہ' میں دیکھیے۔ سرِ دست علماء حیدرآباد کی تحریر پڑھیے۔ جس سے بنگلور، حیدرآباد اور مدراس کے علما و مشائخ کا عندیہ معلوم ہوتا ہے۔

ندوے کی وہی عیاری

''ندوۂ ضالہ نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا ہے کہ بغیر دین کے آڑ بنائے ہوئے مقصد اصلی یعنی حصول دنیائے دنی دشوار۔ اس کو دینی جلسہ کہے جاؤ اور خوب دنیا سمیٹا کرو۔ جب ندوی کہیں شیران سنت کے پنجے میں پھنس گئے، تو بہ ناچاری بعض مفاسد کو مان گئے اور بعض کے جواب وقبول کو اپنی رہائی کے خیال سے امروز فردا پر چھوڑ گئے۔ پھر ہفتے، مہینے، سال گزر جائیں مگر اس فردا کا پتا نہیں۔ غالباً اس فردا سے ان کی مراد فردای قیامت ہے۔ ندوے کو پے در پے ذلتوں کا سامنا ہوا۔ (تفصیلی حالت جلسہائے اہل سنت کی رودادوں سے معلوم ہوسکتی ہے)۔

لیکن اس نے اپنی کارروائیوں کو نہ چھوڑا امسال پھر اس کا جلسۂ سالانہ مدراس میں قرار پایا۔ اس نے حسب دستور قبل جلسہ وہاں کے لوگوں کو گانٹھنا چاہا۔ حامیان سنت کو جب خبر ملی، تو اس کی حقیقت کھولنا شروع کی۔ بہت سے حضرات کے ذہن نشین ہوگیا کہ ندوہ دین فروش ضلالت کوش ہے۔ اس کی اعانت، معصیت اس کی شرکت موجب وبال آخرت ہے۔ وہاں کے علمائے کرام ورؤسائے عظام نے عہد کرلیا کہ ہم ہرگز ایسی انجمن میں شریک نہ ہوں گے۔ مدراس کے معزز علما و مشائخ و امراء کی ندویہ یہ حالت دیکھ کر حیدرآباد پہنچے اور مجلس معین ندوہ قائم کرنے پر آمادہ ہوئے۔ جب وہاں کے سنیوں کو معلوم ہوا تو قاتل بدعت حامی سنت جناب مولانا مولوی حافظ حاجی واعظ سید شاہ محمد عمر صاحب حنبلی القادری نے اکثر علما و مشائخ کو جمع کر کے ایک جلسہ کیا اور ندویوں سے چند امور کی اصلاح چاہی۔ جن کو قلمبند کر کے ان کے پاس بھجوایا اور جناب حاجی حافظ قاری واعظ مولانا مولوی سید شاہ غلام غوث صاحب شطاری قادری سے بالمشافہ گفتگو ہوئی۔

اکثر امور کی اصلاح کو مان گئے اور بعض امور کے بارے میں فرمایا کہ ہم پھر جواب دیں گے۔ حضرات اہل سنت نے کئی رز تک انتظار کیا نہ اس تحریر کا جواب آیا نہ ان امور کے متعلق کچھ ارشاد فرمایا۔ بعد چند روز کے وہ تحریر طبع کرا کے شائع کی گئی۔ دفتر تحفہ میں بھی مکرمی جناب مولانا مولوی سید عبد الجبار صاحب قادری نے حیدآباد سے ارسال فرمائی جس کو مہتمم تحفہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً

ہر مسلمان ذی فہم اس کو خوب سمجھ سکتا ہے کہ دنیا و دین کی خوبی اور دارین کی ترقی اگر ہے تو صرف اسی میں ہے کہ آدمی احکام شریعت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیہ کو اپنا سچا رہنما اور اسلام کی ہمدردی کو اپنا خالص پیشوا قرار دے کہ یہی ایک ہوائے نفسانی سے بچنے کا طریقہ اور شعب شیطانی سے محفوظ رہ کر مقصود پر پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اسلام کے جزر ومد سے صاف یہی معلوم ہوگا کہ اس کی ترقی اور اس کی سرسبزی وشادابی اسی زمانے تک تھی جب تک مسلمان اپنے اصول مذہب پر قائم اور سچی محبت وخیر خواہی دین میں ساعی تھے اور جب سے وہ جوش وخروش اسلامی کم ہوتا گیا تنزل وادبار نے منہ دکھایا۔

ایسے تنزل کے زمانے میں ندوۃ العلماء سے زیادہ کیا چیز خوشی کی ہوتی۔ مگر مطالعۂ کتب ندوہ سے بعض مفاسد ایسے ظاہر ہوئے جن کی اصلاح بلحاظ مذہب اہل سنت وجماعت بہت ضروری تھی اس لیے ایک گروہ علمائے اہل سنت وجماعت نے اس کی طرف توجہ کی اور اراکین ندوہ سے اس کی اصلاح چاہی۔ متعدد رسالے لکھے یہاں تک کہ فتاویٰ الحرمین مرتب ہوا۔ علمائے مکہ معظمہ نے بھی یہی لکھا کہ بے شک ندوے میں مفاسد ہیں اور اصلاح کی ضرورت ہے۔ لیکن آج تک جس کو عرصہ دس سال کا ہوتا ہے کسی قسم کی اصلاح نہ ہوئی۔ چونکہ اس سال میں بھی جلسہ مدراس میں ہونے والا ہے اور اس کے بعض اراکین نے حیدرآباد میں مجلس معین ندوہ مقرر کر کے یہاں کے حضرات علما ومشائخین کو مدعو کیا تھا، ان حضرات نے بھی جو استدعائے اصلاح پیش کی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

حامداً ومصلیاً

استدعاے اصلاح ندوہ بخدمت اراکین ندوہ

اگر چہ ظاہر ہے کہ ندوۃ العلما کی بنا اور اس کے مقاصد کی رو سے اس کا تعلق جملہ مسلمانوں سے (خواہ کسی مذہب کے ہوں) ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مسودۂ مطبوعۂ دستورالعمل ندوہ دفعۂ ۵ سے تو یہ عموم اور بھی صاف طور پر مفہوم ہے۔ مگر الحمد للہ کہ ہمارے بعض علماے اہل سنت کی مصلحانہ رائے جو اس کے متعلق دی گئی، عجب نہیں کہ اس پر عمل کر کے یا خود ندوے نے کسی اور سبب سے یہ تخصیص ظاہر کر دی کہ (اس مجلس کے کارکن و اراکین تمام اہل سنت والجماعت ہیں) ملاحظہ ہو۔ کارروائی سال دوم ندوہ صفحہ ۲ سطر ۵ و ۶ یہ بھی ندوے کا مسلم مسئلہ ہے، جو متعدد تقاریر اور رودادوں میں شائع ہوا ہے کہ وہ کسی مذہبی خیال میں دست انداز نہ ہوگا اور نہ ایک نیا مذہب معجون مرکب کی طرح پیدا کرے گا۔ ملاحظہ ہو کارروائی مذکور الصدر صفحہ ۲ سطر ۴ و مقاصد ندوہ صفحہ ۲ مقصد دوم۔

اب ہم ان دو اصول کے ساتھ (جو ندوے کے بالکل مسلمہ ہیں) جب اس کے عمل پر غور کرتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ ندوے نے اپنی ٹھہرائی ہوئی حد سے قدم باہر رکھا ہے اور ہنوز ان اشخاص سے جدا نہیں ہوا جن سے جدا ہونا بتلایا ہے اور قطع نظر اور مذاہب کے خاص اہل سنت و جماعت کے مذہب پر نامناسب اثر ڈالا ہے اور دل شکن دست اندازیاں کی ہیں۔ چنانچہ یہ بھی ندوے کی عملی کارروائیاں ہیں جو مطبوع و شائع ہوئی ہیں اور ذیل میں بحوالۂ کتب ندوہ مع نشان صفحات لکھی جاتی ہیں:

(۱) **قولہم:** جو شخص بلا اکراہ اللہ کو ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کہتا ہے اس کی اہانت (معاذ اللہ) اللہ کے نام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہے۔ ملاحظہ ہو مضامین اربعہ صفحہ ۱۶۔

قولنا: یہ مذہب کے بالکل مخالف ہے، اس کے ابطال پر بہت سے احادیث و آثار و اقوال سلف اخیار (جو باوجود تصدیق خدائے تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ ضروریات دین کا اعتقاد ایمان کے لیے ضروری ہونا بتا رہے ہیں یا فرق اہل ہوا کے متعلق وعید شدید سنا رہے ہیں) کافی و وافی ہیں۔

(۲) **قولہم:** سنی شیعہ کا جملہ قطعی الثبوت میں عائد سے لے کر عملیات تک اتفاق پھر یہ

جھگڑا کیوں اور اس کا فیصلہ کیا۔ ضرور اور وہابیہ کا اختلاف سنیوں سے مثل اختلاف مذاہب اربعہ ہے اور پھر یہ کہ ان چاروں مذہب میں بھی بلحاظ عمل و اعتقاد اس قدر فرق ہے کہ غور کرو تو ہر ایک کے اعتقاد و عمل کے لحاظ سے دوسرے پر ایسا سخت حکم نکلے گا کہ چاروں گروہوں میں شرکت اسلامی باقی نہ رہے گی۔ ملاحظہ ہو روداد سال اول صفحہ ۶۲۔ روداد سال دوم ص: ۹ و ۱۰۔

قولنا: یہ بھی اصل مقررہ مذہب کے خلاف ہے کہ جو کتب اہل سنت و جماعت میں مصرح ہے کہ مخالف اہل سنت کا اختلاف مذہب اہل سنت سے عقیدتاً و عملاً بہت سے قطعیات میں بھی ہے۔ اور بھی یہ کہ فروع و اصول کا اختلاف یکساں نہیں ہو سکتا اور نیز فساد فی الاعتقاد اور شے ہے اور فی الاجتہاد اور چیز۔ اور بھی مسائل اجتہادیہ کا اختلاف جو رحمت ہے اس سے کسی طرح شرکت اسلامی میں فرق تک نہیں آتا۔ ملاحظہ ہو فتاوائے اہل سنت ہند و دکن و بمبئی وغیرہ۔ جس پر صدر ندوہ صاحب کی خود مہر ہے۔ مطبوعہ بمبئی ص: ۱۱۔

(۳) قولہم: ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہے۔ مسلمانوں کے سیکڑوں فرقے ہیں۔ معلوم نہیں کون حق پر ہے اور خدا کس سے راضی ہے اور کس سے ناراض۔ پھر اس پر نظیر آبرٹش گورنمنٹ کی حالت کو (جو اپنی مختلف مذہب وملت والی رعایہ کو ایک نظر سے دیکھتی ہے، پیش کرتا)

ملاحظہ ہو صفحہ، مضامین اربعہ، ص: ۲۱، ۲۲۔

قولنا: یہ بھی مخالف مذہب ہے کیوں کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر مکلف ہوا، تو نفس اسلام کی حقیقت میں ہی شبہ ہو گیا اور اگر فقرہ ثانیہ کے لحاظ سے اسلام کی قید ہٹا دی جائے تو بھی مذہب اہل سنت و جماعت کے حق ہونے میں شق پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ مذہب اہل سنت و جماعت میں سلف سے خلف تک کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

(۴) قولہم: جو اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں تک زیادہ محبت و زیادہ تقویٰ رکھتا ہے، وہ اللہ کے نزدیک زیادہ رتبہ رکھتا ہے۔ کوئی مذہب والا مسلمان ہو، ملاحظہ ہو مضامین اربعہ، ص: ۱۹۔

قولنا: یہ عقیدہ بھی خلاف مذہب ہے۔ کیونکہ ظاہری تقویٰ فساد فی الاعتقاد کے ساتھ کب لائق اعتبار اور خدائے تعالیٰ کے پاس کیونکر مقبول ہو سکتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ خوارج کے یہاں گناہ کبیرہ بھی باعث خلود فی النار ہے۔ اور ان کو اس لحاظ سے کبائر سے بچنے کی اشد

ضرورت ہے۔ مگر تاہم احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وہ کلاب جہنم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ معتبر، تقویٰ اور سچی محبت، بغیر اتباع مذہب حق جو درحقیقت وہی اتباع خدائے تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی لیحببکم اللہ۔ الآیہ۔

(۵) قولہم: اہل اسلام ہند سے، سب گناہ معاف ہوسکتے ہیں، لیکن نا اتفاقی اور عداوت باہمی کا گناہ معاف نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہو روداد سال اول صفحہ ۳۰۔ اور روداد سال دوم صفحہ ۸۔

قولنا: یہ امر آیۂ: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلك لمن یشاء۔ کے صریح مخالف ہے اور بغض فی اللہ کے مامور بہ اور شعب ایمان سے ہونے کے متعلق جو احادیث صحیحہ کہ صاف صاف وارد ہیں، ان کے مباین ہے۔

(۶) قولہم: غیر مقلد ہمارے عینی بھائی ہیں، مقلدین دل سے ان کا احترام فرمائیں۔ کیونکہ عمل بالحدیث اس حالت میں کہ درجہ اجتہاد کا حاصل نہ ہو، مغلوب الحجۃ لوگوں کا کام ہے۔ ملاحظہ ہو روداد سال اول صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰۔

قولنا: یہ بھی عمل درآمد سواد اعظم اہل سنت والجماعۃ (جو مقلدین مذاہب اربعہ ہیں) کے مخالف ہے۔ علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً و علمائے ہند و دکن نے ان اشخاص کو جو باوجودیکہ درجۂ اجتہاد سے کوسوں دور ہیں اور پھر دائرۂ تقلید سے خارج اور آزادی اختیار کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ فی زماننا غیر مقلدین کی یہی حالت ہے۔ خارج از اہل سنت و جماعت قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح المبین و فتاوی جامع الشواہد مع ضمیمہائے متعلقہ مطبوعۂ اصح المطابع لکھنؤ۔ جس پر کئی ارباب ندوہ کی بھی مہریں اور دستخط ہیں اور ملاحظہ ہو فتاوی علمائے ہند و دکن و بمبئی، جس پر صدر ندوہ صاحب کی خود مہر ہے، مطبوعۂ بمبئی، صفحہ ۱۱۔

غرض اس قسم کے تقریرات و تحریرات جو ندوے میں پاس اور شائع ہوتے ہیں، ان سے نہ صرف اہل سنت و جماعت کی دل شکنی ہوتی ہے، بلکہ مقاصد و مصالح ندوہ کے بھی بالکلیہ منافی اور اس کے حدود مقررہ سے خارج ہیں۔ اب دیکھیے کہ یہی تحریریں اور کارروائیاں (جن سے مذہب کی آزادی و دہریت مترشح ہے) دو امر کی باعث ہوئیں، جو مصالح ندوہ کے بالکل خلاف ہیں۔

اول: یہ کہ کانفرنس نیچریہ نے ندوے کی تحسین وآفرین کی اور اپنی تقریروں میں صاف کہا کہ ہماری ہانک پکار چنداں مفید نہ ہوئی۔ اب ندوے کے علما کی سعی سے وہ روشنی ہر مسلمان کے گھر میں پڑے گی۔ جس سے اور بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ ندوہ ان کا ہم خیال ہے اور سب مذاہب کو ایک کرنا چاہتا ہے۔ ورنہ نیچروں کو اہل سنت و جماعت کی ثنا سے کیا تعلق وہ تو اپنے جلسوں میں بہت سے ہمارے خلاف مذہب کارروائیاں کرتے اور زبان طعن کھولتے ہیں۔ غرض یہ کہ کانفرنس کی تحسین وآفرین ندوے کے لیے اور بھی باعث بدنامی ٹھہری۔

دوم: اپنے ہم مذہب وہم مشرب اہل سنت و جماعت کی مخالفت یعنی ندوی کی ایسی آزادانہ وخلاف مذہب کارروائی کے لحاظ سے ایک گروہ اہل سنت و جماعت کا ندوے کے مفاسد ظاہر کرنے اور اس کے اصلاح کی غرض سے اس کے عیوب بتلانے پر کمر بستہ ہوا اور اس کو بہت کچھ سمجھایا۔ اگر چہ در حقیقت یہ امر ندوے کی اصلاح کے لیے تو نہایت ہی مفید ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ نفس مخالفت ندوہ کی اصلی غرض یعنی اتفاق کے کس قدر منافی ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ غیروں سے اتفاق چاہتا تھا، الٹی اپنے ہی لوگوں سے مخالفت پیدا کر لی۔

رہا ندوہ کا یہ خیال کہ جماعت مقابل قلیل ہے، مفید نہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ سوائے چند حضرات کے جو ندوے میں تشریف لاتے ہیں، کُل مخالف ہیں۔ جن کا حصر دشوار ہے۔ پس مخالفت علمائے ہم مشرب، تو یقینی، بلکہ واقع ہوگئی اور دوسرے مذہب والوں کا اتفاق تو امر احتمالی ہی رہا۔ احتمالی امر کے خیال سے واقعی مضرت کو اختیار کرنا کس قدر مصلحت سے دور ہے۔ احتمالی بھی کیسا، بلکہ قریب بمحال سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ خود ندوہ نے روداد سال سوم، ص: ۳۰ میں اپنے تجربے کا یہ اظہار کیا:

’چونکہ اہل تشیع نے اپنی اصلاح کا بار خود اپنے ذمہ لیا ہے اور اپنی کارروائیوں سے ندوہ کو مطلع نہیں کرتے۔ اس واسطے یہ فیصلہ ہوا کہ ان کو جلسے میں تجویز پیش کرنے اور رائے دینے اور تقریر کرنے کی تکلیف نہ دی جائے۔‘ دیکھیے طلب الکل فوت الکل اسی کو کہتے ہیں۔

بایں ہمہ اگر ندوہ اپنی اصلاح کی فکر نہ کرے تو مسلمانوں کی اصلاح کیونکر کرے گا۔ ارباب ندوہ کو چاہیے کہ بہت جلد اس طرف توجہ فرمائیں۔ اور سب سے اول کام یہ کریں کہ

جس سے ندوہ اور گروہ اہل سنت و جماعت کا کامل موافق اور متفق ہو جائے اور اس کے جملہ کاروبار، قواعد مذہب کی پابندی سے ہوا کریں۔ کیونکہ کسی قوم یا جماعت کی پوری ترقی پابندی مذہب کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اصلاح کے لیے کیا کیا ضرور ہے۔ وہ یہی مجموعۂ چند امور ہے، جو ذیل میں مذکور ہے۔ جس کی بدولت ندوے پر سے اس کا بدنما دھبہ اٹھ جاتا اور وہ ہر طرح سے پاک وصاف بن جاتا ہے۔

۱: دستور العمل میں صاف شائع کر دیا جائے کہ ندوہ کے جملہ اراکین انتظامی وہی لوگ ہوں گے، جو اہل سنت و جماعت مذاہب اربعہ سے کسی ایک مذہب کے مقلد ہوں۔

۲: یہ بھی شائع کر دیا جائے کہ آئندہ سے کوئی کارروائی یا تحریر وتقریر خلاف مذہب اہل سنت وجماعت مقلدین مذاہب اربعہ نہ ہوگی۔

۳: مفاسد مذکورۃ الصدر کے متعلق بھی ندوہ یہ اعلان دے دے کہ ندوہ جملہ ان مفاسد سے جو خلاف مذہب اہل سنت و جماعت تھے، رجوع کرتا اور اپنے کو ہمیشہ کے لیے ان سے بری سمجھتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ ندوہ عقیدۃً وعملاً بالکل مذہب اہل سنت و جامعت کا پابند ہے۔

الحاصل اگر ان امور کی اشاعت علی وجہ الاعلان کر دی جائے، تو پھر کیا ہم سب خادان اسلام واہل اسلام ایسی مقدس مجلس کی شرکت کو باعث فخر وناز سمجھتے اور بجان وتن قوم ودین کی خدمت گزاری کو اپنے لیے مایۂ سعادت وذخیرۂ آخرت جانتے ہیں۔

اللہم اجعلنا من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔ واغفر اللہم لنا ولا خوانن الذین سبقونا بالایمان وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، اٰمین۔ مرقوم ۱۷؍ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

(۱) حاجی سید محمد مرتضیٰ قادری الموسوی عفا عنہ الولی۔ (۲) سید محمد شاہ ہاشم حسینی سجادۂ درگاہ محبوب نواز الدولہ مفتی اول حیدر آباد دکن (۳) نبیرۂ حضرت سید شاہ موسیٰ صاحب قدس سرہ۔ (۴) حضرت شاہ خاموش صاحب چشتی قدس سرہ۔ (۵) سید غلام شیخن احمد شطاری القادری (۶) سید شاہ محمد قادری عفی عنہ۔ (۷) غلام محمد برہان الدین۔ (۸) سید شاہ غلام محمد

قادری عفی عنہ۔(۹) سید شاہ ملک محمود قادری عفی عنہ۔(۱۰) سید شاہ حماد قادری کان اللہ لہ۔ (۱۱) الفقیر الی اللہ ورسولہ الہادی ابوالوفا محمد عمر الحسینی القادری کان اللہ لہ۔(۱۲) خادم علمائے دین رسول الثقلین محمد نور الحسنین عفی عنہ۔(۱۳) محمد نور الرزاق عفی عنہ۔(۱۴) محمد نور الحیدر انصاری عفی عنہ۔(۱۵) محمد سید غلام غوث شطاری کان اللہ لہ۔(۱۶) سید محمد علی شطاری۔ (۱۷) محمد ضیاء الدین خان۔(۱۸) عبدالقادر رجسٹرار بلدا(حیدر آباد)۔

چونکہ اصل استدعا ارباب ندوہ کی خدمت میں روانہ ہو چکی تھی لہٰذا اس محب اہل اسلام نے بعد انتظار جواب اس کی نقل بلحاظ اطلاع عام طبع کرا کے ہدیۂ ناظرین کی فقط۔

خیر خواہ مسلمین رکن الدین

(ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، شمارہ رجب، ۱۳۲۱ھ، ص:۱ تا ۸)

سفر حج

مجاہد اہل سنت شاہ عبد السلام قادری رضوی علیہ الرحمہ نے ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء حج وزیارت کی سعادت حاصل کی۔ ساتھ میں صاحبزادے، جو الولد سر لابیہ کے سچے مصداق تھے۔ برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ بھی تھے۔ دیگر احباب بھی تھے۔ اس مسرت بردوش موقع پر جو استقبالیہ اور الوداعیہ پروگرام منایا گیا۔ اس کی رپورٹ پڑھنے کے لائق ہے۔ جس سے ایمان کو تازگی اور اعتقاد کو جلا ملتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل جبل پور اس خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کی کیسی عزت وتکریم کرتے تھے۔ کیسی عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور کیسا اعجاز واکرام کرتے تھے۔

جماعت ظاہرین علی الحق کے ناظم الامور مولانا سید عبد الکریم مرحوم نے یہ رپورٹ لکھی ہے۔ ۱۹۲۲ء میں ہفت روزہ دبدبہ سکندری رام پور میں چھپی ہے۔ رپورٹ نگار اور ناشرِ رپورٹ کے بے انتہا شکریہ کے ساتھ ہم یہاں اس نادر ونادیدہ رپورٹ کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو "سفرِ مبارک حجاج جبل پور" کے عنوان سے ہے۔ مولانا سید عبد الکبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

سفر مبارک حجاج جبل پور

(از جناب مولوی سید عبدالکبیر صاحب، ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور)

چلا ہے سوئے طیبہ قافیہ تقدیر والوں کا
اثر ہو کچھ تو محرومانِ قسمت کے بھی ناموں کا

ہمارے شہر جبل پور کے خوش قسمت حجاج کا قافلہ مع مقدس قافلہ سالار حضرت قبلہ وکعبہ سیدنا ومرشدنا مولانا مولوی حافظ شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی حجاز مقدس روانہ ہونے والا تھا۔ اس لیے ایک جلسۂ وداعی من جانب جماعت ظاہرینَ علی الحق جبل پور محلہ اوپرین گنج میں ١٥ر شوال کو بعد نماز عشا منعقد ہوا۔ ان حجاج کے قافلہ سالار کے لیے بلند جگہ پر نشست بنائی گی تھی۔ دس بجے میلاد شریف شروع ہوا۔ گیارہ بجے حضرت قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم حاضر مجلس متبرکہ ہوئے۔

ناظمین مبارکبادی کی کہ حجاج ایسے مبارک مقدس مقامات پر تشریف لیے جاتے ہیں اور مسرت وافسوس کہ ہم سے ایسا سایہ نہ معلوم کتنے عرصہ کے لیے چھوٹتا ہے۔ پڑھی گئیں۔ بارہ بجے کے بعد سے حضرت نے دو بجے رات تک نصائح فرمائیں۔ تمام حجاج کی جماعت کی طرف سے پھول، عطر، شیرینی سے تواضع کی گئی۔

فاضل نوجوان جناب مولانا مولوی برہان الحق صاحب نے جماعت ظاہرین علی الحق کو مبلغ ...... کا عطیہ من جانب حجاج عطا کیا۔ ناظم جماعت نے اس متبرک عطیہ کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ شیرینی تقسیم ہوئی۔ جلسہ ساڑھے تین بجے برخاست ہوا۔ اس وقت تک قریب ہزار آدمیوں کے مجمع رہا۔ صبح ہوتے ہی حاسدین کا ایک پرچہ نظر سے گزرا۔ جس میں ہمارے فاضل جبل پوری دامت برکاتہم کی شان میں جتنا بن سکا مغلظات بکا۔ دل کی بھڑاس نکالی۔ لوگوں کو ورغلایا، حق کا بول وبالا رہا۔ حاسدین کا منہ کالا ہوا۔ ان کا تھوکا انہیں کے منہ پر گرا۔

دوسرے دن حضرت قبلہ وصاحبزادہ صاحب مسجد کوتوالی میں ڈیڑھ بجے تشریف

لائے۔ نماز ظہر ہوئی، نماز سے فارغ ہوتے ہی لوگ تمام حجاج سے اور حضرت سے مصافحہ معانقہ کرنے لگے۔ مسجد میں کہرام مچ گیا، عجب سماں رہا۔ ہر سڑک پر موٹریں، فیٹنیں پھولوں سے بجی ہوئی، حجاج کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ خدام جماعت ظاہرین علی الحق کے سینوں پر نشان جماعت ظاہرین علی الحق لگا ہوا تھا۔ جس میں لکھا تھا اراکین جماعت ظاہرین علی الحق اور نیچے یہ حدیث شریف: لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لایضرھم من خالفھم۔ مجمع قریب پانچ ہزار آدمیوں کے ہوگا، حجاج سواریوں پر تھے۔ تمام امیر وغریب سب پیدل نعرۂ اللہ اکبر الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دو بج کر پانچ منٹ پر روانہ اسٹیشن ہوئے۔

فوارہ پر سیٹھ حاجی کریم نور محمد صاحب نے حضرت قبلہ اور تمام حجاج کے لیے منڈپ سجایا تھا۔ ان کے لیے سوڈا، لیمو، نیٹ، پان، پھول اور حضرت قبلہ وصاحبزادہ مولانا برہان الحق کے زریں عمامہ باندھے اور وداعی نظمیں پڑھیں اور تمام حاضرین مجمع کے لیے عمدہ برف کے شربت، پان سے تواضع کی۔ سخت گرمی میں برف کے شربت ملنے سے لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ اڑھائی بجے فوارے سے جلوس بڑی شان کے ساتھ روانہ ہوا۔ دونوں جانب تمام دکانوں اور سڑکوں پر موافق، مخالف ہندو ومسلمان حسرت سے دیکھتے تھے کہ کس شان سے یہ اہل حق جارہے ہیں۔ جماعت اہل سنت نے رومتی کی مسجد کے سامنے جلوس ٹھہرایا اور شربت، پان، پھول سے تواضع کی۔ پھر قریب تین بجے رومتی سے جلوس روانہ ہوکر اسٹیشن پر داخل ہوا۔ اسٹیشن پر مجمع اس قدر تھا کہ سیکڑوں بغیر مصافحہ کے رہ گئے۔ سلام تک نہ ہونے پایا۔ اسٹیشن جبل پور پر بھی پھول، پان، عطر سے حجاج کی تواضع جناب برکت اللہ صاحب ٹیلر ماسٹر نے کی اور برف وغیرہ کا بھی انتظام تھا۔ تمام بوہرے صاحبان شہر جبل پور کے اسٹیشن تک تشریف لائے تھے اور ناریل پھول وغیرہ نذر میں پیش کیے۔ عطر مثل گلاب پاش کے چھڑکاؤ کیا۔

چار بج کر ۱۵ منٹ پر ڈاک روانہ ہوگئی۔ قریب آدھے میل تک ریل کی سڑک پر لوگ کھڑے ہوئے نعرۂ اللہ اکبر، السلام علیکم لگا رہے تھے۔ ڈاک گاڑی چلی جارہی تھی، ہم

تمام کم قسمت وابستگان سلسلہ رضویہ حسرت ویاس سے دیکھتے رہ گئے اور خوش قسمت چل دیئے۔ بہت لوگ بھی ہمراہ چلے گئے۔ جہاں جہاں ڈاک ٹھہری، وہاں جس نے چاہا ملاقات کر کے واپس آ گیا۔ نرسنگھ پور، گاڈروارہ، پپریا سہاگپور، اٹارسی میں بھی چائے شربت ناشتہ پھول پان سے عمدہ انتظام کے ساتھ اہل حق نے استقبال کیا۔ بمبئی ۱۶ رشوال منگل کے روز ۲ ر بجے پہنچے۔ وہاں بھی بحمد اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ طور سے استقبال کیا گیا۔ حاسدین، مفسدین کا منہ کالا ہوا۔ روز جمعرات ۱۵ ر جون کو ۲ ر بجے دن کے قافلہ حجاج مع قافلہ سالار کے جہاز دارا میں روانہ ہو گیا۔ جہاز پر حضرت دعا فرما رہے تھے۔ خشکی پر سب متوسلین، مریدین، معتقدین آمین کہتے جاتے تھے۔ سب کی آنکھوں سے اشک کا دریا رواں تھا۔ جہاز پانی میں چلا جا رہا تھا۔ سب خشکی پر جہاز کے سامنے حسرت ویاس سے دوڑتے جاتے تھے۔ آخرش دور نکل گیا۔ بہت بدقسمتی پر روتے ہوئے واپس آئے۔ خدائے تعالیٰ ایک دن جلد ایسا بھی دکھائے کہ یہ قافلہ مع الخیر واپس آئے اور اسی سرگرمی سے مسلمان استقبال کریں۔

(ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور ۲۶ ر جون ۱۹۲۲ء ۴۳، ج: ۵۸، ص: ۷، ۸)

ایک نایاب تحریر

مجاہد اہل سنت عید الاسلام شاہ عبد السلام علیہ الرحمہ کی حیثیت دربار رضویہ میں وہی تھی، جو کسی قصر شاہی میں وزیر اعظم کی ہوتی ہے۔ شاہ عبد السلام اپنے مرشد علام پر فدا تھے۔ ان کی فدائیت کا یہ عالم تھا کہ ایک اشارۂ ابرو پر فوراً حرکت میں آ جاتے تھے۔ یہاں ہم ان کی ایک نایاب یا کمیاب تحریر درج کرتے ہیں۔ جو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سے متعلق ہے۔ اس تحریر کا سرنامہ یوں درج کیا گیا ہے:

”حامی سنت ماحی بدعت والا منزلت بالا مکرمت مبید الظلام عید الاسلام حضرت بابرکت عالی جناب مولانا مولوی عبد السلام صاحب جبل پوری دامت مکارمہم العالیہ کا ارشاد:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جماعت رضائے مصطفیٰ کی واجب القدر کامیاب اور نمایاں خدمات نصرت وحمایت سنت واشاعت حق وہدایت نے اس دور پر فتن میں مقدس اسلام اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کو قابل مبارکباد فائدہ پہنچایا۔ وہ مہر نیم روز سے زیادہ روشن ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ لہم واحسن الیہم وانعم علیہم وجزاءھم بفضلہ جزاء الجزاء۔

فقیر سگ بارگاہ رضوی

عبدالسلام صدیقی قادری جبل پوری کان اللہ تعالیٰ لہ

۱۱ر ربیع الآخر شریف ۱۳۴۰ھ

(روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی سال دوم ص:۱۱۔۱۳۴۰ھ)

برہان ملت

حضرت مولانا مفتی شاہ عبدالباقی محمد برہان الحق قادری رضوی علیہ الرحمہ

حیات وخدمات کا ایک جائزہ

از قلم: محمود ملت حضرت مولانا مفتی محمد محمود احمد قادری رضوی سلامی برہانی مدظلہ
الحاج محمد رمضان عبدالعزیز قادری رضوی سلامی برہانی علیہ الرحمہ

○

بِسْمِ اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

نام: عبدالباقی محمد برہان الحق

القاب: برہان ملت، برہان الحق والملتہ والدین، برہان الاسلام برہان السنتہ، برہان الطب والحکمتہ، ناصرالدین المتین کاسر رؤس المفسدین (از اعلیٰ حضرت)

ولادت: روز پنجشنبہ (جمعرات) ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳/اکتوبر ۱۸۹۲ء صبح بعد نماز فجر۔

قطعات تاریخ ولادت: از جدّ امجد حضور برہان الملّت حضرت مولانا شاہ محمد عبدالکریم صاحب قادری نقشبندی علیہم الرحمتہ والرضوان۔

حبّذا مولود خوش از فضل حق — جلوہ گر شدد افضائے آب وگل
بست و یک از اوّل ماہِ ربیع — صبح روز پنجشنبہ متصل

فکر تاریخ ولادت گفت اے
آمدہ برہان حق در خانہ دل

للہ الحمد پسر سے ہوا خانہ معمور
شکر نعمت کا کہ ایک جام چلادے ساقی

تھی وہ اکیسویں تاریخ ربیع الاوّل
صبح پنجشنبہ طلوع کا تھا کچھ عرصہ باقی

فکر نے سال ولادت میں لکھا یہ مصرع
کیا اہا! طرفہ بنی صورت عبد الباقی

خاندان: آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر سے حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک پہنچتا ہے، اس طرح آپ صدیق النسب ہیں۔

آغاز تعلیم اور قیام مدرسہ برہانیہ: ۱۳۱۵ھ میں رسم بسم اللہ خوانی کے ساتھ آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

اساتذۂ کرام: جدامجد حضرت مولانا شاہ محمد عبد الکریم، والد ماجد حضرت مولانا عبد الاسلام شاہ محمد عبد السلام، عم محترم حضرت مولانا قاری بشیر الدین، مولوی عبد الرحمن افغانی، مولوی جلال میر پشاوری (جبل پور میں) بریلی شریف میں، مولانا رحم الٰہی اور مولانا ظہور احمد (مدرس منظر اسلام) رحمہم اللہ اجمعین اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدّد دین وملّت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

آغاز شاعری: آپ نے پہلے نعت شریف صرف نو سال کی عمر شریف یعنی ۱۳۱۹ھ میں سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بطور نذر پیش کی۔

اعلیٰ حضرت کے حضور میں: زیارت حرمین طیّبین سے ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ اعلیٰ حضرت کے ورود بمبئی کے وقت حجاج کرام کے استقبال کے وقت چودہ سال کی عمر شریف میں شرف حاصل کیا۔ اس مبارک موقع پر ایک روز اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج عصر کے بعد ایک مجذوب بزرگ کی زیارت کے لئے باندرہ چلنا ہے۔ حسب حکم حضرت عبد الاسلام وحضرت برہان الملت وقت مقررہ پر خدمت میں پہنچ گئے اور اعلیٰ حضرت کی معیت میں باندرہ کی مسجد کے پاس ایک ٹین کے شیڈ میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک بزرگ عمامہ باندھے پیر تخت سے لٹکائے بیٹھے دلائل الخیرات شریف دونوں ہاتھ سے آنکھوں کے بالکل متصل لئے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ یہ ایک مجذوب سالک صوفی مولٰنا محمد سلطان نقشبندی المتوفی ۱۳۲۶ھ تھے۔ حضرت عبد الاسلام نے حضرت برہان الملت کو آہستہ سے ہدایت فرمائی کہ

واپسی کے وقت حضرت کے پیچھے رہنا اور بزرگ کی قدم بوسی کر کے اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ حسب ہدایت حضرت برہان الملت نے صوفی مولٰنا صاحب کی قدم بوسی فرمائی اور عرض کیا کہ میرے لئے دعائے خیر فرمائے۔ بزرگ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اس کے پیچھے چلتا جا۔ تیرے پیچھے سب چلیں گے۔ وہاں سے واپسی پر اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا کہ برہان میاں آپ نے بزرگ مجذوب سے کیا کہا تھا اور انہوں نے کیا کہا۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا۔ حضور سے عرض کر دیا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے حضرت برہان الملت کی پشت پر دست مبارک پھیرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برہان الحق، برہان الدین، برہان السنۃ بنائے سب نے آمین کہا۔

دوسری بار اعلیٰ حضرت کے حضور میں اور شرف زیارت اعلیٰ حضرت مجدّد دین وملّت علیہ الرحمۃ کی طلبی پر جمادی الاول ۱۳۳۲ھ میں حضرت مولٰنا عبدالسلام عبدالاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے بریلی شریف کا قصد فرمایا۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے ہمراہ سفر ہونے کی سعادت چاہی۔ اجازت حاصل ہونے پر آپ بھی آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف میں پہلی بار حاضر ہوئے اور یہ شرف زیارت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا دوسرا موقع تھا۔ آپ نے اسی سفر کے دوران اثناء راہ میں ایک سلام ببارگاہ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام بزبان فارسی عرض کیا۔ جسے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

حضور سید خیر الوریٰ سلام علیک — ببارگاہ شفیع الوریٰ سلام علیک
روم بسوئے تو بر ہر قدم کنم سجدہ — نوائے قلب شود سیدا سلام علیک
بجز درت نکشائیم بہ ہیچ درد ستم — تو ئیست قبلہ حاجات ما سلام علیک
عطاک عم علیٰ کل ذرۃ فامطر — علیٰ غیث عطا من عطا سلام علیک
بنور علمک لاحت کنوز تحقیق — بمن نظر بمرحمت رضا سلام علیک
بہ احمدے کہ رضائیش ہمہ رضائے خدا است — بگو ز من بصلاۃ اے صبا سلام علیک
رسی چو بردر احمد رضا بگو برہاں — بصد ادب بشما مرشدا سلام علیک

یہ اشعار سماعت فرمانے کے بعد اعلیٰ حضرت نے حضرت عبدالاسلام سے فرمایا کہ

مولٰنا! یہ سلام برہان میاں نے لکھا ہے۔ ماشاء اللہ بارک اللہ، پھر فرمایا: میں غور کرتا رہا کہ جامی کے طرز پر یہ کس نے طبع آزمائی کی ہے؟ کہاں ہیں، برہان میاں؟ حضرت برہان ملّت حضور کی طلبی حاضر حضور ہوئے، اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا:۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نعت شریف پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر سنانے کی اجازت دی۔ نعت شریف کو بہت پسند فرمایا۔ جسم اقدس پر بردشامی (شامی چادر) تھی۔ جسم اطہر سے اتار کر حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم پر اڑھادی۔ فقیر کیا حاضر کرے، اتنا فرما کر سر اقدس سے عمامہ اتار کر حضرت برہان الملت کے فرق مبارک پر رکھ کر انھیں مفتخر و سرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت کے حضور شرف تلمذ و اکتساب: فیض ظاہری و باطنی کے لئے شوال المکرّم ۱۳۳۴ھ لغایۃ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مسلسل بریلی شریف میں قیام رہا۔

شرف بیعت: ۱۳۳۵ھ میں سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بریلی شریف میں بیعت کی۔

فتویٰ نویسی: ۱۳۲۹ھ سے دار الافتاء عید الاسلام میں فتویٰ تحریر فرمانا شروع کیا۔

مستقل و مکمل طور پر افتاء کی ذمہ داری: ۱۳۳۵ھ سے حضرت برہان ملّت نے دار الافتاء کی پوری پوری طور پر ذمہ داری سنبھال لی۔

سند حدیث و خلافت: ۲۶. جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ جبل پور عید گاہ کلاں کے جلسۂ عام میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے آپ کو پینتالیس علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت مرحمت فرمائی اور عید گاہ کلاں کے جلسۂ عام میں یہ ارشاد فرمایا:

"مولٰنا عید الاسلام برہان میاں آپ کے جسمانی فرزند ہیں اور میرے روحانی فرزند۔ دوران قیام بریلی میں فقیر نے ان کا ذہنی علمی، عملی جائزہ بخوبی لیا ہے۔ اخلاق، تقویٰ، افتاء، اتباع سنت و شریعت وغیرہا میں ہر پہلو سے آزمالیا ہے۔ میں اپنے اس روحانی فرزند سعادت مند برہان الحق کو دستار فضیلت سے مزین کر کے پینتالیس علوم اور گیارہ سلسلوں کی اجازت دیتا ہوں"۔

اس ارشاد عالی کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے حضرت برہان ملّت کے سر پر دستار فضیلت مبارک دعاؤں کے ساتھ باندھنے کے بعد ارشاد فرمایا: رب العزت تبارک وتعالیٰ میری روحانی ولد اعز کو ان کے نام برہان الحق کے ساتھ، برہان الدین المللۃ، برہان السنۃ بنائے اور حضرت عبد الاسلام کے ظلّ رحمت وعاطفت کے تحت دینِ متین شرع مبین کی خدمت وحمایت پر ثابت قدم رکھے۔ میں یہ رسم بریلی میں منظر اسلام کے سالانہ اجلاس میں انجام دینے والا تھا۔ مگر حسن اتفاق کہ جبلپور میں آپ حضرات کے درمیان موقع مل گیا، جبل پور میں ہی اسی موقع پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے دستار فضیلت وسند اجازت کے ساتھ تحریری سند خلافت سے بھی نوازا یہ عربی سند ضروری ترمیم واضافے کے ساتھ دوسرے خلفاء عرب وعجم کو بھی عنایت فرمائی ہے۔ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت نے الاجازۃ المتینہ میں اپنے دست مبارک سے یہ کلمات تحریر فرمائے۔

یَا ولدی وبود کبدی وقرة عینی وعزة زینی ابن الفَاضِل الکامل جَامع الفضائل قامع الرذائل مولٰنا المولوی عبد السّلام وقد لقبته عید الاسلام جعلك الله کاسمك برهان الحق المبین وناصر الدّین المُبین وَ کاسر رؤسَ المُفسدین ۔ آمین .

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ فی جبل پور بخطہٖ

زیارت حرمین طیبین: پہلی بار ۱۳۴۱ھ میں حضرت والد ماجد عید الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے ہمراہ حج وزیارت سے مستفیض ہوئے۔

تحریکات: خلافت کمیٹی اور ترک موالات کے مسئلہ پر صحیح اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت اور ترویج واشاعت ۱۳۳۷ھ سے ۱۳۴۲ھ تک خلافت کانفرنس بریلی میں مولوی ابو الکلام سے مناظرہ۔ رجب ۱۳۳۹ھ۔

تقرر مفتی شرع: شعبان ۱۳۳۹ھ مناظرہ بریلی ابو الکلام آزاد کے بعد اوائل شعبان میں بریلی میں قیام کے دوران نواب مرزا سلطان احمد صاحب وان کے بھائی صاحب نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سے عرض کی کہ حضور ہندوستان کو انگریزوں کی حکومت سے نجات ملے گی اور ملک کو ان کی حکومت سے آزادی حاصل ہوگی۔ لہٰذا حصول آزادی کے بعد جمہوری

تقاضوں کی بنیاد پر قاضی شرع و مفتی شرع کا تقرر کیسے ہوگا؟ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت مجدّد دین وملّت سے ارشاد فرمایا کہ ہاں! ملک انگریزوں کے تسلط سے تو ضرور آزاد ہو جائے گا۔ قاضی شرع و مفتی شرع کے تقرر کے مسئلہ پر میں غور کروں گا۔

اس مختصر گفتگو کے بعد دوسرے یا تیسرے دن سرکار مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت نے بیٹھک میں صبح سے خاص طور سے بہ نفس نفیس کچھ انتظام کرائے۔ بیٹھک کے تخت کو مخصوص تین نشستوں کے ساتھ مزین کرایا گیا اور خود حضور امام اہل سنت تخت کے سامنے خلافِ معمول ایک علاحدہ کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ روزانہ کے حاضرین دربار جمع ہو گئے تو سرکار اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا۔

"ملک انگریزوں کے تسلط سے ضرور آزاد ہوگا۔ جمہوری بنیادوں پر اس ملک کی حکومت کا قیام عمل میں آئے گا۔ مگر ملک میں قاضی شرع اور مفتی شرع کے تقرر کے لئے اسلامی شرع قانون کی بنیاد پر سخت دشواری ہوگی۔

چونکہ ملک کے بنیادی قوانین میں ایسا کوئی لائحہ عمل نہ ہوگا، جس کی بنا پر قاضی شرع و مفتی شرع کا تقرر صحیح طور پر ہو سکے۔ لہٰذا میں آج ہی اس کی ابتدا کرنے جا رہا ہوں تا کہ یہ بات جاری رہے اور آزادی کے بعد کوئی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا: آج میں پورے ملک ہندوستان کے لئے صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کو قاضی شرع مقرر کرتا ہوں۔ پھر حضرت صدر الشریعہ کی دستگیری فرماتے ہوئے ان کو قاضی شرع کی مخصوص نشست پر دعاؤں کے ساتھ بیٹھا دیا۔

پھر حضرت مفتی اعظم ہند آل الرحمٰن مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو طلب فرمایا اور ان کا بھی ہاتھ تھام کر قاضی شرع کی مدد کیلئے مفتی شرع انھیں مقرر فرمایا اور انھیں بھی دعاؤں کے ساتھ قاضی شرع کے بازو میں بیٹھا دیا۔ پھر حضرت برہان الملت مولٰنا مفتی محمد برہان الحق صاحب کی دستگیری فرماتے ہوئے انھیں بھی قاضی شرع کی مدد کے لئے مفتی شرع مقرر فرما کر مبارک دعاؤں کے ساتھ دوسری جانب انھیں بیٹھا دیا۔ پھر ہر سہ اصحاب کو ان کے مناصب سے متعلق نصیحتیں اور ہدایات ارشاد فرما کر مبارک دعاؤں سے نوازا۔

حرمین پر نجدیوں کے مظالم: نجدیوں کے جارحانہ مظالم پر احتجاجی جلسے وجلوس کی قیادت

اور اظہار غم وغصہ کیلئے اشتہارات اور رسائل کی طباعت واشاعت ۱۹۲۵ء۔
سجادہ نشینی: وصال حضرت عید الاسلام مولٰینا شاہ محمد عبد السلام علیہ رحمۃ السلام ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۷۱ھ کے بعد بروز سوئم ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۷۱ھ کو مراسم سجادہ نشینی ادا ہوئے۔
انجمن ترقی اردو: اور طبی کانفرنس کیلئے مساعی ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۱ء زیارت حرمین طیبین دوسری بار ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۶ء مذہبی وملّی جماعتوں میں شرکت بانی جماعت ظاہرین علی الحق جماعت رضائے مصطفٰی سنّی جمعیۃ العلماء، سنی لیگ، انجمن تبلیغ سیرت، مسلم متحدہ محاذ، مسلم پرسنل لا کمیٹی وغیرہا۔
خطبات استقبالیہ وصدارت:

☆ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء برہان پور رجب ۱۳۷۷ھ
☆ آل برار سنی کانفرنس کارنجہ اکولہ برار شعبان ۱۳۷۷ھ
☆ جماعت رضائے مصطفٰی بھوج شوال ۱۳۷۹ھ
☆ چھتیس گڑھ مسلم کنونشن (مسلم متحدہ محاذ) جمادی الاوّل ۱۳۸۰ھ
☆ یوم ولادت امام احمد رضا ناگ پور شوال ۱۳۸۱ھ
☆ بہار صوبائی سنی کانفرنس سیواں چھپرہ، صفر ۱۳۷۸ھ

تصنیفات:

☆ البرھان الارجیٰ فیما یجوز بہ تقبیل اماکن الصلحا
☆ درۃ الفکر فی المسائل الصیام والفطر
☆ قیامت کبریٰ گولا باری بر گنبد خضرا
☆ اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین
☆ سوافل وہابیت کی تصویر
☆ اتمام الحجۃ
☆ سوالف وہابیت کی تصویر چھپے تھانوی کے پرخچے
☆ روح الوردہ فی سوالات ہردہ
☆ اسلام اور ولایتی کپڑا

☆ چار فقہی فتوے
☆ المسلک الاظہر فی تحقیق آزر
☆ فقہ الاحلال لشہادات رویت الھلال
☆ المعجزۃ العظمی المحمدیہ
☆ تعلیم الاسلام فی تمیز الاحکام
☆ اکرام امام احمد رضا
☆ صیانۃ الصلوات عن حیل البدعات
☆ حیات اعلیٰ حضرت کا ایک ورق
☆ سوانح امام دین مجدد مائۃ حاضرہ
☆ اکرامات مجدد اعظم
☆ نیر جلال مجدد اعظم
☆ حالات وارتقاء عید الاسلام
☆ زبدۃ الاصفیا صدر الشریعہ مولینا امجد علی

ان تمام رسائل کے نام تاریخی ہیں۔ پچھلے سات رسائل غیر مطبوعہ ہیں۔ بقیہ سب مطبوعہ ہیں۔ نیز ان کے علاوہ صدہا چھوٹے بڑے رسائل وقتی حالات کے مطابق دینی ومذہبی وسیاسی شائع ہو چکے ہیں۔

ان رسائل کے علاوہ، المواھب الربانیہ بالفتاویٰ السلامیہ والبرھانیہ، ۱۹ر جلدوں پر مشتمل جس کے قریب ساڑھے ساتھ ہزار صفحات سے زائد ہیں۔

ترویج واشاعت مسلک کے لئے اسفار: حضرت برہان الملت علیہ الرحمتہ نے جو سفر صرف دینی ومذہبی ضرورت کے پیش نظر فرمائی، ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ ان کی تفصیل واحاطہ جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ سیر وسوانح حضرت برہان الملت علیہ الرحمتہ کی ترتیب وتدوین میں ان کا اجمالی ذکر کیا جا سکے گا۔

آخر ایام ووصال: حضرت سرکار برہان الملت علیہ الرحمتہ والرضوان پر پہلی بار ۱۹۷۰ء میں دل کا دورہ پڑا تھا۔ بفضلہ تبارک وتعالیٰ حضور چند روز کے بعد صحت یاب ہو گئے۔ مگر عمر شریف

کے تقاضے نیز چند در چند عوارض لاحقہ کے باعث اکثر صحت خراب رہتی۔ پھر بھی دارالافتاء کی ذمہ داریاں پوری فرماتے ہوئے، خدمت دین ومذہب وترویج واستحکام مسلک اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا کے لئے وہ ہمیشہ ہمہ تن مصروف رہے۔ اور باوجود پیرانہ سالی اور انتہائی ضعف ونقاہت کے ہوتے ہوئے دور دراز علاقوں کے طویل سفر بھی آپ نے فرمائے۔

حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کوٹہ راجستھان کے حادثہ فاجعہ کے بعد مسلسل چند سال عرس رضوی عیدالاسلامی کے موقعہ پر جبلپور تشریف نہ لاسکے۔ پھر غلامانِ رضوی سلامی کی خوش نصیبی کہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ میں حضور مفتی اعظم ہند جبل پور تشریف فرما ہوئے اور قریب ڈیڑھ ماہ قیام فرمایا۔ اسی دوران قیام میں حضور مفتی اعظم ہند پر شفاوصحت کے امید افزا آثار نمایاں ہوئے اور سرکا مفتی اعظم ہند نے جبلپور سے ناگ پور، بھنڈارہ، تمر، گوندیا، بالا گھاٹ، کنگی جبلپور، دموہ، ساگر، ٹیکم گڑھ، مجھولی، کھتولا بازار، سیہورہ، کٹنی وغیرہ کے بھی سفر فرمائے۔

ان اسفار سے واپسی کے بعد غلامان رضوی، نوری، سلامی، برہانی نے سرکار آل الرحمٰن حضرت مفتی اعظم ہند وسرکار برہان الملت مفتی اعظم مدھیہ پردیش کا جشن صحت بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ۱۳/۱۴/ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۳/۱۴/ جنوری ۱۹۷۹ء کو منڈی مدار ٹیکری رضا چوک کے وسیع میدان میں دو روزہ عظیم الشان اجلاس منعقد کیا۔ جس میں جلسہ گاہ میں مخصوص نشست ہر دو مفتی اعظم کے پیچھے جلی حرفوں میں یہ شعر تحریر کر کے آویزاں کیا گیا تھا۔

آل الرحمٰن برہان الحق شرق پہ برق گراتے یہ ہیں

نمایاں طور پر تحریر اس شعر کے پڑھنے کے بعد ان ہر دو اکابرین اہل سنت وجماعت کے مقام ویگانگت ومحبت اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی ان پر توجہات خصوصی کے ساتھ انعامات واکرامات کے تمام تصورات ایک ایک کر کے عقیدت مندوں کی نگاہوں میں ابھر کر سامنے آتے رہے۔

جشن صحت کے دوسرے دن کے جلسے کے موقع پر مرتضیٰ حسن رضوی بمبئی والوں نے

ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا تھا جس کا مطلع تھا۔

یا الٰہی ترے فضل کے سائے میں مفتی اعظم دین وملت رہے
میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا پیر طریقت سلامت رہے

ابھی رضوی صاحب نے یہ مطلع پڑھا ہی تھا اور اس کی تکرار کرتے ہوئے دوسرے مصرع کو جب انہوں نے پھر پڑھا۔

تو حضرت مفتی اعظم ہند جو تکیہ سے سہارا لئے ہوئے تشریف فرما تھے، یکا یک فرطِ مسرت اور جوش محبت میں سیدھے بیٹھتے ہوئے اور قدرے اٹھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس مصرع کو اس طرح سے پڑھئے:

میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر　　　میرا برہان ملت سلامت رہے

لفظ 'برہان ملت' حضرت مفتی اعظم ہند نے اس قدر فرط محبت کے ساتھ اور حضرت برہان ملت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ کچھ لوگوں کی آنکھوں میں فرط مسرت سے آنسوؤں کے موتی جھلملاتے نظر آنے لگے۔ مگر کچھ ایسے بھی تھے، جنہوں نے اسی وقت اندازہ کرلیا کہ اللہ کے ایک ولی، وقت کے غوث، حضور سیدنا مفتی اعظم ہند نے حضرت برہان الملت کے درازی عمر کی دعا فرمائی ہے اور یہ بشارت بھی دے دی ہے کہ میرے بعد دنیائے سنیت حضرت برہان الملت کے فیوض و برکات سے مستفیض وفائز المرام ہوتی رہے گی۔

حضرت برہان الملت حق آگاہ معرفت: حضرت مفتی اعظم ہند کے برجستہ عارفانہ ارشاد عالی پر کبیدہ خاطر اور غمگین نظر آئے۔ مگر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اور جو ارشاد فرمانا تھا ارشاد فرمایا جا چکا تھا۔ پھر اس دنیا نے دیکھا سنا اور جانا کہ دنیائے سنیت کے لئے وہ وقت آ ہی گیا جبکہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا ارشاد پورا ہو کر رہا۔ میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر، میرا برہان ملت سلامت رہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے جشن صحت کو ابھی تین سال بھی پورے ہونے کو نہ آئے تھے کہ ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ کو داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس مصرع کے دوسرے جز کو جس طرح سرکار مفتی اعظم ہند نے دعائیہ انداز میں ارشاد فرمایا تھا کہ 'میرا برہان ملت سلامت رہے' کے عین مطابق سرکار برہان الملت صحت

وسلامتی کے ساتھ اسی طرح خدمت دین ومذہب ومسلک فرماتے رہے۔ جس طرح حضور سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمتہ کی حیات طیبہ کا اصل اصول تھا۔

نبیرۂ سرکار برہان الملت علیہ الرحمہ مولوی مشاہد رضا دام اقبالہمنے ارشاد فرمایا کہ جشن صحت کا قصیدہ مدحیہ کا اس جگہ پورا درج کر دیا جانا اچھا ہوگا۔ حسب حکم قصیدہ یہاں تحریر کیا جارہا ہے:

یاالٰہی ترے فضل کے سائے میں مفتی اعظم دین وملّت رہے
میں رہوں نہ رہوں اس جہاں میں مگر میرا برہان ملت سلامت رہے
نوری سرکار کی نوری تنویر ہیں شاہ احمد رضا خاں کی تصویر ہیں
سینوں کی یہ بیدار تقدیر ہیں، تا ابد ہم کو ان کی ضرورت رہے
رفعت شانِ احمد رضا آپ ہیں عظمت آن احمد رضا آپ ہیں
راحت جان احمد رضا آپ ہیں، آپ سے کیوں نہ ہم کو محبت رہے
اے خدا مفتی اعظم ہند سے تقویت دین خیر الوریٰ کو ملے
گلشنِ سنّیت خوب پھولے پھلے ہر طرف جلوۂ اعلیٰ حضرت رہے
سیدی عید الاسلام عبد السلام جلوۂ اعلیٰ حضرت سے تھے شاد کام
بزم محمود و حامد میں ہر صبح و شام جلوۂ شان برہان ملت رہے
حشر میں رضوی قادری کو خدا بخش دینا برائے شہ دوسرا
پھر اسی خلد میں اس کا ہو داخلہ جس میں شہزادۂ اعلیٰ رہے

حضور سرکار مفتی اعظم ہند وسرکار مفتی اعظم مدھیہ پردیش کی حیات ظاہری وباطنی میں کچھ ایسی مماثلتیں پائی جاتی ہیں کہ ان واقعات پر حیرت ہوتی ہے۔ ولادت، تعلیم، استاذ ومرشد کا کام، والد ماجد اور پدر روحانی کی نظر نعم وعنایات کے ساتھ ہر دو اکابرین عظام کی حیات میں اتنی یگانگت رہی ہے، جس کا تذکرہ اکثر و بیشتر حضرت سرکار برہان الملت کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے وقت ہوتا۔ اس یگانگت ومماثلت کا تذکرہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے ایک صحیفۂ گرامی میں فرمایا ہے۔ یہاں سے درج ذیل واقعات حضرت مولانا محمد حامد احمد صاحب کے ارشادات عالیہ کی بنیاد پر اپنے الفاظ

میں تحریر کر رہا ہوں۔

حالات وصال: ۸ر دسمبر ۸۵ء بروز سنیچر بعد نماز مغرب سرکار برہان الملت علیہ الرحمہ پر چودہ سال بعد دل کا سخت شدید وجانکاہ دورہ پڑا۔ ادھر پچھلے چند دنوں سے سرکار علیہ الرحمہ کافی نقاہت وکمزوری محسوس فرماتے رہے۔ مغرب کے وقت حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے ارادے کا اظہار فرمایا۔ تنفس کچھ زیادہ تھا، اسے دیکھ کر شہزادۂ مکرم ڈاکٹر مولوی محمد حامد احمد صاحب نے عرض کی، حضور اپنے کمرے میں نماز ادا فرمالیں۔ ہم باہر دفتر میں جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حضور نے نماز مغرب اپنے کمرے میں ادا فرمائی اور اوراد ووظائف سے فارغ ہو کر پلنگ پر لیٹ گئے۔

نماز مغرب سے فارغ ہو کر، مولانا حامد میاں صاحب نے حضرت قبلہ سے اپنے دوا خانہ جانے کی اجازت چاہی۔ ارشاد فرمایا: جاؤ جلدی آجانا اور دعا دی۔ مولانا حامد میاں قدم بوسی کر کے اپنے مطب کے لئے روانہ ہو گئے۔ جاتے جاتے اپنے برادر معظم حضرت محمود ملت مدظلہٗ سے عرض کی کہ بھیا نماز کے قبل حضرت کو تنفس کا دورہ سا تھا، آپ حضرت کے پاس ہی ابھی کچھ وقت گزاریں۔ حضرت محمود ملت نے حامد میاں کو حیرت سے دیکھا اور فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر موجود رہے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت پر دل کا دورہ پڑا۔ مولانا حامد میاں صاحب کو ان کے دواخانہ خبر کی گئی، وہ فوراً بھاگے ہوئے والد ماجد سرکار برہان ملت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔

اس وقت ان کی سانسیں بہت تیز تیز چل رہی تھیں، فوری طور پر ڈاکٹر بھی آگئے۔ آتے ہی انہوں نے انجکشن لگائے، مگر کرب وبے چینی اور بڑھ گئی۔ لٹایا جاتا، تو فرماتے، مجھے اٹھا کر بیٹھا دو۔ ڈاکٹروں کی رائے اور طبی اصول سے حضرت کو لیٹے ہی رہنے کی گذارش کی گئی۔ مولانا حامد میاں اس وقت حضرت کے سرہانے بیٹھے تھے۔ حضرت قبلہ نے ان سے فرمایا" ۔بیٹا مجھے خدا کے لئے بٹھادو" ۔مولانا حامد میاں صاحب نے ان کا حکم پا کر سہارا دے کر اٹھایا اور بیٹھا کر ان کے سر مبارک کو اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اس وقت باوجود سخت بے چینی کے حضرت قبلہ برابر ذکر فرماتے رہے کہ یکایک لبوں کی حرکت بند ہوئیں اور سانسیں بھی رک گئیں اور سر مبارک ایک طرف کو جھک گیا۔ مولانا حامد میاں صاحب نے سر مبارک کو سہارا

دے کر غور کیا اور دیکھا کہ کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ سانسیں رک چکی اور نبض ساکت ہو چکی ہیں۔ بس حامد میاں صاحب حضرت قبلہ سے لپٹ کر مضطرو بے اختیارانہ چیخ مار کر رو دیئے۔ پھر کیا تھا سارے گھر میں بھی کہرام مچ گیا۔ حضرت محمود ملت مولینا محمد محمود احمد صاحب سے بھی باوجود کوشش ضبط گریہ نہ ہو سکا۔ مگر پھر بھی وہ گھر کے تمام افراد کو تسلی و تشفی اور صبر و تحمل کی تلقین فرماتے رہے۔ ان کی بزرگانہ شفقت اور تسلی و تشفی کے الفاظ سن کر مولینا حامد میاں صاحب نے حضرت کے سر مبارک کو آہستہ سے تکیہ پر رکھ دیا۔ ڈاکٹر جو کہ آچکا تھا، اس نے نبض دیکھی آنکھیں دیکھیں اور کہنے لگا۔ کہ "۔ سب کچھ ہو گیا"۔

پھر وہ دواؤں کا بکس سمیٹتے ہوئے اور گھر کے تمام افراد کو تسلی و تشفی اور صبر کرنے کے کلمات کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی وہ حضرت قبلہ کے کمرے سے باہر بھی نہ ہو پایا تھا کہ اتنے میں محمد رفیق اسکوٹر والے بھاگتے ہانپتے آکسیجن کا سلنڈر لے کر آ گئے۔

شہزادگان سرکار نے ڈاکٹر سے کہا کہ یہ آکسیجن اب تو آ گئی ہے، آپ کچھ تو کیجئے۔ اس نے جواباً کہا: مولینا صاحب اب تک دس منٹ گزر چکے ہیں، اب کیا ہو سکتا ہے۔ اگر فوری طور پر آکسیجن موجود ہوتی یا آجاتی تو کچھ کیا جا سکتا تھا۔ پھر فوراً ہی ڈاکٹر خود بول پڑا۔ لاؤ اچھا کوشش کرتا ہوں، اس نے نہایت سرعت دکھائی۔ آکسیجن لگائی اور سینہ پر آہستہ آہستہ مالش شروع کی اور ادھر گھر کے تمام افراد کی زبان پر سسکیوں اور آہ و بکا کے ساتھ فریادوں، التجاؤں، دعاؤں کی صدا بلند ہوتی رہی۔ ڈاکٹر جو ایک ہاتھ سے سینے پر آہستہ آہستہ مالش کر رہا تھا اور دوسرے سے حضرت قبلہ کا دست مبارک تھامے نبض دیکھ رہا تھا یکایک اس کے چہرے پر چمک کے ساتھ مسکراہٹ دوڑ گئی اور بے ساختہ و بے تابانہ مسرت کے ساتھ اچھلتے ہوئے بول اٹھا کہ مالک نے آپ کی دعائیں سن لیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے حضرت قبلہ کو ایک ٹھسکا لگا اور پھر دوسرا ابھی اور نبضیں جو ساکت ہو چکیں تھیں، دھیرے دھیرے معمول پر آ گئیں اور سانسوں کی آمد و رفت بھی اعتدال کے ساتھ جاری ہو گئیں۔ حضرت قبلہ نے کسی دعا کا ورد کرتے ہوئے آنکھ کھول کر سبھی حیران و پریشان سامنے کھڑے لوگوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ حضرت قبلہ علیہ الرحمہ کی اس نظر کرم نے ابھی ابھی غم و اندوہ سے ہوئے نڈھال بے حال پژمردہ دلوں، مردہ ذہنوں کو زندگی و مسرت بخشی۔ دلوں کے کنول کھل اٹھے، ذہنوں نے تازگی پائی۔

خالق کائنات کے اس کرم بے پایاں پر سرنیاز عبودیت اس کے حضرت سجدۂ شکر کیلئے خم ہوگئے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہماری دعائیں قبول فرمائیں۔ گھر میں سکون واطمینان کا ماحول پھر بنا اور ڈاکٹر جو کافی دیر سے موجود تھا، سب سے یہ کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا کہ آج یہاں جو کچھ ہوا، یہ مالک سے آپ سب کی دعاؤں اور بڑے حضرت بابا کی روحانی قوت کا کرشمہ ہے۔ ورنہ نبضوں کے ڈوب جانے، سانسوں کے اتنی دیر ساکت رہنے کے بعد پھر ان کا لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد مولانا حامد میاں نے حضرت کے قریب پہنچ کر دریافت کیا کہ اب طبیعت کیسی ہے؟ ارشاد فرمایا: الحمد للہ ٹھیک ہے۔ پھر پوچھا: کیا بجا ہے؟ عرض کیا :اس وقت شب میں نو بجا ہے۔ فرمایا: کہ مجھے اٹھاؤ، میں وضو کر کے عشاء کی نماز پڑھوں گا۔ عرض کیا گیا: ابھی تو بہت وقت ہے، کچھ دیر آرام فرمالیں، آکسیجن لگا ہوا ہے، تھوڑی دیر کے بعد نماز عشاء ادا فرمالیجئے۔ اچھا فرما کر آنکھیں بند کر لیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ حضرت قبلہ نے آستینیں چڑھائیں اور لیٹے لیٹے تیمم کیا اور پھر عشاء کی نماز لیٹے لیٹے اشاروں سے ادا فرمائی۔ ادھر ڈاکٹروں نے اٹھانے بیٹھانے سے سختی سے ممانعت کر رکھی تھی مگر حضرت قبلہ ہر نماز کے وقت فرماتے مجھے اٹھاؤ میں وضو کروں گا، ان حالات میں ان کے حضور کچھ عرض کرنا اور انہیں اٹھنے سے روکنا سخت مشکل مرحلہ تھا۔ مگر کسی نہ کسی عذر کو پیش کر دیا جاتا، اچھا فرما کر خاموش ہو جاتے مگر تھوڑی ہی دیر بعد اشاروں سے نماز ادا فرماتے نظر آئے۔

اسی طرح دس شبانہ روز گزرے۔ کبھی آکسیجن علاحدہ کی جاتی تو بیٹھ کر نماز ادا فرما لیتے۔ ورنہ لیٹے لیٹے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ گیارہویں دن کو حالت کافی روبہ اصلاح نظر آئی۔ سارا دن گزر کر شب کا بیشتر حصہ سکون واطمینان سے گزرا۔ مگر بارہویں شب کے آخر حصہ سے پھر حالت میں بڑی تبدیلی ہوئی اور جیسے غشی کے دورے پڑنے لگے۔ مگر جب بھی ہوش آجاتا، آہستہ آہستہ کچھ نہ کچھ ورد فرماتے نظر آئے۔

بارہویں دن صبح ہی سے حالت زیادہ غیر ہونے لگی۔ شہزادگان عالی وقار مولانا محمد احمد ومولانا محمد حامد احمد اور نبیرگان حضرت مولوی محمد مشاہد رضا و فیضان الحق و رضوان الحق

صاحبان اور گھر کے تمام اعزہ واقارب انتہائی پریشانی وسراسیمگی کی حالت میں نظر آنے لگے۔ ڈاکٹروں کی ٹیم صبح ہی سے معالجہ کے لئے ہمہ تن مصروف رہی، مگر سہ پہر ظہر کے بعد سے نا امیدیاں اور مایوسیاں بڑھتی ہی رہی۔

شہزادۂ معظم حضرت مولانا محمد محمود احمد صاحب نے حکم فرمایا کہ حضرت کے حضور حاضر ہو کر یٰسین شریف کی تلاوت کرو۔ حسب حکم یٰسین شریف کی تلاوت کی گئی۔ پھر نماز عصر کے بعد بھی یٰسین شریف کی تلاوت کی گئی۔

مولانا حامد میاں صاحب نے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد فرمودہ دعا و ورد، جس کی حضرت برہان الملت کو اعلیٰ حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی تھی، پڑھنے اور اذان پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کی وہ ارشاد فرمودہ دعا، جسے حضرت برہان ملت بعد نماز فجر و بعد نماز مغرب تین بار اول آخر درود شریف کے ساتھ التزاماً ورد فرماتے ہیں۔

ء اذکر حاجتی ام قد کفانی — حیاء ك ان شیمتك الحیاء
کریم لا تغیره ذنوب — ان الخلق الکریم ولا خفاء
رسول الله فضلك لیس یحصی — ولیس لجودك السامی انتهاء
فان اکرمتنا دنیا و اخری — فلیس البحر تنقصه الدلاء
اغثنی یا رسول الله اغثنی — اغثنی یا حبیب الله اغثنی
اغثنی یا نبی الله اغثنی — اغث یا خیر خلق الله اغثنی

یہ دعا جب حضرت قبلہ کے سامنے پڑھی گئی تو دیکھا گیا حضرت علیہ الرحمہ بھی اس کا ورد فرماتے اور اسی طرح اذان کے الفاظ بھی برابر دہراتے۔ نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا، نماز مغرب کے بعد پھر اذان پڑھی گئی اور ورد مذکور کیا گیا۔ حضرت نے اس وقت بھی ورد فرمایا اور اذان کے الفاظ بھی دہرائے۔ پھر سورۂ یسین شریف کی تلاوت کی گئی۔

ابھی سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت مکمل بھی نہ ہو پائی تھی کہ سرکار برہان الملت نے جان عزیز ذکر کے ساتھ جان آفریں کے سپرد فرماتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا لله و انا الیه راجعون۔

ادھر آستانۂ عالیہ کے باہر موجود تمام عقیدت مندوں کو حضرت کے وصال ذوالجلال کی خبر دی گئی کہ آج ۲۶ ربیع الاول شریف ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۸۵ء شب یوم جمعہ شام سوا چھ بجے حضور سرکار برہان الملت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسی موقع پر جبلپور میں لوگ سبھا کے الیکشن کے گہما گہمی پورے شباب پر تھی۔ جلسے جلوس لاؤڈ اسپیکروں کے شور سے کان دے آواز سنائی نہ دیتی تھی کہ چند منٹوں میں حضور برہان الملت علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر بجلی کی سرعت جیسی پھیل گئی۔ سارے شہر میں لاؤڈ اسپیکروں کا شور بند ہوگیا۔ سارے انتخابی جلسے وجلوس اسی وقت حضرت علیہ الرحمہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد رد کردیئے گئے اور تمام جگہ کے انہیں اسپیکروں سے حضور کے وصال کی خبر نشر ہونے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے، سارا شہر غم واندوہ کی تاریکیوں میں ڈوب کر سوگوار ہوگیا اور الیکشن لڑنے والے سارے حریف، جو ایک دوسرے سے کیچڑ اُچھال رہے تھے، بہ یک زبان اور ایک ہی راہ پر چل پڑے اور آستانۂ عالیہ سلامیہ برہانیہ میں سرکار برہان الملت کے حضور آکر ایک صف میں قطار باندھے خراج عقیدت پیش کررہے تھے۔ شہر میں دو روزہ ہڑتال کا اعلان کردیا گیا۔ بلاتفریق مذہب وملت سارا شہر بند رہا۔

آستانۂ عالیہ کے سامنے ہزاروں کا مجمع جمع ہو چکا تھا۔ اس لئے حضور علیہ الرحمہ کی آخری عام زیارت کے لئے انتظامات کئے گئے اور پھر زیارت کا یہ بلا منقطع سلسلہ انتالیس گھنٹے تک جاری رہا۔ جس کیلئے مقامی اور دور دراز سے آنے والے ہر مذہب وقوم کے مرد وعورت زائرین نے سسکتی آہوں اور آنسوؤں کے سیلاب کے دریا بہاتے ہوئے خراج عقیدت پیش کیا۔

۲۲ دسمبر ۸۴ء کو صبح ساڑھے نو بجے حضرت کے جسد اطہر کو آستانہ عالیہ سے ان کی ابدی آرام گاہ کی طرف لے جانے کے لئے قریب ڈیڑھ لاکھ ہر مذہب وقوم وسماج کے لوگوں کے مجمع نے ڈھائی گھنٹے میں وہ مختصر راہ طے کی، جو صرف آدھا گھنٹہ کی ہے۔ سوا بارہ بجے عید گاہ کلاں رانی تال میں ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ وصیت کے مطابق نماز جنازہ حضرت محمود الملت مولانا مفتی محمد محمود احمد صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

نماز جنازہ کے بعد علماء اہل سنت ومشائخ طریقت کے کاندھوں پر جنازہ لے جایا گیا۔ یہاں فرزندان مولٰینا محمد محمود احمد ومولٰینا محمد حامد احمد اور نبیرۂ سرکار مولوی محمد مشاہد رضا صاحبان دامت فیوضہم نے حضرت علیہ الرحمہ کے قبر میں جد امجد مولٰینا شاہ محمد عبد الکریم علیہ الرحمہ کے پہلو میں، لحد میں اتار کر دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش کرنے کے آخری مراسم ان کی وصیت کے عین مطابق کر کے ۲۳ دسمبر ۱۹۸۴ء کو دو پہر سوا بجے سپرد خاک کر دیا۔

تاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۴ء کو صبح آٹھ بجے سویم کی فاتحہ شروع ہوئی۔ دو گھنٹے تلاوت قرآن کریم کے بعد نعت ومنقبت پنج آیت وصلوٰۃ وسلام اور شجرۂ طیبہ پڑھے جانے کے بعد ایصال ثواب کیا گیا۔

سویم کی مجلس ختمات عظیم کے وقت حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ سبطین رضا خان صاحب (بریلی شریف) حضرت مولٰینا مفتی غلام محمد صاحب، حضرت مولٰینا مفتی محمد عبد الحلیم صاحب (ناگپور)، پیر جمیل سلطانی صاحب (رامپور) کے علاوہ مقامی وبیرونی علماء مشائخ نے بھی کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ شریعت د طریقت کے اصول واحکام سنت اسلاف کرام اور حضور برہان الملت علیہ الرحمہ کی وصیت کے مطابق ان کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت مولٰینا محمد حامد احمد صاحب نے اہم ضروری اعلان فرمایا کہ سیدنا الوالد الماجد علیہ الرحمہ والرضوان کی وصیت کے مطابق میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت علیہ الرحمہ نے برادر معظم محمود ملت حضرت مولٰینا محمد محمود احمد صاحب قادری رضوی سلام کو اپنا سجادہ نشین اور مفتی اعظم مدھیہ پردیش مقرر فرمایا ہے۔ اس اعلان کے ہوتے ہی نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ غوثیت کے ساتھ حاضرین جلسہ نے محمود ملت زندہ باد کے نعروں سے اس کا خیر مقدم کیا اور اپنے یقین واطمینان کا اظہار کیا۔

اعلان کے بعد سلسلہ طریقت کی رسم کے مطابق مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے ان مناصب پر وصیت کے مطابق تقرر پر مبارکباد کے ساتھ تائید ودعا فرماتے ہوئے، حضرت محمود ملت مولٰینا محمد محمود احمد صاحب کو خرقہ پہنایا اور عمامہ شریف باندھنے کی ابتدا بھی مبارک دعاؤں کے ساتھ فرمائی اور حضرت علامہ سبطین رضا خان صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم نے دیگر تبرکات بھی ان کے سپرد فرماتے

ہوئے اہتمام فرمایا۔ پھران ہر دو اکابرین نے صاحب سجادہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت محمود ملت مولانا محمد محمود احمد صاحب دامت برکاتہم کو ان کے اسلاف کرام کی مسند رشد و ہدایت پر اپنی بزرگانہ شفقت اور مبارک دعاؤں کے ساتھ لے جا کر بٹھایا۔ الحمد للہ علی ذالك ۔ اس کے بعد جلسے میں آئے کثیر تعداد میں مسلمان مرد و عورتوں نے صاحب سجادہ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ میں بیعت کی۔

میونسپل کارپوریشن ضلع حکام اور مدھیہ پردیش حکومت کی طرف سے کمشنر جبلپور نے حضرت برہان الملت کے حضور خراج عقیدت پیش کیا ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۴ء کو ملک کے وزیر اعظم شری راجیو گاندھی نے شام کو چار بجے جبلپور پہنچنے پر ایک بہت بڑے انتخابی جلسے کو خطاب کرتے ہوئے سب سے پہلے حضور برہان الملت علیہ الرحمہ کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد اپنی تقریر شروع کی۔

۲۵ر دسمبر ۱۹۸۴ء کو صبح مدھیہ پردیش کے مکھیہ منتری شری ارجن سنگھ جی نے آستانہ عالیہ میں حاضر ہو کر صاحب سجادہ حضرت محمود ملت سے ملاقات کر کے تعزیت پیش کرتے ہوئے، سرکار برہان الملت کے حضور پھر خراج عقیدت پیش کیا۔

اولاد: حضرت برہان الملت علیہ الرحمہ کی اولاد میں تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں۔

۱: سب سے بڑی صاحبزادی مقیم و ساکن کراچی پاکستان ہیں۔ جو زوجہ عفیفہ (بیوہ) حضرت مولانا عبد الودود صاحب قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ برادر عم و خلیفہ حضرت برہان الملت علیہ الرحمتہ والرضوان ہیں۔ جن کا وصال دو سال قبل کراچی میں ہوا۔ سلسلۂ قادریہ رضویہ سلامیہ میں جن کے توسط سے ہزارہا مریدین کی تعداد موجود ہے۔

۲: سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد انوار احمد صاحب قادری رضوی سلامی دامت برکاتہم کراچی پاکستان میں ہیں۔ انہیں بھی سرکار برہان ملت علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ سلسلۂ قادریہ رضویہ سلامیہ برہانیہ میں ان کے مریدین کی بھی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور بفضلہٖ تبارک وتعالیٰ آستانہ عالیہ رضویہ سلامیہ برہانیہ کے فیوض و برکات ان کے کرم سے آج بھی جاری و ساری ہے۔

۳: شہزادۂ اوسط حضرت محمود ملت مولانا مفتی محمد محمود احمد صاحب سجادہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش دام فیوضہم و برکاتہم دار السلام جبلپور، جنہیں سرکار مفتی اعظم ہند حضرت آل الرحمن محمد مصطفیٰ خان صاحب و مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت برہان الملت علیہم الرحمۃ و الرضوان سے سند خلافت و اجازت حاصل ہے اور اب آج آستانہ عالیہ رضویہ سلامیہ برہانیہ سے نسبت رکھنے والے معتقدین اور سلسلہ کے متوسلین و مریدین کا مرکز عقیدت و محبت حضور محمود ملت مدظلہ العالی کی ذات بابرکت ہے۔ جبلپور میں ان کا مطب ہے اور ہزاروں دکھ درد کے مارے روزانہ حاضر ہوتے ہیں۔ دوا، دعا اور نقوش و تعویذ لینے آتے اور گوہر مراد سے دامن بھر کر لے جاتے ہیں۔

۴: شہزادۂ اصغر مولانا محمد حامد احمد صدیقی قادری رضوی سلامی دام اقبالہم ہیں۔ انھیں بھی حضور مفتی اعظم ہند و سرکار مفتی اعظم مدھیہ پردیش علیہم الرحمۃ والرضوان سے سند خلافت و اجازت حاصل ہے۔ جبلپور میں ان کا بھی دواخانہ ہے ان کی ذات اقدس بھی مرجع فیوض و برکات مداوائے درد و درماں ہے۔

۵: سب سے چھوٹی صاحبزادی اہلیہ الحاج محمد فاروق شریف صاحب صدر بازار جبلپور ہیں۔ حاجی محمد فاروق شریف صاحب حضرت علیہ الرحمہ کے سگے بھانجے اور داماد بھی ہیں۔ ایس، ڈی فون کے عہدے سے سبکدوش ہو کر مطب کرتے ہیں اور ایک ٹائپنگ انسٹی ٹیوٹ اور فوٹو کاپی کی دوکان جبلپور میں ہے۔

حرف آخر: حضور سرکار برہان الملت علیہ الرحمہ کے وصال ذوالجلال کے بعد صاحب سجادہ مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت محمود ملت مدظلہ العالی کے ارشاد و حضرت مولانا محمد حامد احمد دام اقبالہم کے اصرار پر مندرجہ بالا سطور راقم الحروف نے تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ حضور سرکار برہان الملت علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ جسے ملاحظہ فرما کر، ناظرین خود اندازہ فرمائیں گے کہ حضور کی حیات طیبہ کو تفصیل سے ضبط تحریر میں لایا جائے، تو صدہا اوراق پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تیار ہوگی۔

مولا کریم جل وعلا بطفیل رؤف الرحیم علیہ التحیۃ والتسلیم توفیق خیر عطا فرمائے کہ حضرت برہان الملت علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ سے متعلق، جو کچھ انہوں نے خود تحریر فرمایا ہے

یا جو شہزادگان عالی وقار نے ان سے خود سنا، دیکھا اور جانا ہے، اسے ضبط تحریر میں لایا جائے اور ترتیب و تدوین کے بعد طباعت واشاعت کا انتظام کردیا جائے تاکہ عوام اہل سنت و جماعت کو استفادہ کا پورا پورا موقع میسر آئے۔ آخر میں پھر مندرجہ بالا سطور میں اگر کوئی فرو گذاشت ہوئی ہو، تو عفو درگذر کی درخواست کے ساتھ یہ غلام آستانۂ رضویہ، سلامیہ، برہانیہ اپنی اصلاح ودعاؤں کا متمنی ہے۔

ربّنَا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ وتب علينا انك انت التواب الرحيم و صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقهٖ ونور عرشهٖ سيّدنا و مولٰينا محمد صادق الوعد الامين وعلىٰ اله واصحابهٖ وبارك وسلم اجمعين۔ آمين يا رب العالمين ۔ راقم آثم

نمونۂ شاعری: تضمین بر سلام سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مظہر سر وحدت پہ لاکھوں سلام منبع ہر فضیلت پہ لاکھوں سلام
صدر بدر نبوت پہ لاکھوں سلام مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

تاجدار شفاعت پہ روشن درود اس سراپا ہدایت پہ روشن درود
بحر جودو سخاوت پہ روشن درود مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

باعث خلق کا سرور محترم مرکز علم و اخلاق وحلم وحکم
سید انبیاء سرور باغ کرم شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

دونوں عالم کے آقا پہ دائم درود بے پناہوں کے ماویٰ پہ دائم درود
شافع روز عقبیٰ پہ دائم درود شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

جان صدیق ہے مارسے بے خطر عصر حیدر ادا ہوگئی وقت پر
چاند کٹ کر ہوا اک اِدھر اک اُدھر صاحب رجعت شمس وشق القمر

نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

جھک گئے جس کے قدموں پہ شاہوں کے سر — جس کی خاطر کھلے آسمانوں کے در
عرش پر جو ہوئے شان سے جلوہ گر — صاحب رجعت شمس وشق القمر
نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام

نور سے جس کے ہے خلق کی ابتدا — ذات پر جس کی عالم کی ہے انتہا
رحمتِ عالمین وصف جس کا ہوا — جس کے زیر لوا آدم ومن سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

نور جس کا ہوا پہلے جلوہ نما — عرش پر جس کا اسم مبارک لکھا
عہد جس کے لئے انبیاء سے لیا — جس کے زیر لوا آدم ومن سوا
اس سزاکے سیادت پہ لاکوں سلام

سید اولیں، سید آخریں — صادق وعد محبوب حق و امیں
سرورِ انبیاء، خاتم المرسلین — عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

حشر میں ہے فقط آپ کو دسترس — بے بسی پر کسی کا نہیں آج بس
بے کسوں کے لئے ذات والا ہے کس — خلق کے دادرس سب کے فریادرس
کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

نعمتیں دین ودنیا کی جس سے ملیں — بندشیں کفر وظلمت کی جس سے کھلیں
امن کی جس کے صدقے ہوائیں چلیں — جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

جس کا روئے مبارک ہوا والضحیٰ — جس کے دنداں سے والشمس کی جلا
جن کے گیسو پہ واللیل صادق ہوا — وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

جس کی ہیبت سے بت اوندھے منہ گر پڑے — جس کے فرمان پر پیڑ کلمہ پڑھیں
جانور جس کے قدموں پہ سجدہ کریں — جس کے آگے سر سروراں خم رہیں
اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے سر نور حق کا عمامہ بندھا　　انبیا کے جلو میں جو دولھا بنا
روز محشر جو مختارِ مطلق ہوا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا بندھا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

روز محشر عجب کشمکش ہے بپا　　اپنی بخشش کا جو یا ہے ہر مبتلا
نفسی نفسی کہیں انبیا اولیا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

بے طلب ہم غلاموں کو اکثر دیا　　جو بھی مانگا گیا اس سے بہتر دیا
چشم رحمت جدھر اُٹھ گئیں بھر دیا　　ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

صدر اجلاس اقصیٰ پہ روشن درود　　ساکن عرش اعلیٰ پہ روشن درود
واقف راز اوحیٰ پہ روشن درود　　شب اسریٰ کے دولہا پہ روشن درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

ہم پہ لطف وکرم کی در افشانیاں　　نور ورحمت کی عالم پہ ضوریزیاں
بھینی بھینی ہدایت کی گلپاشیاں　　پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ہلکی ہلکی تبسم کی گل ریزیاں　　میٹھی میٹھی وہ رحمت کی گل پاشیاں
بھینی بھینی وہ خوشبوئے جسم ودہاں　　پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نفسی نفسی کا جس دم ہو ہر سمت دور　　بے بسی پر ہر اک اپنی کرتا ہو غور
دستِ رحمت میں لے کر شفاعت کا طور　　کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام

تو بھی بُرہان ہو شیخ کے ہم نوا　　عبد الاسلام کے ساتھ اس جا کھڑا
جس کی نسبت مرے شیخ نے یہ کہا　　مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

سرورِ دنیا ودین میری مدد فرمایئے
رحمت للعالمین میری مدد فرمایئے

میں سراپا معصیت امیدوارِ مغفرت
یا شفیع المذنبین میری مدد فرمایئے

کشتیِ مسلم تلاطم میں پھنسی فریاد ہے
حامیِ للمسلمیں میری مدد فرمایئے

مومنِ ناچار پہ ہے اژدہام بے کسی
ناصر للمومنین میری مدد فرمایئے

ظلمتوں کا ہے تسلط پُر خطر ہے راستہ
اے سراج السالکیں میری مدد فرمایئے

میرے اعمال سیہ پر قبر کی ظلمت غضب
نور انور مہ جبیں میری مدد فرمایئے

حسن نور افروز نے عالم کو روشن کر دیا
اے حسینوں کے حسیں میری مدد فرمایئے

خستہ دل برہان کب تک صدمۂ فرقت سہے
یا مراد الواصلیں میری مدد فرمایئے

گُل بوستانِ نبی غوث اعظم

خدا ہے تمہارا ولی غوثِ اعظم
ہوئے تم خدا کے ولی غوث اعظم

حبیبِ خدا کے ہو نورِ نظر تم
تمام اولیا کے ولی غوث اعظم

ملی تم کو قدرت، کرامت کی کنجی
ولایت کی شاہنشہی غوث اعظم

ہوئے نکہتوں سے معطر دو عالم
گُل بوستانِ نبی غوث اعظم

تناول سے جس مُرغ کو بخشی عزت
عطا کی روئے زندگی غوث اعظم

لیا دوش پر اولیا نے بہ عزت
تمہارا قدم سیدی غوث اعظم

نگاہوں کی وسعت محیط دو عالم
ہر اک شے پہ ہے آگہی غوث اعظم

تمہیں جس نے یا غوث کہہ کے پکارا
مُراد اس کی پوری ہوئی غوث اعظم

تمہارے جو خدام ہیں چاہتے ہیں
وسیلہ تمہارا سبھی غوث اعظم

خلوصِ دلی سے کہو تو اغثنی
نہ فرمائیں گے کبھی رد غوث اعظم

سروں پر غلاموں کے سایہ فگن ہے
تمہارا کرم ہر گھڑی غوث اعظم

میسر ہو مجھ کو تمہارے کرم سے
در پاک کی حاضری غوث اعظم
مرے چشم ولب ہوں تمہارا ہو روضہ
یہ ہے آرزوئے دلی غوث اعظم
دکھادو کبھی خواب میں اپنا جلوہ
کہ کھل جائے دل کی کلی غوث اعظم
زباں ملتجی اور دل میں امیدیں
نہ رہ جائے دامن تہی غوث اعظم
تمہارا تو بندہ ہوں مجھ کو سنبھالو
برا یا بھلا کیسا ہی غوث اعظم
گئی اس کی دنیا بھی اور آخرت بھی
کرے تم سے جو دشمنی غوث اعظم

غلام در قدس بُرہان رضوی
ہے خواہانِ درگہہ رسی غوثِ اعظم

اضافۂ جدید

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

○

اہم ماخذ

خطوط انسانی سیرت کے اہم ماخذ ہوتے ہیں۔ یہ سربستہ رازوں کے دروازے کھولتے ہیں اور درون خانہ کا پردہ اٹھاتے ہیں۔ ہم یہاں تین اہم خطوط درج کرتے ہیں۔ جو صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ' قلمی بیاض میں موجود ہیں۔ اور حسن اتفاق سے میرے کتاب خانے کی زینت ہیں۔ یہ خطوط مجاہد اہل سنت عید الاسلام شاہ محمد عبد السلام علیہ الرحمہ کے زرنگار خامہ کے اثر خامہ ہیں۔ جو حسن عقیدت، حسن ادب اور ادب عالیہ کے نمونے ہیں۔ یہ خطوط قطب الارشاد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے نام امضاء ہوئے ہیں۔ یہ خطوط خط نگار شاہ عبد السلام، مکتوب الیہ امام احمد رضا اور زیر بحث شخصیت برہان ملت کی سیرت، شخصیت، علمیت، ولولہ وشوق اور ربط باہم پر خوب روشنی ڈالتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے یہ نوادرات وتبرکات:

پہلا خط

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی کا یہ آٹھواں خط ہے، ص:۴۱،۴۰ ہے۔)

از جبل پور

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

بحضور انور، عالی سرکار واطہر، سلطان العلماء المحققین، برہان الفضلاء المدققین، خیر الملاحقین

بالمہرۃ المجتہدین السابقین، بحر العلوم، کاشف اسرار المکتوم، شیخ الاسلام، امام الاعیان الاسلام، مکرم الکرام العرب والعجم، العلامۃ المعتمد المستند قطب المکان، غوث الزمان، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، قبلہ معظم وکعبہ محترم، سیدی وسندی، ومرشدی ومولائی، جان جانم، ماوائی ایمانم، روحی فداہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وادام برکاتہ القدسیہ لناوسیلۃ محمدہ ورضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آداب وتحیات نیاز مالیلیق بشانکم الاعلیٰ بجا آوردہ عرض می رسانم کہ للہ الحمد والمنۃ۔ میرے آقائے نعمت دامت برکاتہم العالیہ کا مقدس سرفراز نامہ گرامی مع ۱۸ر عدد پر چھپائے فتویٰ مطبوعہ حکم آذان ثانی جمعہ اور آٹھ عدد پر چھپائے اشتہار کے تشریف صدر فرما کر موجب ہزار ہزار سعادت وافتخار کا ہوا۔ صدقہ میرے مولائے محترم دام ظلہم الانور نے برکات وتوجہات قدسیہ کا بحمد للہ تعالیٰ، جمیع اقارب واحباب کے ساتھ بہمہ وجوہ مع الخیر والعافیۃ ہو۔

گوحضور اطہر سے دور اور ایک عرصہ سے گونہ علیل ورنجور ہوں۔ لیکن بہر حال سرکار ملجاء اعظم کا حسن تصور میرا مقام بنا ہوا ہے۔ جمال صورت کریمہ حضور پرنور سلمہم اللہ تعالیٰ کا تصور انور ہی میرے ہر شغل ذکر وفکر کی جان اور میری روح الایمان ہے۔ میرے سب کام اسی سے وابستہ ہیں۔ تصور حیات، آقائے نعم ادام اللہ تعالیٰ ظلہم ہی میرے درددل کی دوا ہے اور باذن اللہ تعالیٰ یہی میرے لیے باعث شفا ہے۔ رب عزوجل بفضلہ وکرمہ اس نعمت عظمیٰ کو میرے اور میرے لواحق اور گھر بھر کے حق میں مبارک فرمائے اور سب کے لیے وسیلہ جلیلہ فوز وفلاح سعادت دارین رکھے۔

قبلہ جان من، بمشیت سبحانی عزوجل حوادث متعاقبہ میں حضور کی کنیز، غفورلہا، قلت ارحم التابوت فیہا سکینۃ کے صدمہ مفارقت نے خستہ حال بنا کر مبتلاء مراق وسوداویت کر دیا تھا۔ حضور کے غلام زادگان میں ایک بچی دو بچے رہ گئے تھے۔ عرصہ آٹھ ماہ کا ہوا کہ قضیہ مرضیہ الٰہیہ چھوٹا غلام زادہ محمود اشرف نامی ہشت سالہ وہ بھی نہایت ذکی وذہین ومتین تھا۔ دفعۃً مبتلاء ہیضہ ہوا، نو گھنٹے میں روپوش آغوش رحمت الٰہی ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت سے غلبہ سوادیت ومراقیت اور شدہ اختلاج قلب نے سخت متوحش کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ حضور کے غلام زادے برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے پڑھانے سے بھی مقعر

ہو گیا ہوں۔ بضرورت ایک قابل خوش عقیدہ عالم ولایتی کو مبلغ عدد بیس روپے مشاہرہ پر کچھ عرصہ سے مقرر کرلیا ہے۔ چند سبق وہ پڑھاتے ہیں اور چند میں پڑھالیتا ہوں۔ صدقہ برکات حضور پرنور سلمہم اللہ تعالیٰ کا بعونہ تبارک وتعالیٰ فی الحال، مطول، میر زاہد، امور عامہ، قاضی مبارک، صدرا، ہدایہ شریف، حسامی، برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے درس میں ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ رب عزوجل کے فضل وکرم سے بمیامن وبرکات حضور پرنور، عقل وفہم وطبع، نہایت سلیم ومستقیم اور تیز ہیں اور ذہن بہت روشن وصاف ہے۔ تحفظ واستحضار قوی ہے۔ محض مطالعہ سے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔ ادنیٰ اشارہ میں سمجھ جاتا ہے۔ کچھ انگریزی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ ایک بی اے ماسٹر گھر آکر پڑھا جاتے ہیں۔ حضور پرنور دامت برکاتہم العالیہ کے نام نام اسم گرامی کا والہ وشیدا ہے۔ ہر وقت حضور سرکار اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ کا دم بھرتا ہے۔ بارگاہ اطہر میں حاضری اور قدم بوسی اور اس گرامی آستانہ قدسیہ کا کتا بننے اور حضور پرنور کے زیر اقدام ہمایوں رہ کر تکمیل علوم وفنون اور اکتساب فضائل وانوار، فیوض وبرکات نورانی وروحانی کا بے حد مشتاق ہے۔ اور ہمیشہ اس آرزو میں بے قرار رہتا ہے۔ الحمد للہ یہ سب میری خوش نصیبی ہے اور اس کی اعلیٰ سعادت وارجمندی کی دلیل ہے اور یہ سب حضور انور ہی کا پرتو انوار وتجلیات توجہات قدسیہ ہے۔

بہر حال حضور اقدس کے میامن دعاء وبرکات کا امیدوار ہوں، خدا کے فضل وکرم سے حضور اطہر کے صدقے میں برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کسی لائق ہو جائے اور کچھ علمی رنگ اس پر چڑھ جائے، تو ان شاء اللہ العزیز المتعال جلالیابی کے لیے وہ بارگاہ حضور انور حاضر ہوگا اور بعونہ تعالیٰ وہیں کندن پائے گا۔ حسبنا اللہ وکفیٰ۔

برادر عزیز بشیر میاں مرحوم کا محمد زاہد نام ایک بچہ ہے، وہ بھی میرے ہی پاس میرے زیر نظر رہتا ہے۔ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ سے دو ماہ چھوٹا ہے۔ کچھ غبی ہے۔ شرح وقایہ، شافیہ، کافیہ، میزان المنطق، یوسف زلیخا پڑھتا ہے۔ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ اور مولوی صاحب ولایتی اس کو پڑھاتے ہیں۔ حضور دعا فرمائیں۔ اس کا ذہن بھی روشن اور تیز ہو۔

(فقیر عبد السلام قادری، جبل پوری) ۸؍ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی مخزونہ بکتاب خانہ غلام جابر مصباحی، ص: ۴۰؍۴۱)

دوسرا خط

صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ کاقلمی یہ گیارہ خط ہے۔ص:۵۰ ہے۔

از جبل پور
۲رشوال ۱۳۳۳ھ

حضور پرنور اکرم سرکار اعظم، آقائے نعم، سلطان العلماء المتصدرین برہان الفضلاء المتبحرین محی الدین والملۃ الطاہرۃ، مجدد مائۃ الحاضرۃ، اعلیٰ حضرت، امام مجتہد اہل سنت، بحر العلوم، کاشف سر المکتوم، قطب المکان وغوث الزمان، قبلہ جانم کعبہ ایمانم، مفیض الکلمات الربانیہ علی العالم سیدنا وسندنا مرشدنا، ملاذنا، وسیلتنا برکتنا فی الدنیا والدین، آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، مولانا العلامۃ الکبیر والبدر المنیر روحی فداہ دامت برکاتہم العالیۃ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب وتحیات نیاز مملوکانہ بجا آوردہ عرض میں رسانم۔ حضور کا خانہ زاد غلام برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ، ان شاء اللہ العزیز، ۷رشوال المکرم بدھ کو یہاں سے روانہ ہوگا اور پنجشنبہ کی شام کو غالباً عشاء کے وقت بریلی شریف پہنچ کرشرف قدم بوسی سے سرفراز ہوگا۔

میں نے اسے اپنے طور پر معقول ومنقول کی درسی کتابیں بقدر ضرورت وکفایت پڑھادی ہیں۔

صدقہ برکات میامن حضور اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا غلام زادہ حفظہ اللہ تعالیٰ بفضلہ عزوجل نہایت فہیم وذکی وذہین ہے اور فہم مقاصد ومطالب کتب واخذ وادراک، مسائل علوم وفنون کی کافی استعداد وقابلیت رکھتا ہے۔ لیکن واقعی وہ علوم جو علوم حقیقۃ، علوم عالیہ، علوم حقہ ہیں۔ ان کا مالک ان کا خازن وقاسم رب تبارک تعالیٰ نے اپنے فضل وعطا سے حضور اقدس کو ہی بنایا ہے۔ حضور ہی، ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوی خیراً کثیرا۔ کے اجل واکمل افراد اور یزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ کے اخص جانشینان مسند ارشاد سے ہیں۔ صرف عالی بارگاہ حامل لواء العلم الاعلیٰ مالک ازمۃ الفہم الاسنیٰ میں حاضر باشی۔ وہاں کی ملازمت وخدمت وکفش برداری اور آنحضور اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ کی رشحات نگاہ لطف وکرم مربیانہ کا یک رشحہ زکیہ بھی باذن اللہ تعالیٰ اشراق علم ومعرفت، وتنویر فہم وذہن

وذکاء وحل دقائق کے لیے کافی ہے۔

رسمی کتابی علم تو ہر جگہ حاصل ہو سکتا ہے۔ (مگر میرے ایمان میں اس وقت تو علم وہی علم ہے، جو خاص اس عالی بارگاہ علوم ربانیہ سے انعام فرمایا جائے، کہ بحمد اللہ تعالیٰ جس کی حقانی ضیائے پر جلال، سراپا نور ورحمت وبرہان بنا کر ہمیشہ غالب وقاہر اور حق کا معین وحامی وناصر رکھے اور اس کے برکات سے سخت سے سخت تر عریصات علوم وفنون کا آسانی سے انحلال ہو جائے۔ غلام زادہ کو حضور کے زیر نعلین پاک ڈال کر حضور کی کریمانہ مربیانہ، الطاف ومراہم کا امیدوار ہوں۔

محمد عبد السلام رضوی ۲ر شوال ۱۳۳۳ھ

(صحائف رضوی وعرائض قلمی مخزونہ بکتاب غلام جابر مصباحی، ص: ۵۰)

<u>تیسرا خط</u>

صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی کا یہ تیرہواں خط ہے۔ ص: ۵۵، ۵۶ ہے۔

از جبل پور

۱۲ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور پرنور اکرم سرکار اعظم، آقائے نعم، سلطان العلماء المتصدرین، برہان الفضلاء المتبحرین محی الدین والملۃ الطاہرۃ، مجدد مائۃ الحاضرۃ، اعلیٰ حضرت، امام مجتہد اہل سنت، بحر العلوم کاشف السر المکتوم، قطب المکان، غوث الزمان، قبلہ جانم کعبہ ایمانم، مفیض الکلمات، الربانیۃ علی العالم سیدنا وسندنا ومرشدنا، ملاذنا ملجانا، وسیلتنا برکتنا فی الدنیا والدین آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، مولانا العلامۃ الکبیر والبدر المنیر روحی فداہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آداب وتحیات نیاز مملوکانہ بجا آوردہ عرض می رسانم۔ کہ بندہ زادہ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے نام طلعت افروز شدہ گرامی مفاوضہ ساطعہ مقدسہ کرام ورحمت میں ضعف وناسازی مزاج وہاج اقدس کا حال پڑھ کر بندگان حضور والا فکر مند ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ بفضلہٖ میرے آقائے نعمت کو شفاء عاجل وکامل عطا فرما کر اپنے عون وعنایت وحفظ وحمایت

میں باامان وصحت وعافیت تامہ دائمہ سلامت باکرامت رکھے آمین۔

اس دورِ فتن میں سنت واہل سنت کی عزت وسطوت وعظمت شان پر قہر وجلال فاتحانہ کا وجود وبقاء وقیام بفضل اللہ تعالیٰ خاص حضور اقدس مدظلہم العالی ہی کے سوانح نفحات زاکیات کا صدقہ اور حضور ہی کے ذات بابرکات گرامی سے وابستہ ہے۔

حضور کی صحت وعافیت وسلامت ذات والا صفات اسلام اور مسلمان اہل حق وہدی کے لیے بحمد اللہ تعالیٰ آب حیات ہے۔ متع اللہ المسلمین بسلامۃ ذاتہ وطول حیاتہ، وافاض علینا من نفحاتہ وبرکاتہ۔

الحمدللہ کہ بندہ زادہ برہان میاں حفظہ اللہ تعالیٰ کے مستخرجہ نقشہ اوقات رمضان مبارک بموفق عرض رسانیدہ نے سرکار عالی میں شرف قبولیت کی عزت پائی اور حضور اطہر مدظلہم الانور نے بعنایت مربیانہ کے اس متعلق از کی تعلیم وبہترین افادۂ طریق تحقیق وتدقیق سے اپنے غلام زادہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ حضور کا یہ انعام سعادت بندگان بارگاہ کے لیے موجب ہزار ہزار فخر ووسیلہ جلیلہ مزید شوق علوِ ہمت وانشراح صدر ہے۔

میری یہی آرزو ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ وتائیدہ وحسن توفیقہ حضور اقدس سلمہم اللہ تعالیٰ کے برکات توجہ انور سے وہ حضور کا خانہ زاد غلام ہمیشہ حمیت سنیت ونصرت دین وملت میں کچھ لکھتا لکھاتا مشاق اور قلم سے بہمت اپنے پاک مذہب کی خدمت گزاری میں خوب مستعد وچاق رہے۔ رب تبارک وتعالیٰ اس کو خاص حضور ہی کے ممتاز خان نعم فیض عام کا زلہ رہا اور حضور ہی کے سنی سنیہ کا متبع رکھے۔ آمین

زہے سعادت ما کہ جب کبھی اپنے حسب مبلغ وہ کچھ مضمون لکھ کر استفادہ حضور بارگاہ اقدس میں حاضر کرے، تو مربیانہ جزائل افادہ واصلاح کے رشحات زاکیات سے اس کا بڑھتا ہوا شوق وحوصلہ اور مفرق علمی سرسبز وشاداب فرمایا جائے۔

بموجب استدعا گرامی حضرت والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ کے میں اس کو حضور سلمہم اللہ تعالیٰ سے صرف پندرہ بیس روز کی اجازت پر اپنے ہمراہ لے آیا تھا کہ اتفاق سے یہاں طاعون شروع ہوگیا اور ساتھ ہی اسی اثنا میں بمشیت سبحانی عرصہ تک بہم کچھ ایسے عوائق پیش آتے رہے کہ ناگزیر ٹھہر جانا پڑا اور نکلنا نہ ہوسکا۔ حضور کا یہ خطاوار عاصی غلام بارگاہ رحم وکرم

میں اظہار غایت ندامت کے ساتھ عفو تقصیر کا مستدعی ہے۔

بندہ زادہ حفظہ اللہ تعالیٰ اب ...ری بارگاہ اقدس کے لیے بے قرار ہے اور تمام تر ہمت وعزیمت اس کی حضوری آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہے۔ مکانوں کی مرمت اور بعض خانگی ضرورتوں کے انتظام سے فرصت پا کر ان شاء اللہ تعالیٰ الرحمٰن المستعان بعونہ نعمت شرائف نیاز قدم بوسی سے سرفراز ہونے والا ہے۔

للہ الحمد والمنۃ نور دیدہ عزیزہ بہو حفظہا اللہ تعالیٰ کو اب ہمیں توجہ وبرکت دعاء قدسی حضور انور سلمہم اللہ تعالیٰ کے بالکل آرام وصحت کلی وشفاء تام حاصل ہے اور جمیع صغار وکبار بحمد اللہ تعالیٰ مع الخیر والعافیہ ہیں۔ مخدومہ والدہ ماجدہ سلمہا اللہ تعالیٰ اور جمیع اقارب واعزہ حفظہم اللہ تعالیٰ بحضور پر نور وبحضور مکرمہ ومحترمہ قبلہ امی سلمہا اللہ تعالیٰ آداب وقدمبوسی عرض رساں ہیں۔ مزید بریں غیر ازیں کیا عرض کروں کہ صحت وعافیت مزاج وہاج اقدس کے مژدہ یابی کا امیدوار ومستدعی ہوں۔ ادام اللہ تعالیٰ سلامۃ وافاض علی العالمین برہ وکرمہ۔

۲۹ رشعبان شریف بدھ کو یہاں ابر غلیظ رہا اور بارش بھی خوب ہوئی اور دور تک مطلع صاف نہ رہنے کی وجہ سے اس دن کہیں رویت نہیں ہوئی۔ جبل پور اور یہاں کے کل گرد ونواح میں پہلا روزہ جمعہ کا ہوا۔ والسلام

رقیمہ نیاز سگ بارگاہ رضوی فقیر حقیر عبدالسلام جبل پوری کان اللہ لہ

۱۲ ررمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سہ شنبہ

(صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی مخزونہ بکتاب خانہ غلام جابر شمس، ص: ۵۵/۵۶)

رضائے مصطفیٰ

جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی ایک تحریک تھی اور ہے۔ اس کی زریں خدمات کا ایک روشن ریکارڈ ہے۔ حضور برہان ملت علیہ الرحمہ اس کے ایک فعال رکن تھے۔ یہاں ان کی ایک نایاب تحریر نقل ہوتی ہے، تاکہ سند رہے۔ جس کا سرنامہ اس طرح ہے:

'حامی سنت ماحی بدعت، فاضل نوجوان جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبد الباقی صاحب برہان الحق جبل پوری دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

جماعت رضائے مصطفیٰ (علیہ اکمل الصلوٰۃ والثنا) اپنے نورانی فرائض سنیہ اور خدمات مرضیہ کو جس حسن وخوبی اور کمال عظمت بشان حمایت واتباع واشاعت سنت مطہرہ کے ساتھ انجام دے رہی ہے۔ وہ بحمدہ تعالیٰ ہر حیثیت سے قابل تحسین وستائش ہیں۔ ایدہا اللہ تعالیٰ ونصرها حماها بفضله وبحرمة نبيه الكريم عليه وعلىٰ آله وصحبه اكمل الصلوٰة والتسليم۔

وانا الفقير عبد الباقي محمد برہان الحق القادری الرضوی الجبلفوری غفرله

(روداد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، ص:۲۲، سادوم، بریلی ۱۳۴۰ھ)

جماعت ظاہرین

یہ ایک فعال ومتحرک تنظیم تھی۔ اپنے عہد میں اس تنظیم نے نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ الحاج رمضان علی عبد العزیز علیہ الرحمہ خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کے حاضر باش خادم خاص تھے۔ نہایت باادب، باشعور اور رمز سناش ومزاج سناش تھے۔ انہوں نے حضور برہان ملت کو اس تنظیم کا بانی لکھا ہے۔ سید عبد الکبیر مرحوم ناظم جماعت تھے۔ اراکین تو وہ سارے شیدایان اسلام اور فداکارانِ شاہ عبد السلام رہے ہوں گے۔ جماعت ظاہرین علی الحق، یہ نام ایک حدیث پاک سے مستعار ومستفاد ہے۔ اس جماعت کو جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی ایک ذیلی شاخ یا توسیعی کڑی سمجھنا چاہیے۔ جماعت ظاہرین جبل پور کا تعارف، جو آج سے بانوے سال پہلے کرایا گیا تھا۔ حسن اتفاق سے اس وقت پیش نظر ہے۔ جو ہدیۂ قارئین ہے

دعوت جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور

(از اراکین جماعت موصوف الصدر)

حضرات برادران اہل سنت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ حضرات پر روشن ہے کہ آج آپ کا مقدس اسلام کن مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے

اور اس وقت سچے حامیان علم دین اور ربانی حقانی عالمین پر کیسے تان تان کر حملے ہو رہے ہیں ہماری غیرت ایمانی یہ برداشت نہ کر سکی کہ ہماری قدیم شاہراہ حق پر روڑے اٹکارے جائیں پیشوایان دین وملت اور اکابر علمائے اہل سنت سلمہم اللہ تعالیٰ پر گوناگوں افترا اور ذورو بہتان کے ساتھ زبان درازیاں کی جائیں اور رنگ برنگ کی فریب کاریوں، دھوکہ بازیوں کے جال میں پھانس کر عوام کو گمراہ بنائے جائیں اور ہم حق کا نام لینے والے ٹھنڈے دل سے دیکھیں سنیں اور خاموش بیٹھے رہیں۔ نصرت حق کو نہ اُٹھیں۔

ہمارے علمائے کرام اہل سنت بعونہ تعالیٰ دماغی قلمی زبانی ہر طرح دین کی نصرت وحمایت میں اپنا فرض پورا کر رہے ہیں تو کیا ہمارے سنی بھائیوں کا فرض نہیں کہ وہ اپنے حسب مقدرت خدمت وحمایت میں کچھ حصہ لیں ضرورت ہے اور اس لیے ہم خدام وفدا کاران اہل سنت نے بتوفیق اللہ تعالیٰ وتائیدہ ایک جماعت قائم کی ہے جس کا نام ُظاہرین علی الحق' رکھا ہے اس کے اغراض ومقاصد حسب ذیل ہیں اگر آپ حضرات اہل سنت ان اغراض ومقاصد سے متفق ہیں، تو جلد از جلد نہایت خلوص قلب کے ساتھ اس میں شریک ہوں اور اس جماعت کو اپنے مبارک مقاصد میں اعلیٰ مدارج ترقی پر پہنچا کر اپنے صدق واخلاق واستقامت علی الدین کا ثبوت دیں۔

اغراض ومقاصد

۱: ہماری جماعت حتی المقدور دشمنان دین کے ناپاک حملوں کی باحسن وجوہ تحریراً یا تقریراً مدافعت کرے گی اور مخالفین کی اُن غلط بیانیوں، دھوکہ بازیوں، افتراؤں کا پردہ کھولے گی جن سے وہ سیدھے سادھے عام مسلمانوں کو علمائے اہل سنت سے بدعقیدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

۲: ہماری جماعت ان مضامین کی اشاعت کرتی رہے گی جو سنت وعلمائے اہل سنت کی حمایت اور اعدائے دین کے حملوں کی مدافعت میں ہوں۔

۳: ہماری جماعت نزدیک ودور کے اپنے ہم عقیدہ تمام اہل سنت کو اپنے ہی افراد سمجھتے ہے اور جماعت کوشش کرے گی کہ اپنے حلقہ اہل سنت کے تمام افراد میں باہم اتفاق واتحاد ومحبت ووداد قائم ہو۔

ہمارے حضرات اہل سنت کو بھی چاہیے کہ ہمارے علم کے لیے وہ بخوشی خاطر اپنا اسم گرامی جماعت کے دفتر میں درج کرادیں۔

شرائط شمولیت

ا: ہماری جماعت میں صرف وہی حضرات شامل ہوسکیں گے جو متصلب صحیح العقیدہ سنی اور قدیم شاہراہ سنت وصراط مستقیم شریعت پر قائم ہوں اور اجماعیات سلف ومسلمات جماہیر کے تابع۔

۲: ہماری جماعت میں شامل ہونے والے کو شرعی تہذیب کے دائرہ میں رہنا ہوگا۔

۳: جماعت میں داخل ہونے کا عطیہ اور ماہانہ چندہ حضرات اہل سنت کی عالی ہمتی پر موقوف ہے۔

۴: نہایت ضروری ہوگا کہ جو امداد آپ حضرات اپنی بلند حوصلگی سے اپنے ذمہ لیں، ماہ بماہ یا سال بسال عطا فرماتے رہیں، یاد دہانی کی حاجت نہ ہو۔

۵: جو امور دین کو مفید یا مضر ہوں ان کا کرنا یا نہ کرنا علمائے کرام کے ارشاد پر موقوف ہوگا کثرت رائے سے اس کی موافقت یا مخالفت بیسود ہوگی۔

اطلاع ضروری

جماعت کے متعلق تمام خط وکتابت وارسال زر چندہ بنام سید عبدالکریم ناظم جماعت ظاہرین علی الحق محلہ اوپرین گنج جبل پور ہونی چاہیے۔ (ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور ۱۷ر جولائی ۱۹۲۲ء، ص:۴)

ترک گاؤ کشی

عید قربانی اور عام دنوں میں گائے ذبح کر کے کھانا اسلامی شریعت میں جائز ومباح ہے۔ تحریک آزادیِ ہند کے شور وہنگامہ میں غیر مسلموں کا مطالبہ تھا کہ مسلمان گاؤ کشی ترک کردیں۔ کانگریسی علماء دیوبند نے اس مطالبہ کو مان لیا تھا۔ لیکن عام مسلمان خصوصاً مسلمانان اہل سنت نے اس بے جا مطالبہ پر زبردست احتجاج کیا تھا۔ سی پی گزٹ ۳ر جون ۱۹۲۲ء کو یہ خبر چھپی کہ کونسل نے گائے ذبح نہ کرنے کی تجویز پاس کردی ہے۔ تو جماعت

ظاہرین علی الحق نے سخت نوٹس لی اور اپنا شدید احتجاج درج کرایا۔ ایسی ایک احتجاجی تحریر پیش نظر ہے۔ جو یہاں نقل کی جاتی ہے۔ یہ تحریر مسلمانوں سے اپیل کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

از: جماعت ظاہرین علی الحق شہر جبل پور محلہ اوپرین گنج

سی پی گزٹ ۳؍ جون ۱۹۲۲ء نے آخر شائع کر دیا کہ کونسل میں ذبح گاؤ کی قطعی ممانعت کا رزولیوشن پاس ہو گیا اور مسلمانوں سے ان کی غربا پرور غذا چھین لینے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ کیا مسلمان اسے ٹھنڈے جی سے دیکھیں گے کہ ہمارا مذہب اسلام جس کی اباحت پر ناطق ہے۔ بلکہ ہندوستان میں اس کے شعار اسلام اور حسب اقتضائے وقت اس کے وجوب پر زور دے رہا ہے۔ اور ہماری مہربان گورنمنٹ نے ہمیشہ سے جس کی آزادی دے رکھی ہے کیا یہ اپنا مذہبی مباح۔ یہ ہندوستان کا اسلامی شعار اور گورنمنٹ کی ہمیشہ سے دی ہوئی اس آزادی کو کونسل کے چند ہندو ممبران کے بیجا جذبات وتعصب ونفسانیت پر قربان کر دیں گے۔ کیا مسلمان اپنی آئندہ نسلوں کے لیے ہندوؤں کی طرح گائے پرستی کی رسم چھوڑ جائیں گے۔ کیا ان کے دلوں میں گائے کی عظمت ومعبودیت کا عقیدہ بٹھا جائیں گے کیا خلافت خلافت کی پکار اسی کے لیے تھی۔

مسلمانو اٹھو کہ ابھی وقت باقی ہے اور گورنمنٹ کے انصاف کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا۔ ہر قومیت والو جلسے کرو اور کونسل کے اس مذہب شکن دل آزار اشتعال انگیز مبنی بر شر وفساد ورزولیوشن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرو اور گورنمنٹ پر ظاہر کر دو کہ ابھی مسلمانوں میں دینی، مذہبی احساس باقی ہے اور گورنمنٹ نے مذہبی حقوق کے متعلق جو وعدے کیے ہیں ہمیں ان پر ابھی اعتماد ہے مگر گورنمنٹ نے اس رزولیوشن کو پاس کر لیا اور جاری کر دیا تو ہم یہ یقین کر لینے پر مجبور ہوں گے کہ گورنمنٹ نے اپنے وعدوں کو پس پشت ڈال دیا اور مذہبی امور میں خلل انداز ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ گورنمنٹ سے مسلمانوں کی بد دلی جا بجا بدامنی کشت وخون اور گورنمنٹ کی پریشانی کے سوا کچھ نہ ہوگا اور اس وقت گورنمنٹ بنائے کچھ نہ بنے گی۔

(نوٹ: یہاں اخبار کے ایڈیٹر کی طرف سے ایک نوٹ بھی ہے جو پڑھنے میں نہ آئی)

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور، ۲۶؍۱۹۲۲ء، ص:۸)

تحریک کھدر

بیسویں صدی عیسوی کا ربع اول بڑا طوفانی گزرا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی تحریک ضرور وجود پذیر ہوتی تھی۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ہندو مسلم اتحاد، تحریک ریشمی رومال اور تحریک کھدر، اسی جذباتی دور کی یادگاریں ہیں۔ ان تمام تحریکوں میں کانگریسی علما یعنی علما دیوبند اور ابن الوقت مسلم عمائدین پیش پیش تھے اور اب وقت اور حالات نے یہ ثابت کردیا کہ وہ علما وعمائدین نہ کامل اسلامی شعور رکھتے تھے اور نہ اسلامی شعائر سے انہیں کوئی خاص دلچسپی تھی۔ ان کو تو وقت کے گرم توے پر صرف اپنی روٹی سینکنی تھی اور جھوٹی شہرت مطلوب تھی۔ دیسی کپڑا اور ولایتی کپڑا کے تعلق سے برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی جبل پوری کی ایک چشم کشا تحریر پڑھیے۔ جو فقہی ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی اہمیت بھی رکھتی ہے۔

اسلام اور ولایتی کپڑا

مسئلہ از: ٹمرنی تحصیل ہردہ ضلع ہوشنگ آباد

مرسلہ: محمد یوسف خان رحیم خان صاحب دوکان سیٹھ حاجی جمال احمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملہ میں کہ یہاں چند شخصوں نے یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ ولایتی کپڑے سے نماز ادا کرنا حرام ومنع ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اس سے منکر نہیں ہوسکتا مگر جس شخص کے پاس کپڑے ہوں اور وہ غریب ہے اور زیادہ وسعت اور اس کو نہیں تو کیا کرے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: کپڑا دیسی ہو یا ولایتی اعلیٰ درجہ کا ہو یا ادنیٰ درجہ کا۔ موٹا ہو یا باریک دستی بنا ہوں یا میل اور مشین کا۔ بشرطیکہ خارجی شرعی وجوہ حرمت وکراہت سے خالی ہو۔ شرعاً مباح وجائز الاستعمال علی الاطلاق ہے۔ شریعت مطہرہ نے جو حلال فرمایا، وہ ہمیشہ حلال ہے۔ کسی کے حرام کیے حرام نہیں ہوسکتا۔ نماز ہر پاک وصاف طیب وطاہر کپڑے کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ وہ ولایت ہو یا دیسی۔ نماز جائز ہونے کے لیے دیسی کپڑے کی تخصیص کرنا اور ولایتی کپڑے سے نماز حرام ومنع بتانا شریعت مطہرہ پر جھوٹا افترا کرنا اور دل سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبٰت من الرزق۔ (اے محبوب کہہ دو کون ہے جو حرام کرے اللہ کی دی ہوئی اس زینت کو، جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا فرمائی اور پاک رزق سے۔)

اور فرماتا ہے: يا ايها الذين آمنوا لاتحرموا طيبٰت ما احل الله لكم ولا تعتدوا ان الله لايحب المعتدين۔ (اے مسلمانو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرلو جو تمہارے لیے اللہ نے حلال فرمائیں۔ اور حد سے نہ بڑھ جاؤ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو نہیں چاہتا۔)

اے عزیز مسلمانو! اللہ عزوجل نے جو چیز تم پر حرام فرمائی، جس سے بچنے احتراز کرنے کا حکم دیا اسے یقیناً حرام سمجھو۔ اس سے بچو، محترز رہو۔ اور جو چیز تم پر حلال فرمائی اور تمہارے لیے مباح کیا تمہیں اختیار ہے اسے استعمال کرو یا نہ کرو۔ مگر اس کی حرمت کا اعتقاد نہ کرلو کہ تمہارا اس حلال یا مباح چیز کو حرام سمجھنا شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ولایت کپڑے کے ساتھ نماز حرام بتانے والے کو دا ایسے حرام فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں جس سے اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں صراحۃً منع فرمایا اور اس کے مرتکب ہونے والوں کو ایمان سے خارج بتایا۔ ارشاد فرماتا ہے: يا ايها الذين آمنوا ان تطيعوا الذين كفروا يردوكم على اعقابكم فتنقلبوا خسرين۔ (اے ایمان والو اگر تم کافروں کا کہا مانو گے وہ تمہیں الٹے پیر (اسلام سے کفر کی طرف) پھیر دیں گے۔ تو تم سخت نقصان کے ساتھ لوٹو گے۔)

اور فرماتا ہے: يا ايها الذين آمنوا لا تتخذوا الكفرين اولياء۔
(اے مسلمانو! کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ۔)

اور فرماتا ہے: ترى كثيرا منهم يتولون الذين كفروا بئس ماقدمت لهم انفسهم ان سخط الله عليهم وفى العذاب هم خلدون۔ ولو كانوا يومنون بالله والنبى وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء ولكن كثيرا منهم فسقون۔
(تم دیکھتے ہو ان میں سے بہتوں کو کہ کافروں سے دلی دوستی کرتے ہیں۔ بہت ہی

بُرا کیا پہلے خود انہوں نے اپنے لیے کہ اللہ ان پر غضب فرمائے اور یہ عذاب میں ہمیشہ رہیں۔ اور اگر یہ اللہ پر ایمان رکھتے اور نبی پر اور جو نبی پر نازل ہوا۔ (یعنی قرآن پر) تو کافروں کو اپنا دلی دوست نہ بناتے۔ لیکن بہت ان میں سے نافرمان ہیں۔)

مسلمانو! غور کرو کہ تمہارے رب عزوجل کے تو یہ ارشاد ہیں اور جو لوگ تمہاری نمازوں کو بلکہ تمہارے باپ دادا کی اور ان تمام بزرگوں کی نمازوں کو حرام بتا رہے ہیں، جنہوں نے ولایتی کپڑے ہی پر گزر کی اور عمر بھر کی نمازیں ولایتی کپڑوں کے ساتھ گزاریں۔ وہی حلال کو حرام بتانے والے نام نہاد مولوی آج اللہ عزوجل کے ان احکام وارشادات کے خلاف حرام قطعی کو حلال ٹھہرا کر ایک مشرک کو اپنا ولی ودوست کیا معنی۔ اپنا رہبر و رہنما، پیشوا، سردار اعظم چنین وچناں اور اس مشرک کو معاذ اللہ نبی تک ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ان نام نہاد مولویوں نے اپنے ایمان تو یوں گاڑے اور اب تم سے اسی مشرک کی پیروی کرا کے تمہارے ایمان کو بھی بگاڑا چاہتے ہیں اور ولایتی کپڑا جس کا پہننا تم پر شرعاً مباح ہے۔ آج اسی مشرک کے خبط کا پیرو اور متبع بنانے کے لیے تم پر حرام کیا جا رہا ہے خوب یاد رکھو شریعت مطہرہ نے ولایتی کپڑا تم پر حرام نہیں کیا مسٹر گاندھی حرام کرا رہے ہیں۔ اور دیسی کپڑا پہننا تم پر شریعت مطہرہ نے فرض نہیں، کیا مسٹر گاندھی فرض بنا رہے ہیں۔ اب اپنے ایمان سے فیصلہ کرو۔ شریعت مطہرہ کی پیروی تم پر فرض ہے یا گاندھی کی۔ ابھی مشرک کی پیروی کے متعلق قرآن کریم کے صریح ارشادات گزرے۔ یاد رکھو شریعت مطہرہ کے حلال یا مباح کو حرام بتانا شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے اور قرآن عظیم کے حرام کو حلال اعتقاد کرنا دل سے نئی شریعت گڑھنا ہے اور خود فعل حرام کو اپنا دستور العمل بنانا۔ اور عوام کو ارتکاب حرام کی ترغیب دینا شریعت سے جنگ کرنا ہے۔

یہ مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ صریح ظلم اور ظالم بے دین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: **انما یفتری الکذب الذین لایومنون**۔ (یقیناً جھوٹا افترا وہی کرتے ہیں جو ایمان دار نہیں۔) اور فرماتا ہے: **ومن اظلم ممن افترا علی اللہ الکذب**۔ (اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا افترا کرے۔) اور فرماتا ہے: **فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لایھدی**

القوم الظالمین۔ (اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا افترا باندھے تا کہ اپنی بے علمی (یعنی جہالت) کے سبب لوگوں کو گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔)

الغرض استفسار میں مستفسر نے جسے مسئلہ سمجھا ہے نہ وہ شرعی مسئلہ ہے اور نہ اس پر عمل کرنا شریعت مطہرہ کا اتباع۔ وہ ایک مشرک کا بے ہودہ خبط اور مہمل اختراع ہے اور اس پر عمل کرنا مشرک کا اتباع۔ جس کے حرام ہونے پر آیات کریمہ اوپر نقل کر چکا۔ کسی چیز کے حرام یا حلال ہونے کے متعلق شریعت مطہرہ کی اصل عام یہ ہے کہ ثبوت حرمت کے لیے نص قطعی اور دلیل و محبت یقینی شرعی کا ہونا لازم و ضروری ہے اور ثبوت حلت و اباحت کے لیے اس کے منع پر شرع مطہر سے کسی خاص دلیل کا نہ ہونا ہی اس کی اباحت و جواز کے لیے کافی ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے 'الاصل فی الاشیاء الاباحة' ہر چیز کی صفت اصلیہ اس کا مباح ہونا ہے۔

تو کسی چیز کو اس کی اصل سے پھیرنے اور حلال یا مباح کو حرام بتانے کے لیے ضرور ضرور دلیل شرعی قطعی کتاب و سنت و اجماع امت کی درکار رہتے۔ وہ مولوی صاحبان جو اس وقت مسٹر گاندھی کے متبعین و پسروان سے ہیں۔ جنہوں نے کتاب و سنت کے واجب الاعتصام روشن ہدایتوں کی خلاف ورزی کی اور اتباع غیر سبیل المؤمنین کو اپنا شعار بنایا جنہوں نے مسٹر گاندھی کی دعوت غوایت و طغیان کو بڑے تپاک کے ساتھ قبول کیا۔ پورا اثر غوایت لیا اور اسے عوام تک پہنچایا اور اس کا کام، اس کے اہتمام اور اغوائے عوام کی سرانجام دہی کو اہم مہمات دین و ایمان سے جانا۔ جن آیات و احادیث کو اپنے مدعائے حصول سوراج اور اپنے مقتدا و پیشوا، مسٹر گاندھی کی سورشی تحریکوں کے خلاف پایا انہیں پس پشت ڈالا یا تحریف و تغییر باطل کا جامہ پہنا کر گاندھوی مغویانہ تباہ کن خیال فاسد کا رنگ چڑھا کر اصلی حقیقی نورانی مطلب و معنی کی جگہ بعید از حقانیت، جعلی مصنوعی، ظلماتی مقصد و منشا کو جمایا۔ جنہوں نے اپنی آیات و احادیث کی اتباع و خدمت گزاری میں بسر شدہ عمر کو آخر وقت میں ایک بت پرست پر نثار کر دیا۔ اور خود ہی بڑے فخر و مسرت کے ساتھ اس کا اعتراف کیا جنہوں نے پیروی مشرک کو معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بتایا۔

ایسے مولوی صاحبان یا ان کے اتباع و مقلدین اسلام کے لیے ننگ و عار نام نہاد

فرضی مولوی صاحب جن کے شاندار ایمان اور دیانتداری۔ صداقت شعاری کے روشن کارناموں میں سے بعض مذکور ہوئے وہ ایک مولوی صاحب ہوں۔ یا ایک سو یا پانچ سو یا پانچ ہزار مولوی صاحبان ہوں امور دین واحکام شرع میں کتاب وسنت واجماع امت اور اصول وقواعد مدونہ مقررہ شرعیہ کے خلاف ومزاحم کوئی جمیعت کوئی اتفاق کوئی فتویٰ اصلاً قابل اعتبار، قابل استناد نہیں کہ ایسا اجماع، ایسی جمیعت، شرعی اجماع وجمیعت ہیں۔ نہ ایسا فتویٰ شرعی فتویٰ۔ بلکہ یہ کھلا ہوا طغیان وعدوان اور فتنہ وفساد فی الدین کا اعلان اور شریعت حقہ محمدیہ کے مقابل غیر سبیل المؤمنین اور نئی گڑھی ہوئی شریعت گاندھویہ کی طرف دعوت اور تباہ کن اسلام ومسلمین تبلیغ کا سامان ہے۔

مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے اسی قدیم صراط مستقیم کی پیروی پر ثابت قدم رہنا واجب ومتحکم اور اس کے برخلاف گاندھی کے مقلد ومتبع مولوی صاحبوں کی پُر غوایت کارستانیوں جدت طرازیوں اور صداقت وحقانیت سے معرا فتووں، تقریروں، تحریروں کی تعمیل سے اجتناب لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جہنم وسأت مصیرا۔ (جو رسول سے مخالفت ہوا اس کے لیے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اس نے مسلمانوں کی راہ کے سوا اور راہ کی پیروی کی اسے ہم اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا۔ اور ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے وہ بہت بری پھیرنے کی جگہ ہے۔

اور فرماتا ہے: ولا تتبعوا اہواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل (ایسی قوم کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور بھٹک گئے سیدھی راہ سے۔)

اور فرماتا ہے: ولا تطیعوا امر المسرفین الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون۔ (کہانہ مانو حد سے بڑھ جانے والوں کا جو زمین میں فساد اٹھاتے ہیں اور وہ صلاحیت پر نہیں۔)

ولکن اکثر ہم لایعلمون (لیکن ان میں سے بہت جاہل ہیں۔)

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ عز مجدہ اتم واحکم۔ وصلی اللہ تعالیٰ

علیٰ خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولانا محمد وآله وصحبه وابنه وحزبه اجمعین وعلینا معهم اجمعین۔

کتبه الفقیر عبد الباقی محمد برهان الحق
القادری الرضوی الجبلفوری غفرله

الجواب صحیح

محمد عبدالسلام صدیقی سنی حنفی قادری رضوی جبل پوری غفرلہ۔
(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور، ۱۹؍جون، ۱۹۲۲ء، ص: ۷ تا ۹)

قبول اسلام

خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کی خدمات گونا گوں ہیں۔ دینی ومذہبی، قومی وملی، سیاسی وسماجی، علمی وادبی، فقہی وشعری، ہر طرح کی خدمت ہے۔ سو طرح کی کارگزاریاں ہیں، کچھ تو عام ہیں، مگر بہت کچھ ابھی پردۂ خفا میں ہے۔ پورا پروجیکٹ بنا کر اس پر کام کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ دعوت دین اور تبلیغ اسلام کے شعبہ میں بھی اس خانوادہ کا نمایاں کردار ہے۔ جماعت ظاہرین علی الحق کی تبلیغی جد وجہد سے جن خوش نصیبوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس کی دو فہرست فی الوقت سامنے ہے۔ پیش نظر کی جاتی ہے۔

سلسلۂ تبلیغ اسلام

از: جناب محمد ابراہیم صاحب نائب ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور

بسلسلۂ اشاعت وتبلیغ اسلام جبل پور میں آستانہ سلامیہ پر حاضر ہو کر شاہزادۂ عالیشان مولانا مفتی برہان الحق صاحب رضوی کے دست حق پرست پر شرف اسلام سے فیضیاب ہونے والے بھائیوں کی ۱۳۴۱ ہجری کے آخری شش ماہی کی فہرست یہ حاضر ہے۔ درج اشاعت فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ ہر ماہ کی دی جائے گی۔

نمبر شمار	تاریخ	نام سابق	ولدیت	قومیت	سکونت	محلہ	اسلامی نام
۱	۲۰ر رجب	مسماۃ چوبی	سکھ دیو	کٹوار	سرکھی حال جبل پور	بھانتیلا	مسماۃ رحیمأ
۲	۲۸ر رجب	سماۃ لونگی	جگت	برونی	ریوان، حال جبل پور	گوہلپور	مسماۃ رحیما بی
۳	۲۴ر رمضان ۱۳۴۱ھ	دھودا	دُرگا	برہمن	جبل پور	ہنومان تالاب	مسماۃ کریماً
۴	۸ر شوال	مسماۃ بھوری	ہنتھیوا	کیوٹ	جبل پور	مدار ٹیکری	مسماۃ رحمت بی
۵	۲۲ر	مسماۃ کندیا	دسین	کٹوار	کوٹی گاؤں حال جبل پور	ساٹھیان کنوان	مسماۃ رحیما بی
۶	یکم ذی قعدہ	سندر سنگھ	ندو	سکھ	مہالہ پنجاب حال جبل پور	ساٹھیان کنوان	محمد بخش
۷	۲۰ر ذو قعدہ	مسماۃ رام بائی	چندوا	کرمی	ریپورہ حال جبل پور	بھاتلیا	مسماۃ رحیمأ
۸	۲۸ر ذی الحجہ ۴۱ھ	مسماۃ گھسیا	چندوا	ڈھیمر	جبل پور	متصل کوٹھی	مسماۃ رحیما بی

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور ۱۷ر ستمبر ۱۹۲۳ء، ص:۸)

قبول اسلام

دوسری فہرست یہ ہے:

از جناب مولوی محمد ابراہیم، نائب ناظم جماعت ظاہرین علی الحق جبل پور، خدام جماعت رضائے مصطفیٰ، بسلسلۂ تبلیغ اشاعت اسلام جبل پور، جناب مولانا مولوی مفتی حاجی محمد برہان الحق صاحب رضوی کے دست حق پرست پر حسب ذیل مشرف بہ اسلام ہوئے:

نمبر شمار	نام سابق	قومیت	اسلامی نام	کیفیت
۷	مسمی کرامت علی	پٹھان	کرامت علی	عیسائیوں کی صحبت میں رہا اس لیے تائب ہوئے۔
۸	مسماۃ وسودیا	برہمن	مسماۃ کریمن	
۹	مسماۃ رام بھائی	برہمن	مسماۃ رحیماً	
۱۰	بلا نام	برہمن	مسماۃ سلیمہ	
۱۱	مسمی ستی بپو	عیسائی	مسمی کمال الدین	
۱۲	مسماۃ بونی	برہمن	مسماۃ نیک بخت	مع اپنے ایک بچہ کے جس کا نام طالب حسین رکھا گیا
۱۳	مسماۃ پریمیا	کرمی	مسماۃ کریماً	
۱۴	مسمی رام لال	لیتا	مسمی رحیم بخش	
۱۵	کشن لال	گونہا	مسمی قاسم	

(ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور، ۱۷ مارچ ۱۹۲۴ء، ص: ۷)

اجمیر کی حاضری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو سلطان الہند حضور غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حد درجہ پیار تھا۔ یہ پیار اعلیٰ حضرت نے اپنی اولاد، تلامذہ اور خلفا میں بانٹ دیا تھا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت سے ہر ادنیٰ تعلق رکھنے والا اجمیر معلیٰ کو اپنی روحانی راجدھانی سمجھتا تھا اور

بارگاہِ خواجہ غریب نواز میں حاضر ہوتا تھا۔ اس حاضری کو وہ اپنے لیے شرف اور سعادت کی بات سمجھتا تھا۔ برہان ملت مفتی عبد الباقی محمد برہان الحق قادری رضوی بارگاہ خواجہ میں فدویانہ حاضری دیتے تھے اور آستاں بوسی کر کے مسرور و مفتخر ہوتے تھے۔ پیش ہے قارئین کی خدمت میں برہان ملت علیہ الرحمہ کی ایک نایاب تحریر۔ یہ تحریر قلبی روحانی عقیدتمندانہ وابستگی پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے۔ برہان ملت لکھتے ہیں:

بسم الله الرحمن الرحيم

الله رب محمد صل عليه وسلما

لك الحمد يا الله وعليك الصلوٰة والسلام يارسول الله وعلىٰ آلك

واصحابك واولياء امتك وعلينا معهم اجمعين۔

رب کریم نے اس سراپا معصیت بندہ ناچیز کو بطفیل نبی رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آستانہ مقدس سرکار غریب نواز حضرت خواجہ خواجگاں سیدنا معین الملۃ والدین سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان پر حاضری نصیب فرمائی اور دربار پرانوار میں حاضری بھی اپنے آقاو آقا زادے حضور پرنور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان دامت برکاتہم القدسیہ کے ہمرکاب ہوئی۔ نور علی نور ہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ پھر میرے برادر طریقت مولانا سید غلام علی صاحب محدث زید مجدہم کے ذریعہ روضہ اطہر میں حاضری اور مرقد مبارک کی زیارت اور سرکار سراپا انوار غریب نواز علیہ الرحمہ کے حضور سلام کا موقع بھی، امید ہے کہ اسی واسطے سے نصیب ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اپنے عزیزان طریقت، عقیدت مندوں اور متوسلین سے گزارش ہے کہ محدث صاحب علیہ الرحمہ کے توسل سے حاضری کے حصول کی کوشش کریں۔ والحمد للہ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ والہ وعترتہ محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

فقیر عبد الباقی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبل پوری غفرلہ۔

۶/رجب المرجب ۱۳۷۴ھ۔

(قلمی تحریر مخزونہ بکتاب خانہ خاکسار غلام جابر شمس پورنوی)

سفر نامہ اعلیٰ حضرت

جبل پور کا تاریخی سفر: ایک جائزہ

○

تحقیق و ترتیب

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی

○

روداد نگار

☆ حکیم ملت حضرت مولانا شاہ محمد حسنین رضا خاں قادری

☆ رضویاتی اسکالر حضرت مولانا سید محمد ایوب علی قادری رضوی

☆ برہان ملت حضرت مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی

علیہم الرحمۃ والرضوان

خاندانی پس منظر

جبل پور کا یہ خاندان صدیقی النسب ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن حضرت ابو بکر صدیقی تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے حضرت مولانا شاہ محمد عبد الوہاب صدیقی طائف سے ہجرت فرما کر حیدر آباد دکن تشریف لائے، جو خانوادۂ سلسلہ یہ کے جد تاسع نویں دادا ہیں۔ یہ میر قمر الدین آصف جاہ اول بانی سلطنت آصفیہ کا زمانہ تھا۔ شاہ عبد الوہاب مکہ مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے، ساتھ ہی محکمۂ امور مذہبی کا قلمدان بھی سپرد ہوا۔ پشتہا پشت یہ سلسلہ شاہ محمد عبد الرحیم صدیقی تک جا پہنچا۔ یہی شاہ عبد الرحیم حیدرا باد سے جبل پور منتقل ہوئے۔ آصف جاہ رابع میر فرخند علی کا دور حکومت تھا۔ کچھ کچھ کا دن کامٹی مہاراشٹرا میں بھی قیام رہا۔ شاہ عبد الکریم، جن سے اعلیٰ حضرت سے روابط تھے کے والد شاہ عبد الرحمٰن کے زمانہ سے یہ خاندان جبل پور ہی میں مقیم ہوا۔ (۱)

ربط باہم

امام احمد رضا عالم علامہ تو تھے، اپنے وقت کے قطب الارشاد بھی تھے۔ تیرہویں ہجرتی ختم ہوتے ہوتے ان کی علمی شہرت اور عبقریت اکناف عالم تک پہنچ چکی تھی۔ مولانا شاہ عبد الکریم حدیرآبادی ثم جبل پوری (متوفی ۱۳۱۷ھ) اس شہرت و عبقریت سے خوب واقف تھے۔ گو باہم ملاقات نہیں تھی، مگر قلمی و کتابی تعارف تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۳۰۷ھ میں مولانا عبد الکریم کے وصال کے دس پہلے امام احمد رضا نے اپنے والد کریم شاہ نقی علی خان کی چار کتابیں ان کی خدمت نذر ارسال کیں۔ ان میں سے تین کتابیں مطبع صبح صادق کی مطبوعہ تھیں۔ ارسال کتب کی تاریخ ۷ر جمادی الاول ۱۳۰۷ھ ہے۔ ۱۳۱۷ھ میں شاہ عبد الکریم کا وصال ہوا۔ تو امام احمد رضا نے پانچ عربی اشعار پر مشتمل قطعۂ تاریخ وفات لکھ بھیجا۔ جو ان کی لوح مزار پہ کندہ ہے۔ (۲)

شاہ عبدالسلام

جبل پور کا یہ صدیقی خانوادہ بلحاظ علم وفضل بلند قد وامت والا تو تھا ہی، سماجی اور معاشرتی لحاظ سے بھی امتیازی شان رکھتا تھا۔ ۱۳۱۱ھ میں جب ندوۃ العلماء کا تخیلی بنا اور اس کا پہلا اجلاس مدرسہ فیض عام کانپور میں ہوا۔ دوسرا اجلاس ۱۳۱۲ھ میں لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ تو شاہ عبدالسلام کو خصوصی دعوت دی گئی۔ رکن خصوصی کی حیثیت سے شریک بھی ہوئے۔ (۳) واضح رہے کہ شاہ عبدالسلام کی پیدائش حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ ۳ ربرس کی عمرمیں والد گرام کے ہمراہ جبل پور ہجرت کر گئے۔ تمام تر تعلیم اپنے والد ماجد شاہ عبدالکریم سے پائی۔ (۴) اور افاضل روزگار میں شمار ہوئے۔ اب جو تیسرا اجلاس ندوہ بریلی میں ہونا طے پایا۔ تو شاہ عبدالسلام کے نام اشتہار، پوسٹر اور خاص دعوت نامہ آیا، جب آپ عازم سفر ہوئے، تو شاہ عبدالکریم نے تاکیداً فرمایا، ندوہ میں شریک ہو یا نہ ہو، بریلی میں مولانا احمد رضا خان سے ضرور ملنا۔ شاہ عبدالسلام اجلاس ندوہ بریلی میں شریک ہوئے، زبردست تقریر بھی کی کہ تقریر وخطابت کے بادشاہ تھے۔ شبلی نعمانی کی توہین آمیز تقریر سن کر آپ کی طبیعت مکدر ہوگئی۔ نوک جھونک چھڑپ کے بعد آپ اور شاہ محمد حسین الہ آبادی واک آؤٹ کر کے اپنی قیام پر واپس آگئے۔ پھر آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ملنے گئے۔ کیوں کہ والد گرامی کی تاکید تھی پھر تو آپ تا حیات امام احمد رضا کے ہی ہو کر رہ گئے۔ وہ قطب الارشاد امام احدم رضا سے آپ نے علمی استفادہ کیا۔ روحانی تعلیم اور اسرار باطنی کا فیض اٹھایا۔ علمی وروحانی فیوض وبرکات کے حصول کے بعد امام احمد رضا نے ہر طرح کی سند ومثال خلافت سے نواز دیا۔ (۶)

مفتی محمد برہان الحق

آپ شاہ عبدالسلام کے فرزند ہیں۔ ۱۳۱۰ھ جبل پور میں پیدا ہوئے۔ ساری تعلیم وتربیت جد امجد اور اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات بمبئی میں ہوئی۔ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں دوسری ملاقات بریلی میں ہوئی۔ جب آپ اپنے والد شاہ عبدالسلام کے ہمراہ بریلی حاضر ہوئے۔ اپنی فارسی شاعری سنائی۔ تو اعلیٰ

حضرت نے برہانی میاں (جو بعد برہان ملت مفتی محمد برہان الحق ہوئے) کو اپنی شالی چادر عنایت فرمائی (۷) پھر اسی سال بغرض تعلیم حاضر ہو گئے۔ کوئی تین سال تک حصول تعلیم اور اخذ فیض کرتے رہے۔ درمیان میں امراض اعزہ اور گھریلو ضروریات سے آپ جبل پور ہی زیادہ رہے۔ مگر سلسلہ تلمذ و توجہ خاص برابر جاری رہا۔ ۱۳۳۷ھ میں اعلیٰ حضرت جب جبل پور تشریف لائے، تو تکمیل فرما کر دستار فضیلت اور خلافت واجازت سے نوازا۔ یہ علمی وروحانی سندات ۴۵ علوم اور گیارہ سلسلوں پر مشتمل تھیں۔ (۸) قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ جبل پور کا یہ علمی خاندان امام احمد رضا کا کیسا والا وشیدا تھا۔

سفر اول

اعلیٰ حضرت کا پہلا حج ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں ہوا تھا۔ شاہ نقی علی خان جیسا روحانی سرپرست اور علمی سائبان شریک سفر تھا۔ اس وقت اعلیٰ حضرت کی عمر کا تیسواں سال تھا۔ (۹) دوسرا حج اکیاون برس پانچ ماہ کی عمر میں کیا۔ اہل خانہ ان اور اقارب کے ساتھ تھا۔ ایام حج ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۴ء میں روانگی ہوئی۔ تین چار مہینے حرمین شریفین میں طویل قیام کے بعد ربیع الاول ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء میں جدہ، کراچی ہوتے ہوئے بمبئی واپسی ہوئی۔ تو جبل پور سے شاہ عبدالسلام اپنے بیٹے مولانا برہان الحق کو لے کر بمبئی آئے، یہ آنا اعلیٰ حضرت سے حج ملنے کے لیے تھا۔ (۱۰) کئی روز تک ساتھ رہا، جب اعلیٰ حضرت نے بمبئی سے بریلی کا قصد فرمایا، تو شاہ عبدالسلام نے گزارش کی کہ جبل پور کو بھی اپنے فیوض سے سرفراز فرمائیں، تب اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ابھی تو اجمیر شریف حاضری دیتا ہوا بریلی جاؤں گا۔ ان شاء اللہ جبل پور پھر کبھی آؤں گا۔ (۱۱)

۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حج کے لیے تشریف لے گئے۔ جو اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی تھے۔ واپسی براہ بمبئی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اس وقت اعلیٰ حضرت نے شاہ عبدالسلام کو خط لکھا۔

”اور حساب سے وقفہ پایا، تو بعونہٖ تعالیٰ ضرور حاضر جبل پور ہو کر دو ایک روز جناب کی زیارت سے شرف اندوز ہوتا ہوا بمبئی جاؤں گا اور اگر خط آیا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ

بالخیر فوراً بمبئی پہنچنا چاہیے، تو جناب کو بذریعہ تار اطلاع دے دوں گا کہ براہ راست بمبئی جاتا ہوں۔ (۱۲)

اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، اعلیٰ حضرت کو وقفہ مل گیا، شاہ عبدالسلام کی خواہش پوری ہوگئی۔
مفتی برہان الحق لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے حسب الارشاد بمبئی جاتے ہوئے صفر ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں چار روز قیام فرمایا اور جبل پور کو اپنے قدوم سعادت لزوم سے دارالسرور ہونے کا شرف بخشا۔ اس موقع پر والدہ صاحبہ اور بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ یہ میری نوعمری کا واقعہ ہے۔ (۱۴)

سفر دوم

جبل پور کا یہ دوسرا سفر تاریخی بھی اور تاریخی پس منظر بھی رکھتا ہے۔ اس سفر موج ظفر کے روداد نگار تین ایسی برگزیدہ ہستیاں ہیں۔ جن کی علمی ادبی حیثیتیں مسلم اور جو بہ نفس نفیس اس قافلہ علم وعرفان میں شریک سفر تھیں۔ غرض یہ تینوں روداد یں، سرگزشتیں عینی ومشاہداتی ہیں۔ یہ تینوں روداد نگار امام احمد رضا کے تربیت یافتہ، فیض یافتہ، دست گرفتہ اور حاضر باش تھے۔

مولانا حسنین رضا خان، یہ استاذ زمن علامہ حسن رضا خان کے بیٹے تھے، امام احمد رضا کے بھتیجے تھے۔ مولانا حسنین رضا، عالم وفضل تو تھے ہی، ماہر طبیب بھی تھے، حکیم صاحب سے ہی مشہور تھے۔ مفتی، محدث، مفسر، ادیب، نقیب، شاعر، مؤرخ، مدبر، منتظم بہت کچھ تھے۔ خدا نے بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ آنکھیں کھلتے ہی انہوں نے علم وفن کے چمن کی سیر شروع کردی، امام احمد رضا نے ان کو اپنی الواد کی طرح رکھا اور چاہا، سفر جبل پور میں بھی پل پل ساتھ رہے۔ انہوں نے جو کچھ لکھا، آنکھوں دیکھا لکھا۔ ان کی یہ روداد سفر سب سے پہلے ماہنامہ 'الرضا' بریلی میں چھپی جس کے وہ خود مدیر تھے۔ مگر اس وقت اس کا ستارہ میرے پیش نظر نہیں ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور کی فائل میرے سامنے ہے، تاریخ اشاعت ۱۷/ اپریل ۱۹۱۹ء ہے اور ص: ۳، ۴ ہے۔ مگر اس میں شاہ عبدالسلام کے دولت کدے تک پہنچنے تک کی روداد ہے۔ بقیہ آئندہ شائع کرنے کا روداد نگار وعدہ کیا ہے۔ الملفوظ، اعلیٰ حضرت کے

ملفوظات وارشادات کا مجموعہ ہے۔ مفتی اعظم ہند نے اسے ۱۳۳۹ھ میں مرتب فرمایا اور طبع کرایا۔ اس کے حصہ دوم ص: ۷۳ تا ۸۰ پر یہ پوری روداد نظر آرہی ہے، جس کے اختتامیہ میں خاکسار مدیر لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غالباً 'الرضا' ہی میں چھپی روداد کی نقل ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت جلد اول طبع کرایا مصنفہ ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری پر بھی یہی چیز مطبوع ہے، حیات اعلیٰ حضرت مصنفہ ملک العلماء، ترتیب جدید علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۲۰۰۳ء میں بھی من وعن مندرج ہے۔ ص: ۳۵۳ تا ۲۶۲ ہے۔

سید ایوب علی رضوی

یہ مولداً منشأ بریلوی تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ تھے، حساب وہندسہ کے ماہر تھے۔ اسلامیہ اسکول (جواب ڈگری کالج بن گیا ہے) میں ٹیچر ہوگئے تھے۔ سید ایوب علی ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۵ء کو جملہ بہاری پوری بریلی میں پیدا ہوئے۔ (۱۴) ۱۸۹۵ء میں اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے۔ کچھ دنوں بعد اسکول کی ملازمت کردی اور بارگاہ رضویہ کے شبانہ یوم حاضر باش خواجہ تاش ہوکر رہ گئے۔ پھر تو انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ زندگی کس طوفان سے گزر رہی ہے۔ حیات اعلیٰ حضرت کا خام مواد اکھٹا کرنا ان کا اہم کارنامہ ہے۔ پھر ملک العلماء کو یوں ہی دے دینا زبردست ایثار ہے۔ رضوی کتب خانہ کا قیام بھی تاریخ رضویات کا نقش اولین ہے۔ درجنوں کتابیں چھاپی اور چھپوائیں۔ خود کئی کتابوں کے مصنف، مرتب اور مترجم تھے۔ تین حج کیے، ڈھائی سال مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ مکہ، مدینہ، بغداد، کربلا، نجف، بصرہ کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا۔

مفتی اعظم ہند کی اجازت سے ۱۹۵۰ء میں پاکستان ہجرت کر گئے، لاہور میں قیام کیا۔ فیصل آباد بھی قیام رہا۔ نیوشالیمار ملتان روڈ لاہور میں مجد کی بنیاد رکھی، سنی رضوی مسجد نام رکھ چھوڑا۔ پچانوے برس کی عمر تھی، لاہور میں وصال ہوا۔ میانی قبرستان میں دفن ہوئے۔ تاریخ وصال ۲۶ ر رمضان ۱۳۹۰ھ/ ۲۶ر نومبر ۱۹۷۰ء ہے۔ (۱۵)

یہ سید ایوب علی رضوی، علام اجل تھے۔ کامل فہیم وفریس تھے۔ ورع وتقویٰ کا پیکر جمیل، اخلاق ومروت اور دینی حمیت وغیرت کی تصویر تھے۔ ان کی خدمات آب زر سے لکھنے کے

لائق ہے۔ وہ رضویات کے اولین معماروں میں تھے۔ ان کے بہت سے قلمی خطوط و کاغذات خاکسار کی تحویل میں ہیں۔ توفیق الٰہی نصیب ہوئی تو یہ ذخیرہ دیکھ کر کچھ نئے گوشے سامنے لانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ خیر سفر جبل پور میں یہ سید والا تبار بھی امام احمد رضا کی معیت میں تھے۔ انہوں نے بریلی سے جبل پور اور جبل پور سے بریلی واپسی تک لمحہ بہ لمحہ ٹراویل رپورٹ لکھی ہے۔ مگر یہ غالباً کہیں نہیں چھپی، جب حیات اعلیٰ حضرت کے لیے مواد محفوظ کر رہے تھے، شاید یہ رپورٹ بھی اس میں شامل کرنے کا قصد رکھتے تھے۔ مگر وہ سارا مواد انہوں نے ۱۹۳۸ء میں حضرت ملک العلماء کے حوالہ کر دیا بالکل بے نفسی کے ساتھ، پھر حیات اعلیٰ حضرت کی اشاعت کی جو استاخیز کہانی ہے۔ وہ اہل علم کو معلوم ہے۔ خدا نے خیر فرمایا۔ اب یہ سارا مواد ۲۰۰۳ء میں لاہور سے چھپ گیا۔ اسی میں وہ نایاب و گراں قدر روداد سفر بھی ہے۔ کم از کم میری نظر اس کے مطالعہ سے پہلی بار شرفیاب ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے، حیات اعلیٰ حضرت طبع مکتبہ نبویہ طبع لاہور ۲۰۰۳ء ص: ۳۳۰ تا ۳۵۰۔ وہیں سے یہ نادر تحفہ یہاں درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مفتی محمد برہان الحق

آپ کا مجمل تعارف کرا چکا ہوں، آپ ہی اس سفر کے داعی، رضا کار اور میزبان تھے۔ مفتی برہان الحق نے یہ یادداشتیں محفوظ کر لی تھیں، مگر شاید مصروفیات نے مرتب کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ۱۹۸۰ء سے ذرا اپنے ترتیب دی، جو 'امام احمد رضا' کے نام سے موسوم ہے۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کی نظر ثانی کیبعد ہند و پاک سے متعدد بار چھپ چکی ہے۔ اسی میں یہ سفر گزشت سفر ص: ۶۹ تا ۸۲ مرقوم و مرتسم ہے۔

وجہ جواز

یہ خیال نہ کیا جائے کہ یہ ایک سفر کی تین تین روداد یں پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تو گزارش ہے کہ میرے اعلیٰ حضرت کو قارئین بار بار پڑھیں، سامعین بار بار سنیں۔ ہر بار ان کو ایک نیا لطف آئے گا، نیا سرور ملے گا۔ بزرگوں کے ارشادات، مکتوبات، ملفوظات ہر وقت پیش نظر رہیں، بار بار پڑھیں، سنیں اور سنائیں۔ ہمارا جتنا وقت اس میں غزرے گا۔ گویا ہم

ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ خدا کرے، ہماری روح بزرگوں کا ذکر کرتے کرتے نکلے۔

اور پھر وجہ جواز یہ ہے کہ ہر قلمکار کا نقطۂ نظر اور انداز فکر الگ الگ ہوتا ہے اور ہر آدمی مشاہدہ اور احوال جذب کرنے اور نتائج اخذ کرنے کی قوت وصلاحیت جدا جدا ہوتی ہے۔ یہاں تینوں قلمکاروں کا انداز فکر نوع بہ نوع اثرات ونتائج رکھتا ہے۔ بعض باتیں مشترک ضرور ہیں۔ مگر بیشتر باتیں

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

کا نقشہ پیش کرتی ہیں۔ ہر مضمون کا رخ امام احمد رضا کی ذات کی طرف ضرور ہے۔ مگر اس رُخِ ہزار جلوہ ساماں کا نظارہ آپ بھی تو کیجیے، مگر شرط ہے۔ اٹھل طبیعت سے نہیں، ذرا دل تھام کے۔

نورانی چہرہ

یہ نورانی کاروان تھا، جو محو سفر تھا، مسرت بداماں تھا۔ فرحت بردوش تھا۔ کیسے کیسے نور نور چہرے تھے، نورانی مکھڑے تھے۔ اس رواں دواں کاروان کا سالار کارواں امام احمد رضا تھے، جو عرب وعجم کا امام اجل تھا۔

دونوں شہزادگان ذی شان، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا قادری تھے، خادم خاص حاجی کفایت اللہ، امین الفتویٰ مولانا شفیع احمد بیسلپوری، بھتیجا مولانا حکیم حسنین رضا قادری، حضرت مولانا سید ایوب علی رضوی، سید قناعت علی رضوی، سلطان حیدر خان، اور مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں یہ سبھی حضرات تھے۔ برہان ملت مفتی برہان الحق تو تھے ہی کہ وہی اس کارواں کا مقدمۃ الجیش، بلکہ مقدمۃ الصیوف تھا۔ لکھنؤ سے سلطان الواعظین مولانا عبد الاحد ہمرکاب ہوگئے۔ کٹنی اسٹیشن پر الحاج مولانا سید عبد الرزاق رضوی رضا کاروں کی ایک جماعت لے کر پیش قدمی کی اور پر جوش خیر مقدم کے لیے کٹنی اسٹیشن پر جم غفیر لے کر موجود تھے۔ یہ سید عبد الرزاق رضوی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے۔ مزار اعلیٰ حضرت کی تعمیر میں ان کا تاریخی رول رہا ہے۔ تعمیر

کمیٹی کے خاص رکن تھے۔ ان کی ذات اور کارنامہ پردہ خفا میں ہے۔ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اس روشن کڑی کو اجاگر کروں۔ اُدھر جبل پور سے شاہ محمد عبد السلام رضوی ایک جماعت کثیرہ لے کر کٹنی اسٹیشن پہنچ چکے تھے۔ اب آپ روداد پڑھیے اور لطف اٹھایئے۔ مگر پہلے بریلی میں داخلہ کی رپورٹ پڑھ لیجیے۔

جبل پور سے واپسی کے وقت بریلی میں شاندار استقبال

''اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ جنابا مولانا مولوی حاجی قاری حافظ شاہ احمد رضا خان صاحب سنی حنفی قادری مدظلہم الاقدس ۱۸؍رجب ۱۳۳۷ھ کو شب کے آٹھ بجے بذریعہ کلکتہ پنجاب میل، جس میں آپ کی سکنڈ کلاس کی گاڑی لگادی گئی تھی۔ رونق افروز بریلی ہوئے۔ چونکہ مخلصان ومعتقدانِ جبل پور بالخصوص جناب مولانا شاہ محمد عبد السلام قادری رضوی کے اصرار سے جبل پور میں زیادہ قیام ہوا تھا۔ ادھر یہاں بریلی کے محبّ صادق بے قرار تھے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سفر بہ خیر وخوبی ختم ہوا۔ اثنائے راہ میں اکثر مقامات پر مخلصین نے شرف بیعت اور قدم بوسی حاصل کیا۔ بریلی میں بھی نہایت احترام سے استقبال کیا گیا۔ (۱۷)

اعلیٰ حضرت کا شکریہ نامہ

۱۸؍رجب کو اعلیٰ حضرت کی واپسی ہوئی، ۲۲؍رجب کو امام احمد رضا نے شکریہ کا خط لکھا۔ سفر واپسی کی تفصیلات قلم بند کیں، نماز کا اہتمام، کمپنی باغ بریلی کا عمر بھر میں پہلی بار دیکھنا، پہلے مکان نہیں، مسجد میں داخل ہونا، اور نماز عشا باجماعت پڑھنا، پھر نعت خوانوں کا ہجوم اور نعت ومنقبت کا پڑھا جانا، ۱۱ر بجے کھانا کھانا۔ ۱۲ر بجے شب بخار آنا، سرکا درد ہونا، جبل پور میں اتنی عزت، محبت، خلوص ملا۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: حرمین شریفین کے بعد یہ دوسرا موقع ہے، جو اتنی عزت ملی، پھر نام بنام شکریہ ادا کرنا، صاحبزادے برہان میاں کی خیریت، صاحبزادی کی شادی، حکیم عبد الرحیم کی اصلاح طلب شاعری وغیرہ کا ذکر، یہ ایک طویل محبت بھرا خط ہے۔ دیکھیے۔ (۱۸)

شاہ عبدالسلام کی یادآوری اور شکر گزاری

بریلی سے وہ سرفراز نامہ ادھر آیا، اور ادھر سے یادآوری و شکریہ نامہ اُدھر گیا، جس میں شاہ عبدالسلام نے لکھا، کہ کامل ایک ماہ جبل پور کا ہر شخص خوش بخت، خوش وقت اور مسرور نظر آتا تھا۔ سارا جبل پور فیض و برکت سے معمور تھا۔ ان کا کاشانہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ مسجد میں، گھر میں، جاں نثاروں کا ہجوم رہتا تھا۔ سعادت مند مسلمان گروہ در گروہ آتے، قدم بوسی کرتے، ایمانی، روحانی نعمتیں پاتے۔ روز و شب دربار عام گرم رہتا۔ فیض و کرم کا دریا جوش پر رہتا۔ کوئی سوال کرتا، محقق جواب پاتا۔ کوئی تائب ہوتا، کوئی داخلہ سلسلہ ہوتا۔ کوئی تعویذ لیتا۔ کوئی دعائیں کراتا۔ سارا مجمع سراپا ادب بن کر جمع رہتا۔ توبہ کرنے والوں اور آپسی نزاع ختم کرنے والوں کی قطار رہتی۔ غرض عجب پر کیف اور ایمان افروز وقت تھا۔ اب ہر کبیر و صغیر، وہ وقت یاد کر کے روتا ہے اور سرد آہیں بھرتا ہے۔ یہ خط چار صفحے کا طویل ہے۔ (۱۹)

امام احمد رضا نے اپنے خط کے شروع میں ایک نظم بھی لکھی ہے، جو ۱۴/اشعار پر مشتمل ہے۔ ایک شعر یہ بھی ہے:

وطن گرچہ آرام را در خوراست
جبل پور مارا از و خوش تر است (۲۰)

حوالاجات

۱ تذکرہ برہان ملت از: محمد رمضان عبدالعزیز ادارہ ضیاء البرہان جبل پور ۱۹۸۵ء، ص:۱۳
۲ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص:۲۲
۳ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص:۲۳
۴ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص:۳۶
۵ تذکرہ علمائے اہل سنت، از: مفتی محمود احمد، طبع فیصل آباد، پاکستان، ۱۹۷۲ء، ص:۱۷۶
۶ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص:۳۸
۷ تذکرہ علمائے اہل سنت، از: مفتی محمود احمد، طبع فیصل آباد، پاکستان، ۱۹۷۲ء، ص:۱۷۶
۸ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص:۴۱

۹ (الف) اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص: ۵۸
(ب) تذکرہ علمائے اہل سنت، از: مفتی محمود احمد، طبع فیصل آباد، پاکستان، ۱۹۷۲ء، ص: ۱۷۶
۱۰ مولانا نقی علی خان، از: ڈاکٹر محمد حسن، طبع کراچی پاکستان، ۲۰۰۵، ص: ۵۱
۱۱ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص: ۶۵
۱۲ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی ۱۹۹۸ء، ص: ۶۸
۱۳ کلیات مکاتیب رضا، از: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، جامعہ قادریہ کلیر شریف، ۲۰۰۵ء ۲/۱۵
۱۴ اکرام امام احمد رضا، از: برہان ملت / پروفیسر مسعود احمد، طبع کرلا بمبئی، ۱۹۹۸ء، ص: ۹، ۶
۱۵ سالنامہ معارف رضا کراچی، ۱۹۹۱ء، ص: ۳۱۳
۱۶ تذکرہ علمائے اہل سنت، از: علامہ عبدالحکیم شرف قادری، طبع لاہور، ۲۰۰۰، ص: ۱۱۰
۱۷ ہفت روزہ دبدبہ سکندری، رام پور ۲۸/اپریل ۱۹۱۹ء، ص: ۵
۱۸ کلیات مکاتیب رضا، مکتبہ نبویہ لاہور، ۲۰۰۵ء ۲/۳۴، ۳۵
۱۹ صحائف رضویہ وعرائض سلامیہ قلمی، ص: ۶۶، ۶۷
۲۰ کلیات مکاتیب رضا، مکتبہ نبویہ لاہور، ۲۰۰۵ء ۲/۳۲

○

پہلی روداد

حکیم الملت

حضرت مولانا شاہ محمد حسنین رضا قادری

قدس سرہ

(۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء۔۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

ماخذ

☆ ماہنامہ 'الرضا' بریلی
☆ ہفت روزہ 'دبدبۂ سکندری'، رام پور ۱۷/اپریل ۱۹۹۹ء، ص:۳،۴
☆ الملفوظ دوم، قادری کتاب گھر بریلی، ص:۷۳ تا ۸۰
☆ حیات اعلیٰ حضرت، طبع لاہور ۲۰۰۳ء، ص:۳۵۳ تا ۳۶۲

مدیر "رسالہ الرضا" بریلی مولانا حسنین رضا خان، احب برادر زادۂ اعلیٰ حضرت حاشیہ ملفوظات حصہ دوم میں فرماتے ہیں مسلمانان جبل پور کاٹھیاوار بنگال ایک مدت سے اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں عرائض پیش کرتے رہے کہ حضور والا ہمارے تیرہ وتار بلاد کو اپنے قدم میمنت لزوم سے منور فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے ہمیشہ عدم فرصت اور ضعف وعلالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے عذر فرمادیا مگر اس مرتبہ حامی سنت، ماحی بدعت، جناب مستطاب مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب جبل پوری کے (جو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کے خلیفہ ارشد اور اس قطر میں دین وسنت کے قطب اوحد ہیں) انتہائی اصرار سے وعدہ فرمالیا جس وقت عریضہ مولانا موصوف کا حاضر ہوا کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور فرمایا مولانا کے بے حد کلمات تواضع نے پہلو عذر کا چھوڑا ہی نہیں اگر بالفرض کسی کے لبوں پر دم ہو وہ بھی انکار نہیں کرسکتا۔ ان کلمات کو سن کر یہی کہے گا کہ میں حاضر ہوں الغرض ۱۹ر جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ اور شنبہ پانچ بجے صبح کے میل سے عازم جبل پور ہوئے باوجودیکہ روانگی آخری شب میں تھی اس پر بریلی کے اسٹیشن پر متوسلین ومعتقدین کا کافی اجتماع تھا کئی ایک صاحب داخل سلسلہ بھی ہوئے میل لکھنؤ پہنچا وہاں کے لوگوں کو پہلے سے اطلاع نہ تھی اس پر بھی بعض حضرات جنہیں کسی ذریعہ سے علم ہو چکا تھا حاضر خدمت ہو کر حلقہ بگوش ہوئے پھر میل پرتاب گڈھ پہنچا ہمارا سکینڈ کلاس یہاں میل سے کاٹ کر الٰہ آباد آنے والی ریل میں لگادیا گیا۔

اعلیٰ حضرت الٰہ آباد میں

ریل ساڑھے تین بجے الٰہ آباد پہنچی وہاں چونکہ کافی وقت ملا بعض ہمراہیوں کا خیال ہوا کہ اپنے شہری احباب سے مل آئیں ان کے شہر میں پہنچنے سے اہل شہر کو اعلیٰ حضرت عظیم

البرکت کی تشریف آوری کی اطلاع ہوگئی تھی اور مسلمانوں کے گروہ جوق در جوق آئے اور دست بوس ہونے لگے الٰہ آباد اسٹیشن پر نماز مغرب کی غرض سے اعلیٰ حضرت پلیٹ فارم پر اترے مشتاقان دیدار نے ہر چہار جانب سے ہجوم کیا اور نئے آنے والوں نے پروانہ وار گرنا شروع کیا اس خوشنما منظر کو ایک یورپین کھڑا دیکھ رہا تھا اس نے موقع پا کر قدم بوسی کی عزت حاصل کی اور ادب کے ساتھ سلام کر کے رخصت ہوا۔ صولت حق اسے کہتے ہیں کہ جذب قلوب کے لیے کسی تزک واحتشام اور ظاہری دھوم دھام کی ضرورت نہیں۔ الٰہ آباد میں بعض سیٹھوں نے ایک موٹر کار اور ایک اعلیٰ درجہ کی ولایتی لینڈ کو زرِ تفریح کے لیے حاضر کی۔

ساڑھے سات بجے ریل الٰہ آباد سے روانہ ہوئی اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مع خدام یہاں سے بھی سیکنڈ کلاس میں سفر کیا ساڑھے چار بجے ریل کٹنی پہنچی یہاں جناب مولوی عبد الرزاق صاحب کٹنی کے گروہ کثیر کے ساتھ موجود تھے جو جبل پور تک ہمرکاب ہوگئے اور خود جبل پور سے حضرت حامی سنت مولانا مولوی محمد عبد السلام صاحب دامت برکاتہم ایک بہت بڑے استقبال جماعت کو لیے ہوئے کٹنی اسٹیشن پر تشریف فرما تھے۔ جیسے ہی گاڑی کٹنی پر رکی کہ زائرین نے گاڑی کو گھیر لیا جب تک گاڑی کھڑی رہی لوگ قدم بوس ہوتے رہے کٹنی سے ہمارے ہمراہیوں میں بہت بڑا اضافہ ہوگیا ساڑھے سات بجے کے قریب جبل پور کی عمارتیں نظر آنے لگیں ہمارے ساتھی اس کے قصر قصور ومنازل کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے اور ان کی نظریں انتہائی شوق کے ساتھ اسٹیشن کی عمارت کو ڈھونڈھ رہی تھیں کہ یکا یک اسٹشن جبلپور کی عمارت بھی ایک گم شدہ محبوب کی طرح سامنے آگئی پھر کیا تھا اب تو اسٹیشن جتنا قریب ہوتا گیا جوش ومسرت بڑھتا گیا جب گاڑی رکی تو بلا تشبیہ محب کی طرح (جس کی انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہوں اور محبوب کی دلکش صورت سامنے آگئی ہو) لوگ دیوانہ وار گاڑی پر جھک پڑے اور اس گل گلزار قادریت پر دل کھول کر پھولوں کی نچھاور کی۔ جوش کا یہ علام تھا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی لوگ وفور جوش میں زبان سے السلام علیکم یا امام اہل سنہ یا مجدد المائۃ الحاضرہ کے نعرے مار رہے تھے اور ان کی زبان حال کہہ رہی تھی ؎

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست
کرم نما وفرود آکہ خانۂ خانۂ تست

تمام مجمع اپنی اپنی ان مسرتوں میں سرشار تھا اور یہاں ایک اور منظر تھا جس پر عام کو تنبیہ نہ ہوا یہ وہ موقع تھا کہ کوئی شہری پسند جاہ دوست ہوتا تو پھولا نہ سماتا باچھیں کھلی ہوئی ہوتیں گردن بلند ہوتی۔ آنکھیں اپنی تعظیم کے نظارہ سے مست ہوتیں۔ یہاں اس کے برعکس اس منظر جلیل کو دیکھ کر نظر جھکالی اور گردن نیچی کرلی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے۔ اس لطیف منظر پر حاجی عبدالرزاق صاحب کی نظریں اٹھیں۔ انہیں ادراک ہوا اور ان کا جی بھر آیا یہ اس شان کا پرتو تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح فرمایا اس شان سے اس میں داخل ہوئے کہ سر اقدس اپنے رب کے لیے تواضع میں سواری انور پر قریب سجود پہنچا ہا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) کثرت ہجوم کے خیال سے گاڑی پر فوراً چند آدمی بغرض تحفظ کھڑے ہوگئے کہ مجمع ادھر کا رخ نہ کرے اور بعض نوجوان پولس کی شرکت میں اعلیٰ حضرت مدظلہم القدس کے گزرنے کے لیے راستہ بنانے میں مصروف ہوئے ہر چند کوشش کی گئی مگر اس مقصد میں ناکامیابی ہوئی ناچار چند عقیدت کیش حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اسی طرح وہ سواد ہند کا ماہ کامل ہالہ میں آگیا اس وقت کا نظارہ کچھ ایسا دلکش تھا کہ اسٹیشن اسٹاف اور پولس وغیرہ اپنے فرائض منصبی کو چھوڑ کر اس کے دیکھنے میں مصروف تھے۔ مسافروں کو جب اس دلکش نظارہ کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تو پل پر چڑھ گئے اور وہاں سے دیکھا کیے یہاں سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا گاڑی تک جانا بہت دشواری سے ہوا خدا جزائے خیر دے ان باہمت حضرات کو جنہوں نے اپنے بازؤں پر اس مجمع کا سارا زور روکا اور خیر وخوبی کے ساتھ اپنے پیشوا کو لے جا کر ایک پرتکلف گاڑی میں بٹھایا یہاں عام مسلمانوں کو دست بوسی کا موقع دیا گیا بہت دیر تک لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے عاشق کی زیارت سے دارین کی سعادت حاصل کرتے رہے پھر یہ مجمع بڑے جوش مسرت کے ساتھ اس قادری بزم کے دولہا کو اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے شہر کی جانب روانہ ہوا۔

ہجوم استقبال

جہاں تک سول آبادی ہے وہاں تک انگریز اور ان کی عورتیں بچے اپنے اپنے بنگلوں کے

سامنے آ کھڑے ہوئے مجمع کو عموماً اور اعلیٰ حضرت کو خصوصاً ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر جب یہ مجمع شہر میں داخل ہوا تو شہر کے باشندے اپنے دروازوں، دکانوں اور چھتوں سے اس دلکش منظر کو دیکھتے اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت میں باادب سلام عرض کرتے رہے۔ سکان شہر کی مجموعی حالت کہہ رہی تھی

اے آمدنت باعث آبادی ما

اسٹیشن سے آہستہ آہستہ چل کر یہ مجمع تقریباً دو گھنٹے میں حضرت مولانا مولوی عبدالسلام صاحب مدظلہ کے دولت کدہ کے قریب پہنچا یہاں کوچہ کے موڑ پر ایک عالی شان دروازہ لگایا گیا تھا۔ یہ دروازہ علاوہ زیبائش کے بکثرت کتبوں سے مرصع تھا جو میزبانوں کی انتہائی عقیدت اور معزز مہمانوں کی شوکت وحشمت کا اظہار کر رہے تھے اور اس کوچہ کے موڑ سے حضرت مولانا کے مکان تک دورویہ کیلے کے بڑے بڑے درخت اور تین تین قطاروں میں قندیلیں نصب کی گئی تھیں جن پر منقبت آمیز مصرعے لکھے گئے تھے پھر جب اس مکان میں داخل ہوا جو شہنشاہ معظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب کے قیام کے لیے سجایا گیا تھا تو معلوم ہوا کہ علمائے کرام کی قدر و قیمت وہی لوگ خوب جانتے ہیں جن کو خود بھی علم کی خدمت کرنے کا کافی موقع ملا ہے مکان کی زیب وزینت و آئینہ بندی قابل تعریف تھی ہر چیز نہایت موزونیت کے ساتھ اپنی جگہ پر رکھی گئی تھی مکان کے تمام اندرونی و بیرونی حصوں میں ترکی قالینوں اور خوشنما سوزینوں کا فرش تھا اور در و دیوار وسقف و زمین سب بیش قیمت کپڑوں سے دلہن بنے ہوئے تھے اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کے تشریف رکھتے ہی سب لوگ بیٹھ گئے تمام حاضرین ساکت تھے اور ہر شخص کے چہرے پر بے انتہا مسرت کے آثار نمایاں تھے جو مسلمانوں کی گئی سطوت کی یاد دہانی کر رہے تھے اور اکابر ائمہ دین کے دربار عام کا پورا نقشہ کھینچ گیا تھا مخدومنا مولانا حضرت مولوی محمد عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم کی مسرتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہ تھا وہ ساکت مگر زبانی حال درخشاں ؎

وہ خود تشریف فرما ہیں میرے گھر
بتا اے خوش نصیبی کیا کروں میں!

مولوی عبدالرحیم مذاق کا استقبالیہ قصیدہ

کچھ دیر سکون کا عالم رہا اس کے بعد جناب حکیم مولوی عبدالرحیم صاحب مذاق کھڑے ہوئے اور دست بستہ سلام عرض کر کے یہ نظم پڑھی:

کوئی تاج والے ہوں یا راج والے
ہیں اس در کے محتاج ہر کاج والے
ہے سرکار عالم کے محتاج کا در
یہاں بھیک لیتے ہیں خود راج والے
یہ وہ در ہے دولت ہے جس در کی لونڈی
جھڑکتے ہیں شاہوں کو محتاج والے
یہاں کی فقیری ہے رشک امیری
یہیں آکے گھستے ہیں سرتاج والے
تعلّی یہ ہیں سارے محتاج ان کے
کہ آخر تو حامی ہیں معراج والے
یہی ہیں وہ دامن کہ جس میں چھپیں گے
قیامت کے میداں میں ہر لاج والے
خدنگ نظر کا کوئی وار ادھر بھی
ہیں مدت سے مشتاق آماج والے
میں کچھ بھی سہی، سلسلہ میرا دیکھو
میں جس کا ہوں ان میں ہیں معراج والے
مذاقؔ اب مجھے فکر فردا سے مطلب
بنالیں گے سب کام کل آج والے

اس نظم کے بعد یکے بعد دیگرے چھ نظمیں اور چھ صاحبوں نے استقبالیہ صیدے پڑھے جو بہ خیال طوالت چھوڑ دیئے جاتے ہیں اس کے بعد اعلیٰ حضرت قبلہ کی خدمت والا میں

کلفت سفر کے لحاظ سے عرض کی گئی کہ حضور والا اب آرام فرمائیں اور سب لوگ نیاز مندانہ سلام عرض کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ شہنشاہ ہر دو عالم کے نائب کا پہلا اجلاس یوں ختم ہوا۔ ساکنانِ جبل پور کے لیے دن عید اور رات شب برات تھی کہ بارہ برس کے بعد یہ نعمت عظیمہ نصیب ہوئی تھی ملاقات کے وقت مقرر تھے صبح ۸ بجے سے گیارہ بجے تک اور سہ پہر کو بعد نماز ظہر سے عصر تک اور پھر بعد عشا کافی وقت دیا جاتا تھا۔ عصر سے بعد مغرب تک تفریح کا وقت تھا گو حضور کا کبھی تفریح کی جانب میلان نہ ہوا لیکن ساکنان جبل پور کی دل شکنی کا خیال فرماتے ہوئے ان کے اصرار سے منظور فرمالیا تھا بعد عصر مسجد کے دروازے پر موٹر اور گاڑیوں کا روزانہ انتظام رہتا ایک ماہ جبل پور قیام رہا اس دوران میں اکثر مقدمات کا جو احباب میں باہم خانہ جنگیوں کے باعث عرصے سے پڑے ہوئے تھے ایسا تصفیہ فرمایا کہ جن کا سلام وکلام بند تھا موت وزیست چھوٹ چکی تھی باہم شیر وشکر ہو گئے۔

ماسٹر محمد حیدر و محمد ادریس کی صلح کرادی

ایک روز صبح کے جلسہ میں بمعروض منشی عبد الغفار صاحب، ماسٹر محمد حیدر و محمد ادریس صاحبان (جن کا عرصہ سے نزاع تھا اور دونوں حلقہ بگوشان اعلیٰ حضرت مدظلہ تھے) پیش ہوئے اولاً ماسٹر محمد حیدر صاحب کا بیان ہوا پھر محمد ادریس صاحب کا۔ بیانات سماعت فرما کر ارشاد عالی ہوا آپ صاحبوں کا کچھ مذہبی تخالف ہے؟ کچھ نہیں! آپ دونوں آپس میں پیر بھائی ہیں نسلی رشتہ چھوٹ سکتا ہے لیکن اسلام وسنت اور اکابر کے سلسلہ سے عقیدت باقی رہتی ہے تو یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا دونوں حقیقی بھائی اور ایک گھر کے ہو۔ تمہارا دین ایک، مذہب ایک، رشتہ ایک، آپ دونوں صاحب ایک ہو کر کام کیجیے کہ مخالفین کو دست اندازی کا موقع نہ ملے خوب سمجھ لیجیے آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا جنت کی طرف سبقت کرے گا یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے اور آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے جوش محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے انہیں سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہ قلبی میں گر پڑتے واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں جس طرف

چاہیں رجوع کردیں۔

مجھے اس وقت حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یاد آگیا جو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی زبان فیض ترجمان سے سنا تھا ایک مرتبہ حضور مسجد جامع میں تشریف لے جارہے تھے خادم جو ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ آض خلاف معمول اس مسجد کو جانے والے حضور کو دیکھ رہے ہیں لیکن نہ کوئی سلام کرتا ہے نہ قیام حالانکہ ہمیشہ باہر تشریف لاتے ہی تمام جماعت حضور کی طرف آتی اور دست وس ہوتی قدم بوسی سے مشرف ہوتی ان کے دل میں یہ خطرہ آتا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کا اسقدر ہجوم ہوا کہ حضور سے بہت پیچھے رہ گئے۔ انہیں خیال ہوا کہ اس سے تو وہی حالت بہتر تھی میں حضور کے قریب تو تھا ان کے دل میں یہ خطرہ آتے ہی حضور نے ان کی طرف روئے انور کیا اور فرمایا یہ تمہیں نے چاہا تھا کیا تمہیں نہیں معلوم رب عزوجل نے قلوب ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں جب چاہیں اسے پھیر دیں اور جب چاہیں اپنی طرف کرلیں اسی طرح اعلیٰ حضرت قبلہ نے ''قصیدہ ذریعہ قادریہ'' میں اشارہ فرمایا ہے۔

غرض آقا سے کروں عرض کہ تیری ہی پناہ
بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا
حکم نافذ ہے تیرا، خامہ تیرا، سیف تیری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے
جس کو چمکا دے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا
کنجیاں دل کی خدا نے تجھے دیں ایسی
کہ یہ سینہ ہو محبت کا خزینہ تیرا
دل پہ کندہ ہو تیرا نام کہ وہ وزد رجیم
الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کر طغرا تیرا

صلح کلیوں کی اصلاح

جبل پور ہی میں کسی نے عرض کیا حضور صلح کل والے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تہذیب کے خلاف ہے اگر کوئی اپنے پاس ملنے آئے اور اس سے نہ ملا جائے اس پر ارشاد فرمایا: تہذیب سے اگر تہذیب نیچری مراد ہے تو وہ تہذیب نہیں، تخریب ہے اور اگر تہذیب اسلامی مراد ہے تو جن سے ہم نے تہذیب سیکھی وہی منع فرماتے ہیں: ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم ان سے دور بھاگو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز مغرب پڑھ کر مسجد سے تشریف لائے تھے کہ ایک شخص نے آواز دی کون ہے جو اس مسافر کو کھانا دے۔ امیر المؤمنین نے خادم سے ارشاد فرمایا اسے ہمراہ لے آؤ، وہ آیا اور اسے کھانا منگا کر دیا مسافر نے کھانا شروع ہی کیا تھا کہ ایک لفظ اس کی زبان سے ایسا نکلا جس سے بدمذہبی کی بو آتی تھی فوراً کھانا سامنے سے اٹھوالیا اور اسے نکال دیا۔

مؤلف ملفوظات صاحب فرماتے ہیں یہ واقعہ اٹھائیس رجب ۱۳۳۷ھ روز جمعہ قریب عصر کا ہے اس جلسہ میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو بدمذہبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے حضور پرنور کی یہ گرانبہا نصائح سن کر دل ہی دل میں وہ اپنے اوپر نفرین اور ملامت کررہے تھے اور کبھی کبھی کسی گوشہ سے توبہ واستغفار کی آواز بھی آجاتی تھی اسی وقت ایک صاحب نے کھڑے ہوکر دوسرے صاحب سے کہا آپ کو اکثر اوقات بدمذہبوں کی صحبت میں دیکھا گیا ہے مناسب ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آج خوش قسمتی سے تریف فرما ہیں توبہ کرلیجیے یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آکر گرے اور صدق دل سیتائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا بھائیو! یہ وقت نزول رحمت الٰہی کا ہے سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں! جن کے خفیہ گناہوں وہ خفیہ اور جن کے علانیہ ہوں وہ علانیہ کہ اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ" جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر مخفی کی مخفی اور آشکارا کی آشکارا" سچے دل سے توبہ کریں کہ رب عزوجل ایسی ہی توبہ قبول فرماتا۔ ہے فقیر دعا کرتا ہے مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو استقامت کرامت فرمائے۔ جو داڑھی منڈواتے یا کترواتے ہیں یاچڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں وہ اور ایسے جو علانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں علانیہ توبہ کرنا

چاہیے اور جو گناہ پوشیدہ طور پر کیے ان سے پوشیدہ کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔ حضور پرنور کے ان چند فقرات میں اللہ ہی جانے کا ای اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھور ہے تھے اور بیتابانہ پروانہ وار اس شمع انجمن محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہونے دوڑے اور قدموں پر گر گر اپنے خفیہ واعلانیہ اعمال سے توبہ کر رہے تھے عجب سماں تھا حضور پرنور خود بھی نہایت گریہ وزاری کے ساتھ ان کے لیے دعا مغفرت میں مصروف تھے جب سب لوگ تائب ہو چکے حضور نے ارشاد فرمایا: آج مجھے فائدہ معلوم ہوا کہ میرا جبل پور آنا اور اتنے دنوں قیام کرنا یوں ہوا (پھر فرمایا کہ) مناسب ہوگا اگر تائبین کی فہرست تیار کر لی جائے کہ دیکھا جائے کون کون توبہ پر مقیم ہوتا ہے اس وقت کچھ لوگ چلے بھی گئے تھے جس قدر موجود تھے ان کی فہرست درج ذیل ہے ملاحظہ ہو:

فہرست تائبین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	جس بات سے توبہ کی
۱	اکبر خان صاحب	لارڈ گنج	خضاب سیاہ
۲	قاسم بھائی صاحب	//	حلق لحیہ
۳	دادا بھائی صاحب	//	//
۴	سیٹھ عبدالکریم صاحب	//	//
۵	عمر بھائی صاحب	//	//
۶	عبدالشکور صاحب	//	//
۷	حافظ عبدالحمید صاحب	کمانیہ پھاٹک	//
۸	عبدالغنی صاحب	گلہبائی	حق لحیہ
۹	بابو عبدالشکور صاحب	ارنی گنج	//
۱۰	حبیب اللہ صاحب	محلّہ کھٹک	//
۱۱	محمد ادریس صاحب	صدر بازار	//

۱۲	اللہ بخش صاحب	تمرہائی	//
۱۳	عزیز محمد صاحب	محلہ کھٹک	//
۱۴	عزیز الدین صاحب	محلہ کھٹک	داڑھی منڈانے سے
۱۵	عبدالجبار صاحب	کمانیہ پھاٹک	//
۱۶	عظیم الدین صاحب	محلہ کھٹک	//
۱۷	نظام الدین صاحب	بھرتی پور	//
۱۸	ولی محمد صاحب	لارڈ گنج	//
۱۹	سلمان خان صاحب	پل اومتی	//
۲۰	اولاد حسین صاحب	چھوٹا تالاب	//
۲۱	محمد غوث صاحب	دلہانی	//
۲۲	تراب خان صاحب	//	//
۲۳	محمد حنیف صاحب	شپکاری	//
۲۴	حبیب اللہ صاحب	چھوٹا تالاب	//
۲۵	منشی عارف علی صاحب	بھانی تلیا	خضاب سیاہ
۲۶	منشی عبدالرحیم صاحب	//	حلق لحیہ
۲۷	احمد بھائی صاحب	کوتوالی بازار	//
۲۸	موسیٰ بھائی صاح	//	//
۲۹	مولوی شفیع احمد صاحب	بیسلپوری	//
۳۰	عبدالمجید صاحب	//	//
۳۱	شیخ باقر صاحب	//	//
۳۲	ایوب علی صاحب	//	//
۳۳	عبدالرحمٰن خان صاحب	//	//
۳۴	محمد ذاکر خان صاحب	//	//

○

دوسری روداد

برہان ملت

حضرت مولانا مفتی محمد برہان الحق قادری رضوی

علیہ الرحمہ

(متوفی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

☆

اکرام امام احمد رضا

مفتی محمد برہان الحق رضوی
پروفیسر محمد مسعود احمد
علیہما الرحمہ

طبع بمبئی ۱۹۹۸ء۔ ص: ۶۹ تا ۸۲

۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء میں اعلیٰ حضرت کو جبل پور بلانے کا جوش و ولولہ پیدا ہوا، ہم نشین احباب سے مشورہ کیا، سب نے نہایت پر خلوص جذبے کے ساتھ میری تائید کی۔ پورے تعاون کا وعدہ کیا، ہم سب مل کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو جبل پور بلانے اور دعوت دینے کی درخواست کی، والدِ ماجد نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کو بلانا معمولی بات نہیں، ہم ان کے شایان شان عزت اور خدمت کر سکیں گے؟ اگر ذرا بھی کوتاہی ہوئی، ہم دنیائے سنیت کو کیا جواب دیں گے؟ سب نے عرض کیا، ''حضور جیسا فرمائیں گے ہم دل وجان سے ویسا ہی انتظام کریں گے'' والدِ ماجد نے انتظامات کے متعلق جو فرمایا، سب نے منظور کر لیا فرمایا: ''اعلیٰ حضرت کسی دینی، مذہبی اہم ضرورت کے سوا کہیں تشریف نہیں لے جاتے'' چونکہ اس خادم سرکار رضا کو برہان نوازی پر ناز تھا میں نے اس یقین کے ساتھ کہ میری کوشش ان شاء اللہ ضرور کامیاب ہوگی اور میں حضور کو لے آؤں گا۔ عرض کیا آپ عریضۂ دعوت تحریر فرمادیں، ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیں، برہان حضور کو لینے حاضر ہو رہا ہے، حضور جب قصد فرمائیں گے، برہان سفر کا انتظام کرے گا۔ والد ماجد نے نہایت عقیدت کے ساتھ عریضہ دعوت لکھ دیا۔ انتظامیہ کمیٹی چچا حافظ عبد الشکور صاحب کی صدارت میں قائم کر لی گئی۔ دعوت نامہ لکھے جانے کے چار دن بعد بریلی شریف کے لیے روانہ ہو گیا۔

صبح نماز فجر کے بعد بریلی پہنچا، معلوم ہوا اعلیٰ حضرت، حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کے عرس میں پیلی بھیت تشریف لے گئے ہیں، میں نے بریلی پہنچنے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی، نہ ہی والدِ ماجد نے دعوت نامہ میں میرے پہنچنے کا کوئی دن لکھا تھا۔

میں نے آستانے کے دارالافتاء میں اپنا سامان رکھا، گھر میں سے سیدہ محترمہ والدہ نے

ناشتہ بھیجا، میں ناشتہ کر کے ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ۱۱ ربجے پیلی بھیت سے تار پہنچا۔

''برہان میاں کو پیلی بھیت بھیجو''

(احمد رضا)

میں ظہر کے بعد پیلی بھیت کے لیے روانہ ہو گیا، پیلی بھیت پہنچا تو اسٹیشن پر مولانا عبد الاحد صاحب میرا انتظار کر رہے تھے، مصافحہ معانقہ کے بعد میں نے پوچھا، میں نے کوئی اطلاع نہیں دی تھی، آپ کیسے اسٹیشن آ گئے؟ کہا: اعلیٰ حضرت نے فرمایا برہان میاں کو اسٹیشن لینے جاؤ۔

اعلیٰ حضرت کا قیام مولوی فضل حق ٹمبر کنٹریکٹر کی کوٹھی میں تھا، رات میں مولانا عبدالاحد نے مجھے حضرت کی خدمت میں نہ جانے دیا، محدث صاحب علیہ الرحمہ کے عرس کے جلسہ میں شریک ہوا، صبح مولانا کے ساتھ ناشتہ کے لیے بیٹھا تھا، لقمہ ہاتھ میں تھا کہ ایک صاحب یہ کہتے ہوئے آئے کہ اعلیٰ حضرت ناشتہ میں برہان کا انتظار فرما رہے ہیں۔ میں نے لقمہ رکھ دیا اور تانگہ پر کوٹھی پہنچا، دیکھا ناشتہ چنا ہوا ہے اور حضرت منتظر بیٹھے ہیں۔ خادم کو معانقہ سے مشرف فرمایا، میں نے قدم بوسی کی، حضرت نے والد ماجد اور سب کی خیریت دریافت فرمائی۔ ناشتہ شروع فرمایا، میں نے بھی شریک ہوا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

مولانا عبدالسلام صاحب نے اپنے گرامی نامہ میں جبل پور آنے کے لیے میرا پہنچہ اس طرح پکڑ لیا ہے کہ عذر کی گنجائش نہیں اور میرے ضعف کی یہ حالت ہے کہ چند قدم چلنا دشوار ہے۔

میں نے مسکراتے ہوئے عرض کیا، حضور کی دعاء و عافیت سے ان شاء اللہ حضور کو سفر میں بالکل تکلیف و پریشانی نہ ہوگی۔ صاحب خانہ مولوی فضل حق نے کہا، برہان میاں! گاڑی دو جگہ بدلنی ہوگی۔ پلیٹ فارم کی طوالت، سیڑھیاں چڑھ کر پل کا عبور۔ حضرت سے کیسے ہوگا؟ میں نے کہا، بریلی سے جبل پور تک سیکنڈ کلاس ریزرو ہوگا۔ کہا یہ بہت مشکل ہے اور ہوا بھی تو بڑا اخراجہ پڑے گا، میں نے کہا:

مشکلے نیست کی آساں نہ شود

مرد باید کہ ہراساں نہ شود

اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان فرمادے گا۔ حضرت نے ان شاء اللہ! فرمایا۔ ناشتہ دعاء برکت پر ختم ہوا، پیلی بھیت سے بریلی شریف واپس آئے۔

بریلی سے جبل پور کا دارومدار ریل کے سیکنڈ کلاس کے ریزرویشن پر تھا، می ضمیر الدین صاحب وکیل کے ساتھ اسٹیشن ماسٹر سے ملا اور جبل پور تک سیکنڈ کلاس ریزرو کرنے کے لیے کہا۔ اسٹیشن ماسٹر نے جواب دیا، یہ او، آر، آر ہے اور الہ آباد ای، آئی، آر، جبل پور تک ریزرویشن کے لیے کمپنی کے سنٹرل دفتر کو لکھنا ہوگا، آپ کل آؤ، ہم کچھ مدد کریں گے۔ ہم واپس آگئے۔

میں دوسرے دن گیا، اسٹیشن ماسٹر مجھے دیکھتے ہی بولا:

You are very lcuky man.

تم بڑی قسمت والے ہو۔ سنیچر کو (۱۹ر جمادی الآخریٰ ۱۳۳۷ھ/مطابق ۲۲ر مارچ ۱۹۱۹ء) کو دہرہ دون میل میں الہ اباد تک فرسٹ کلاس ریزرو ہے، اس کے ساتھ ایک سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ ہے، وہ ہم تمہارے لیے ریزرو کرتے ہیں۔ پرتاپ گڑھ میں بدلنا نہیں پڑے گا، الہ آباد میں جبل پور کے لیے سیکنڈ کلاس ریزرو آپ کو ملے گا، میں نے تھینکس کہہ کے اپنا نام رجسٹرڈ کرادیا، یہ بدھ کا دن تھا، اعلیٰ حضرت سے آکر عرض کیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ میں نے الہ آباد، عزیزیم سیٹھ محمد پیر محمد کو خط لکھا کہ الہ آباد میں پلیٹ فارم پر ایک کرسی تیار رکھیں۔ اعلیٰ حضرت کو کسی کے ذریعہ پلیٹ فارم عبور کرنا ہوگا اور جبل پور یک شنبہ صبح پنجر سے پہنچنے اور استقبال کے انتظام کے لیے لکھ دیا۔

دہرہ دون میل، صبح ساڑھے چار بجے روانہ ہوتا تھا، سنیچر کو دن بھر انتظامات ہوتے رہے، رات بھی تمام اسی طرح پوری ہوئی، ساڑھے تین بجے مولانا مصطفےٰ رضا خاں صاحب (مفتی اعظم ہند)، مولانا حسنین رضا خاں صاحب، سید ایوب علی صاحب، سید قناعت علی صاحب اور مولوی محمد شفیع صاحب اسباب لے کر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوگئے، صبح چار بجے اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب (حجۃ الاسلام)، حاجی کفایت اللہ صاحب اور خادم برہان گاڑی پر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوئے، میں نے عرض کیا، حضور عین نماز کے وقت گاڑی روانہ ہوگی، نماز فجر کہاں ادا کی جائے گی؟ اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا:

ان شاء اللہ! پلیٹ فارم پر۔
اسٹیشن پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گاڑی چالیس ۴۰ منٹ لیٹ ہے۔ پلیٹ فارم پر جا نماز، چادریں، رومال بچھائے گئے اور بعونہ تعالیٰ کثیر جماعت نے اعلیٰ حضرت کے پیچھے نماز فجر ادا کی، تقبل اللہ! یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت تھی کہ اطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے۔ گاڑی آئی، میں آفس کی طرف چلا کہ ایک ریلوے افسر نے مجھے ساتھ لیا اور سیکنڈ کلاس کا تالا کھول کر مجھے آفس میں آنے کو کہا۔ میں ساتھیوں کو ٹرین میں اسباب رکھنے کے لیے کہہ کر آفس پہنچا، پانچ ٹکٹ سیکنڈ کلاس اور پانچ ہی سرونٹ کلاس ٹکٹ لے کر آیا۔ گاڑی میں اعلیٰ حضرت کا بستر لگا کر مختصر ناشتہ، چائے کے بعد لٹادیا، گاڑی روانہ ہوئی مولانا عبد الاحد صاحب پیلی بھیت سے لکھنؤ آئے اور وہاں سے ہمارے ساتھ ہو گئے۔
پرتاپ گڑھ میں ہمارا کمپارٹمنٹ، الٰہ آباد کی گاڑی میں لگادیا گیا، الٰہ آباد میں گاڑی ٹھہرتے ہی اسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر نے میرا نام پوچھا اور کہا کہ آپ کا سیکنڈ کلاس کمپارٹمنٹ جو ریزرو ہے، پلیٹ فارم نمبر ۳ پر ہے، سیٹھ محمد بھائی نے آرام کرسی کا انتظام کرلیا تھا، اعلیٰ حضرت کو سیکنڈ کلاس میں پہنچایا گیا اور سرونٹ میں سامان رکھا، وضو کا انتظام کیا، سب نے حضرت کے ساتھ ظہر قصر بہ جماعت ادا کی۔ حضرت مولانا حامد میاں شہر میں کسی سے ملنے تشریف لے گئے۔ عصر کے بعد سیٹھ محمد بھائی ایک پارسی کی کار لے آئے۔ اعلیٰ حضرت، مولانا مصطفیٰ میاں، حاجی کفایت اللہ یہ خادم اور محمد بھائی تفریح کے لیے نکلے۔ الٰہ آباد کے خاص خاص مقامات، گنگا جمنا کے ملنے کا تربینی گھاٹ وغیرہا دیکھتے ہوئے واپسی میں ایک بنگلہ کے سامنے گاڑی رک کر پارسی نے التجا کرتے ہوئے کہا ہمارے گھر کے بائی لوگ درشن کرنا مانگتے ہیں۔ میں نے حضرت کی طرف دیکھا، حضرت نے مسکرا کر سر ہلایا، میں نے پارسی کو اشارہ کیا، وہ بنگلہ میں گاڑی لایا، معلوم ہوا کہ محمد بھائی نے اعلیٰ حضرت کی بزرگی کا پارسی سے ذکر کردیا تھا، اس کے گھر کی تمام عورتوں بچوں نے ہاتھ جوڑ کر گاڑی گھیر لی اور صاحب جی، صاحب جی کہتے رہے۔ حضرت نے دونوں ہاتھ ہلا کر فرمایا۔ تم سب اچھے رہو، اللہ تعالیٰ ہدایت کی نعمت عطا فرمائے۔
الٰہ آباد اسٹیشن پر مغرب با جماعت ادا کی گئی۔ میں نے محمد بھائی سے ٹیکسی کا کرایہ دریافت

کیا، محمد بھائی نے کہا، وہ کہتا ہے، مجھے ب ابا جی کے پیر چھو لینے دو یہی کرایہ ہے۔ میں نے حضرت سے عرض کیا، حضرت مسکرا کر خاموش رہے، میں نے پارسی کو اشارہ کیا، اس نے حضرت کی قدم بوسی کی، حضرت نے ہدایت کی دعا کی، سر اٹھا کر، ہات جوڑ کر وہ رخصت ہوا۔

کھانے اور عشا سے فارغ ہو کر حضرت کا بستر لگایا، سب آرام سے بیٹھ گئے تھے، گاڑی رات ۹ بجے روانہ ہوئی۔ پنجر جبل پور صبح ۶ بجے پہنچتا ہے ابھی ٹرین ۴ بجے کٹنی پہنچی، پلیٹ فارم نعرۂ تکبیر کی بہت زوردار آواز سے گونج اٹھا۔ آواز سن کر دروازہ کھولا، دیکھا والدِ ماجد ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کے لیے جبل پور سے تشریف لائے ہیں۔ اعلیٰ حضرت سے سبق دم بوس ہوئے، اعلیٰ حضرت کے وضو کے لیے انتظام کیا گیا، نماز فجر کہاں ہوگی؟ عرض کیا، سلیمنا باد میں، لیکن صرف ۲ منٹ گاڑی ٹھہرتی ہے، حضور وضو فرمائیں، خادم حاضر ہوتا ہے۔ میں انجن کی طرف بڑھا، دیکھا ڈرائیور مسلمان ہیں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کر کے جارہے ہیں، مجھ سے مصافحہ کیا، میں نے کہا: سلیمنا باد میں نماز فجر ادا کرنا ہے، پوچھا، کتنا وقت لگے گا؟ میں نے کہا ۱۲ر یا ۱۵ر منٹ۔ کہا، میں لیٹ کر دوں گا گارڈ بھی مل گیا، اس نے بھی اطمینان دلایا۔ گاڑی بڑے وقت پر سلیمنا باد پہنچی، پلیٹ فارم پر جانماز، چادریں، رومال بچھا کر تقریباً ۳۰۰ کی جماعت ہوئی، پوری ٹرین کے مسافر دیکھ رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت اطمینان کے ساتھ وظیفہ سے فارغ ہو کر گاڑی میں تشریف لائے۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب طباق میں چائے لے آئے، یہ ساگر کے قاضی خاندان سے ہیں، اعلیٰ حضرت نے چائے نوش کرتے ہوئے فرمایا:

مولانا عبدالسلام کا اثر ماشاء اللہ ریل پر بھی ہے۔

غالباً ۲۰ر منٹ ہو گئے، الحمد للہ! ڈرائیور نے ٹائم میک اپ کیا اور گاڑی ٹھیک وقت پر جبل پور اسٹیشن پہنچی، نعرۂ تکبیر سے اسٹیشن گونج اٹھا، پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔

گاڑی رکتے ہی میں نے گاڑی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مجمع کو مخاطب کر کے کہا۔

حضرات! اعلیٰ حضرت دام ظلہم الاقدس کی زیارت تماما حاضرین کو مبارک، آپ تمام انتہائی محبت وخلوص کے ساتھ سرکار رضا کی قدم بوسی اور مصافحہ کے لیے بے چین ہوں گے، میری گزارش ہے، آپ مصافحہ سے حضرت کو تکلیف نہ دیں، صرف زیارت کر لیں اور راستہ

بنالیں کہ حضرت آرام اور آسانی سے بہار تشریف لے جاسکیں، قیام گاہ پر ہر ایک کو مصافحہ وقدم بوسی کی آزادی ہوگی۔

مجمع نے نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا اور میری گزارش پر عمل کیا گیا، درمیان میں راستہ دے دیا، اعلیٰ حضرت آہستہ آہستہ دستِ مبارک پیشانی پر رکھ کر اشارہ سے سلام کرتے ہوئے باہر تشریف لائے گوکل داس کی دو گھوڑوں والی بگھی جو پھولوں سے سجائی گئی تھی، اس پر سوار ہوئے، جلوس کے ساتھ ایک گھنٹے میں ہمارے مکان پہنچے، ملا محمد خاں اور نور خاں نے بغل میں نرم تکیوں کا سہارا دے کر اوپر پہنچایا اور یہ طریقہ ہر وقت سیڑھیاں اترنے چڑھنے کے لیے جاری رہا۔

قیام جبل پور کے زمانے میں جو معمولات رہے اور جو واقعات وحالات پیش آئے اب بیان کیے جاتے ہیں۔

جبل پور کے قیام کے دوران اعلیٰ حضرت کے یہ معمولات رہے۔

۱ نماز کے لیے پانچوں وقت مسجد پیدل تشریف لے جاتے۔

۲ ناشتہ کے بعد زائرین اور ملنے والوں کو مشرف فرماتے۔

۳ دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔

۴ نماز ظہر کے بعد پھر لوگ حاضر ہوتے۔

۵ عصر کے بعد کبھی تفریح کے لیے جانا ہوگا۔

۶ بعد مغرب کچھ وقت اوراد ووظائف واشغال میں گزرتا اور کبھی دعوت میں جانا ہوتا۔

۷ بعد عشا گیارہ بجے رات تک عقیدت مند حاضرین کے درمیان ذکر ونصیحت کی محفل ہوتی۔

میری دو بچیاں تھیں، زکیہ طلعت عمر پانچ سال اور صبیحہ نورانی عمر تین سال۔ صبح ناشتہ کے بعد اعلیٰ حضرت کتاب مطالعہ فرماتے ہوتے یا فتویٰ لکھاتے ہوتے دونوں بچیاں سامنے آکر بیٹھ جاتیں۔ ایک دن والدِ ماجد آئے تو زکیہ نے نورانی سے حضرت کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ بڑے دادا ہیں، اور والد کو کہا، یہ چھوٹے دادا ہیں، حضرت نے سن لیا۔ اور بہت لطف اندوز ہوئے اور والد ماجد سے فرمایا، یہ ایسا کہہ رہی ہی، والد بھی ہنسے۔

ایک دن مجھ سے فرمایا: میری دو بچیوں کے لیے کان کے بندے (ایرنگ) چاہئیں، میں

نے صدر بازار میں ایڈل جی کے یہاں سے نہایت خوبصورت یاقوت اور نقلی ہیرے کے دو جوڑے ایرنگ لا کر حضرت کو دکھائے، حضرت نے بہت پسند فرمایا اور کہا، ذرا پہنا کر دیکھو، کیسے لگتے ہیں زکیہ، صبیحہ دونوں سامنے بیٹھی تھیں، پاس بلا کر دونوں کے کانوں میں دستِ مبارک سے پہنا کر دیکھا اور کچھ دعا فرمائی۔ حضرت نے مجھ سے قیمت دریافت کی، میں نے عرض کیا، حضور قیمت دے دی ہے۔ پھر بچیوں کے کانوں سے بندے اتارنے لگا۔ فرمایا، رہنے دیجیے، اپنی انہیں دو بچیوں کے لیے منگائے تھے اور فوراً مجھے قیمت عطا فرمائی۔

افسوس دونوں بچیاں داغ مفارقت دے گئیں بندے یادگار محفوظ ہیں۔

ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لیے بگھی پر، گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے، فوجی گوروں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا۔

کم بخت بالکل بندر ہیں۔

مولانا حسنین میاں نے فرمایا:

صرف دُم کی کسر ہے۔

میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا:

وہ کثرت استعمال سے حذف ہوگئی۔

اس فقرے پر حضرت اور سب ہنسے اور حضرت کے قہقہہ کی آواز سنی گئی، فرمایا:

حذف کی علت خوب رہی۔

جبل پور سے پندرہ میل نربدا ندی کا نہایت زوردار اور دل کش آبشار ہے۔ تقریباً سو فٹ گہرائی میں پتھروں سے ٹکراتا ہوا نربدا کا پانی گرتا ہے۔ اس ٹکراؤ سے دھوئیں کی طرح پھوہار بہت دور تک فضا میں اڑتی اور پھیلتی ہے اور سورج کی شعاعوں سے قوس وقزح کی طرح رنگ برنگ منظر دور سے بہت ہی خوبصورت نظر آتا ہے۔ اسے دھواں دھار کہا جاتا ہے۔ پانی پتھروں سے ٹکراتا ہوا گہرائی میں سنگِ مرمر کی چٹان پر گرتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دودھ ابل رہا ہے اسے دودھ متھن بولتے ہیں۔

پنچپٹی گھاٹ۔ اسے کشتی پر چلتے ہیں تو ستر فٹ چوڑی اور کالی گہری نربدا کی سطح پر

دونوں جانب ڈیڑھ سوفٹ اونچی سنگِ مرمر کی چٹانوں اور پہاڑوں کے گھماؤ پھراؤ کے ساتھ ملاح کشتی کو کھیتے ہیں۔ ڈھائی تین میل تک درۂ دانیال کا نقشہ نظر آتا ہے جہاں سے آگے کشتی نہیں جاسکتی۔ اس مقام کو بندر کودنی کہتے ہیں۔ یہاں ایک طرف ریت کا مسطح میدان ہے۔

دھواں دھار، جاتے ہوئے راستہ میں داہنی جانب اونچے پہاڑ پر ایک مندر ہے جس کی ایک سو چالیس سیڑھیاں ہیں اس مندر کو چونسٹھ جوگنی کہا جاتا ہے اونچی دیوار کے احاطے میں چونسٹھ خانے ہیں، ہر خانے میں ایک قد آدم سنگ مرمر کا ننگا مادر زاد زنانہ بت ہے، ہر بت اس طرح کٹا ہوا ہے جیسے تلوار سے کاٹا گیا ہو۔ کسی کا سر، کسی کے ہاتھ کسی کی کمر، کسی کی چھاتیاں اور دیگر کٹے ہوئے اعضاء اس بت کے سامنے پڑے ہیں۔

بھیڑا گھاٹ میں نربدا کے کنارے اونچی سطح پر دو ڈاک بنگلے ہیں، دونوں کے خانساماں اور نگران مسلمان ہیں جو سیاحوں اور سیر کرنے والوں کے ٹھہرنے اور کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ دو عام سرائے بھی ہیں جن کا انتظام ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے، عام طور پر ہنو تیرتھ اشنان کے لیے سرائے میں ٹھہرتے ہیں۔

کچھ لوگ رات ہی کو انتظام کے لیے بھیڑا گھاٹ چلے گئے۔ نماز فجر کے بعد اعلیٰ حضرت کو لے جایا گیا، اوپر والے ڈاک بنگلے میں انتظام تھا۔ پہنچتے ہی ناشتہ کے بعد ایک پالکی پر اعلیٰ حضرت اور سب لوگ پیدل چلے۔ چونسٹھ جوگنی پر سیڑھیوں سے پہنچے۔ حضرت کی نظر جیسے ہی بتوں پر پڑی اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الھا واحدا لانعبد الا ایاہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا۔

مندر کے دوسرے دروازے پر سلطان عالمگیر علیہ الرحمہ کے لیے دعا کی۔ اس دروازے سے باہر نکلے تو دھواں دھار کی پھوہار میں رنگ برنگ تقوس وقزح کا نقشہ بہت خوشنما نظر آیا، حضرت نے دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور وہیں چل رہے ہیں۔ دھواں دھار پہنچے، اور دھوئیں کی طرح فضا میں سبز، سرخ، نیلے عکس اور اوپر سے نیچے گرتے ہوئے پانی کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے اور ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار تلاوت فرمائی۔ ایک چھوٹے دھار کے کنارے پتھروں پر حضرت کی پالکی رکھ دی گئی جہاں

سے بہت بڑی تیز دھار بھی صاف نظر آرہی تھی۔ آبشار بھی صاف نظر آرہا تھا۔ کچھ لوگ دور ہٹ کر نہانے لگے۔ ایک گھنٹے بعد ڈاک بنگلے واپس آگئے، کھانا تناول فرما کر کچھ آرام کیا پھر ظہر ادا فرمائی۔

میرے ہم عمر دوست عبدالکریم پہلوان تھے، جو سینہ پر پندرہ بیس من کا پتھر رکھ کر اس پر ایک چھوٹے پتھر کو چورا چورا کراتے۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو یہ کرتب دکھانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ظہر کے بعد بنگلہ کے باہر ایک گھنٹے درخت کے سائے میں اعلیٰ حضرت کرسی پر تریف فرما ہوئے، پانچ گز کے فاصلہ پر، سامنے ریت کو پھیلا کر برابر کر کے عبدالکریم اس ریت پر لیٹ گئے تو آٹھ دس آدمیوں نے پندرہ بیس من وزنی چونا پیسنے کے وزنی پتھر کو سنبھال کر پہلوان کے سینہ پر رکھ دیا۔ اس پر دوسرے تپرھ کو چار آدمیوں نے پتھروں سے کچل کر چور چور کر دیا۔ اعلیٰ حضرت اس منظر اور کرتب پر بہت خوش ہوئے۔ پہلوان سینہ سے وزنی پتھر ہٹا کر حضرت سے قدم بوس ہوئے حضرت نے فرمایا: بڑا خطرناک تماشا ہے اور جیب سے دس روپے کا نوٹ اور سیلا انعام عطا فرمایا۔ پہلوان کا حوصلہ بڑھا۔ وہ پھر ریت پر لیٹ گئے۔ ایک چھکڑا گاڑی پر بارہ آدمیوں کو سوار کر کے چار آدمیوں نے گاڑی کو کھینچا، پہلوان کے سینہ پر سے ایک چکا نکالا۔ حضرت نے پہلوان کی مشق کی تعریف فرمائی اور فرمایا: بڑا خطرناک کھیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔

عصر کے بعد پنچپٹی گھاٹ سے دو کشتیوں پر نربدا کی سیر کے لیے بیٹھے اعلیٰ حضرت نے کشتی پر قدم رکھ کر فرمایا: بسم اللہ مجرھا و مرسھا، میں نے آمین کہا۔ کشتیاں سنگ مرمر کی اونچی چٹانوں کے درمیان روانہ ہوئیں، گھماؤ پھراؤ کے ساتھ مناظر قدرت کے درمیان ۲۹ر جمادی الاخریٰ کو رجب المرجب کا چاند نظر آیا، اعلیٰ حضرت نے چاند دیکھ کر فرمایا:

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ہلال خیر ورش۔ ربی وربک اللہ اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ہم سب نے آمین کہہ کر ہاتھ اٹھا لیے۔

بندر کودنی کے خشک ریت کے میدان میں مصلی اور رومال وغیرہ بچھا لیے گئے میں نے اذان دینے کے ارادے سے کان میں انگلیاں لگائیں کہ اذان کی آواز سنائی دی، دیکھا کہ اعلیٰ حضرت اذان دے رہے تھے۔ حضرت ہی نے اقامت فرمائی اور نماز مغرب پڑھائی،

کر فرمایا۔
فارغ ہونے پر ہم سب قدم بوس ہوئے تو اپنے دستِ مبارک میں خادم کا ہاتھ لے
حدیث شریف میں ہے، اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، وہاں کا ہر ذرہ شاہد اور گواہ
ہوجاتا ہے اس لیے میں نے اذان دی کہ یہاں کا بہتا ہوا دریا، پہاڑ، درخت سبزہ اور ریت
سب مجھ تیرے لیے شاہد ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا: حضور! یہ ہماری اور یہاں کی ہر شے
کی خوش کی خوش نصیبی ہے کہ حضور کی زبان مبارک سے اذان مبارک کی سعادت افروز آواز
سن کر شہادت کی برکت اور حضور کے ساتھ ثواب کے مستحق ہوئے الحمد للہ! اور یہاں کا ہر ذرہ
ہمارے لیے بھی شاہد ہو جائے، حضرت نے فرمایا:

ماشاء اللہ! بارک اللہ!

ہم سب کشتیوں پر واپس ڈاک بنگلے آئے، اعلیٰ حضرت نے اس سیر پر بہت مسرت ظاہر فرمائی، بھیڑا گھاٹ سے ہم سب ۹ بجے رات مکان پہنچے۔

قیام جبل پور کے دوران اعلیٰ حضرت کی تقویٰ شعاری کے جو واقعات سامنے آئے وہ ہم سب کے لیے بہترین نمونہ ہے ہیں۔

چند واقعات یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ ایک دعوت میں دستر خوان چنا جا رہا تھا کہ ٹائم پس کا الارم نہایت سریلی پیانو کی آواز میں بجنے لگا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

اسے بند کرو کہ سریلی راگ کا سننا جائز نہیں!

۲۔ ایک دوت میں کھانے کے بعد ایک صاحب نے ہاتھ دھونے کے بعد دستر خوان سے ہاتھ پونچھا، اعلیٰ حضرت کی نظر مبارک پڑ گئی، فرمایا:

دستر خوان صرف کھانے کے لیے ہے، اس سے ہاتھ پونچھنا خلاف سنت ہے۔

۳۔ سیٹھ دادا بھائی حاجی کریم نور محمد کے یہاں سب کے سامنے فیرنی طشتریوں میں تھی، اعلیٰ حضرت کے سامنے بڑی چینی کی رکابی میں تھی، فیرنی خوش ذائقہ تھی، اعلیٰ حضرت نے بہت پسند فرمائی، چند چمچے نوش فرما کر دادا بھائی سے فرمایا:

دادا بھائی! میں اس رکابی سے فیرنی حضرت عبد السلام کو دے سکتا ہوں؟

ہم سب حیرت سے حضرت کو دیکھنے لگے، دادا بھائی نے عرض کیا، حضور کی مرضی، جسے

چاہیں عطا فرمائیں، میں نے عرض کیا، اس کے لیے دادا بھائی کی اجازت کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا:

میرے سامنے دستر خوان پر جو کچھ رکھا گیا، وہ امانت ہے، صرف میں کھا سکتا ہوں، جو باقی ہے وہ صاحبِ خانہ کا ہے، صاحبِ خانہ کی اجازت سے کسی کو دے سکتا ہوں، اس لیے میں نے دادا بھائی سے حضرت مولانا کو دینے کے لیے اجازت چاہی کہ خیانت کا شائبہ نہ رہے۔

۴۔ سوداگر حاجی اکبر خاں کے یہاں دعوت میں قورمہ روٹی کے ساتھ اچھا معلوم ہوا، حضرت نے حاجی اکبر خاں سے فرمایا:

خان صاحب! یہ قورمہ پی سکتا ہوں؟

اکبر خاں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، حضور اجازت کی کیا حاجت ہے اور حاضر کردوں گا، فرمایا:

شوربہ ترکاری، روٹی چاول کے ساتھ کھانے کے لیے دستر خوان پر رکھی جاتی ہے، پینے کے لیے نہیں، پینا، صاحبِ خانہ کا مقصد نہیں ہوتا اس لیے اجازت کی ضرورت ہے۔

۵۔ صدر بازار میں ٹیلر ماسٹر حاجی محمد حیدر کے ہاں دعوت میں ٹھنڈا پانی نہ تھا، حاجی صاحب نے اپنے فرزند سے کہا: یٰسین! دیکھ، مسجد کے گھڑے میں پانی ٹھنڈا ہوگا، جگ میں لے آؤ، حضرت نے فرمایا:

مسجد میں پانی صرف مصلیانِ مسجد کے لیے رکھا جاتا ہے، غیر مصلّی کو اپنے یہاں منگا کر یا راستہ چلتے پینا جائز نہیں، مسجد کا پانی نہ منگایا جائے۔

یہ ہیں وہ واقعات جو ہر علام و عامی کے لیے نمونہ ہیں، مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو تقویٰ شعار اور دیانت دار بنائے، آمین۔

اعلیٰ حضرت نے بریلی میں مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ مجھے جبل پور میں دس دن سے زیادہ نہ روکا جائے گا۔ میں نے عرض کیا تھا، ان شاء اللہ! حضور کی مرضی کے خلاف نہ ہوگا۔ اب دس دن پندرہ دن مزید قیام ہو چکا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے والد ماجد سے فرمایا: مولانا! میں نے برہان میاں سے دس دن کا وعدہ لیا تھا۔ میں نے عرض کیا: حضور نے بے شک دس دن ہی میں واپسی کے لیے فرمایا تھا۔ سرکار! وعدے کے دس دن پورے ہو چکے، اب تو وعدہ پر پندرہ زیادہ

ہو گئے، وعدہ کا وقت ختم ہو چکا اتنا کہہ کر میں قدموں پر جھکا، حضرت نے اٹھ کر ہنستے ہوئے سینہ سے لگایا۔ والد ماجد نے فرمایا: حضور جبل پور خوش نصیب ہے کہ یہاں حضور کی صحت بہت اچھی ہے۔ بریلی شریف میں حضور کرسی پر مسجد تشریف لے جاتے تھے، یہاں اللہ کے فضل سے پانچوں وقت کی نامز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے تھے یہاں اللہ کے فضل سے پانچوں وقت کی نماز کے لیے مسجد پیدل تشریف لے جاتے ہیں۔ سترہ سیڑھیاں نماز کے لیے مسجد پیدل تشریف لے جاتے ہیں۔ سترہ سیڑحیاں نماز کے علاوہ دعوتوں اور تفریح کے لیے بھی اترنے چڑھنے میں صرف سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کبھی کبھی نماز میں رکوع وسجود میں عصا کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہاں نہیں دیکھا، اللہ تعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے، چہرۂ انور پر صحت کا نمایاں اثر ہے۔ اگر حضور چند روز اور قیام فرمائیں تو غلاموں پر کرم ہوگا، بہر حال حضور کی مرضی مقدم ہے۔

اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا:

جبل پور کا پانی بہت زوردار ہے، اس سے زیادہ زوردار آپ حضرات کی محبتیں ہیں۔

الحمدللہ! خوش نصیب جبل پور میں ایک مہینہ چار دن حضور نے قیام فرمایا اور جبل پور کو دار السرور ہونے کا شرف بخشا، الحمدللہ!۔

○

تیسری روداد

فاضل دین ودانش

حضرت مولانا سید محمد ایوب علی قادری رضوی بریلوی

(م ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

حیات اعلیٰ حضرت

مؤلفہ

ملک العلماء حضرت مفتی محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہٗ

(مطبوعہ مکتبۂ نبویہ لاہور، ۲۰۰۳ء، ص: ۳۳۰ تا ۳۵۰)

ایک مرتبہ مولانا عبدالباقی برہان حق صاحب قادری رضوی جبل پوری اپنے والد ماجد حضرت عبدالسلام (جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی) کا والا نامہ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بعد ملاقات حضور نے فرمایا کہ مولانا نے میرے بلانے کے لیے یہ خط ایسا تحریر فرمایا ہے کہ اگر میرے سینے پر بھی دم آجائے تو انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ غرض سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ایک روز اندر سے خادمہ رحیمن نامی نے زرد رنگ کا کپڑا حضور کا نیا جبہ سینے کے لیے ذکاء اللہ خان صاحب قادری رضوی کو لا کر دیا کہ اسے عبد الکریم خیاط کو دے آ۔ اس وقت حضور پھاٹک میں رونق افروز تھے۔ فرمایا اس کپڑے کو کہاں لے جاتے ہو۔ کیسا کپڑا ہے؟ انہوں نے کہا حضور کا جبہ سلے گا۔ عبدالکریم درزی کو دینے جارہا ہوں۔ فرمایا آج کیا دن ہے؟ خان صاحب نے عرض کیا حضور منگل ہے۔ فرمایا گھر میں بھیج دو کہ منگل کے دن جو کپڑا تراشا جائے گا وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہوگا۔ پھر فرمایا زرد عمامہ یا جبہ وغیرہ خوشی لاتا ہے (زرد خضاب سنت ہے حضور ہمیشہ سرخ نری کا دہلی کا یا زردکار چوبی جوتا استعمال فرماتے تھے) اور سیاہ رنگ کا جوتا رنج لاتا ہے۔ بعدہٗ مولانا برہان الحق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور کے ساتھ کون کون حضرات تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا مولانا مجھے تو صرف دو آدمیوں کی ضرورت پڑے گی ایک حاجی کفایت اللہ صاحب کی اور دوسرا افتاء کے کام کے لیے مولوی شفیع احمد خان صاحب جبل پوری کافی نہیں ہیں۔ وہ خاموش ہوگئے حضور نے فرمایا یہ تو آپ کی مرضی پر ہے جسے چاہیں لے چلیں مجھ سے نہ پوچھیے مجھے جن کی ضرورت تھی آپ سے کہہ دیا چنانچہ برہان میاں نے دو صاحب تو یہی جنہیں حضور نے

فرمایا تھا اور تیسرے خلف اصغر حضرت مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب اور چوتھے مولانا حسنین رضا خان صاحب (برادر زادہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) منتخب کیے۔ اب مجھے اور برادرم قناعت علی کو نہایت بیکلی کہ کسی طرح ہم لوگوں کا بھی ساتھ میں جانا ہو جاتا۔ یہ بھی غیرت تقاضا نہ کرتی تھی کہ ناخواندہ مہمان ہوں نہ اس کے متمنی تھے کہ کوئی ہمارے مصارف سفر کا متحمل ہو اور نہ صرف مصارف سفر کا بلکہ خورد نوش کا بار ڈالنے میں بھی شرم مانع تھی۔ کبھی خیال کرتے تھے کہ ہم لوگ اپنے صرف سے گئے تو حضور کی مرضی کے کہیں خلاف نہ ہو۔ علاوہ بریں یہ بھی غیر ممکن ومحال معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ خورد ونوش کا انتظام کر سکیں۔ لامحالہ مہمان ہونا پڑے گا اور یہ بڑی غیرت وشرم کی بات ہوگی۔ غرض سوائے اس کے اور کوئی صورت ذہن میں نہ آئی کہ چلو بروقت روانگی پوشیدگی کے ساتھ ٹکٹ خرید کر گاڑی کے پچھلے ڈبے میں بیٹھ جائیں گے اور جبل پور پہنچ کر سرائے میں ٹھہر جائیں گے تا کہ وقتاً فوقتاً چھپ کر حضور کی زیارت ہوتی رہے۔

اب اسی دوران میں میرے ایک پیر بھائی سلطان حیدر خان حاضر آستانہ ہوئے۔ اور وہ ایک پرچہ حضور کی خدمت میں بدیں مضمون بھیجتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حضور جبل پور تشریف لے جاتے ہیں لہٰذا مجھے اپنے ہمراہ چلنے کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ میں اپنے صرف سے چلنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر جواب آیا بہتر ہے۔ یہ جواب دیکھتے ہی میں نے بھی بلا تاخیر پرچہ لکھا کہ جس طرح حضور نے سلطان حیدر خان صاحب کو اجازت دی مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ اس کا کوئی جواب نہ آیا۔ اب مجھ پر خوف طاری ہوا اور میں ظہر، عصر، مغرب میں بکوشش نظروں سے اوجھل ہوتا رہا۔ عشاء میں بھی مسجد شریف کی املی سے آڑ لیے ہوئے تھا مگر حضور نے مجھے دیکھ لیا تھا اسی لیے اسی طرف کو تشریف لائے۔ میں دوسری طرف کو ہو گیا کئی بار ایسا ہی ہوا بالآخر سامنا ہو گیا حضور شمالی فصیل پر بیٹھ گئے اور فقیر سے بایں الفاظ ارشاد فرمایا۔ ”سید صاحب کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مجھے آپ کا خیال نہیں“ میں نظر جھکائے خاموش کھڑا رہا بعدہٗ دریافت فرمایا آپ کو معلوم ہے یہاں سے جبل پور کا کرایہ ریل کیا ہے؟ میں نے کہا حضور سات روپے تیرہ آنے۔ فرمایا دونوں طرف کا کرایہ کیا ہوا میں نے عرض کیا پندرہ روپیہ دس آنے۔ فرمایا کیا آپ کے پاس موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور

موجود ہیں فرمایا اچھا تشریف لے چلیے اس کے بعد حضور تو کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے اور میں وہاں سے سیدھا برادرم قناعت علی کو خبر دینے کے لیے تیزی کے ساتھ چلا۔ اس روز مجھے اس بات کا تجربہ ہوا کہ انتہائی مسرت میں بھی انسان کو رونا آتا ہے راستہ بھر آنکھوں سے آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا۔

چونکہ رات کا وقت تھا یوں کسی راہ گیر کو پتا نہ چلا۔ بار بار دل میں یہ خیال بھی آتا تھا کہ اگر کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا مگر جتنا اپنے آپ کو سنبھلتا رقت بڑھتی جاتی تھی۔ غرض جس وقت برادرم قناعت علی سے میں نے سارا واقعہ بیان کیا انہوں نے گھبرا کر اپنی نسبت دریافت کیا کہ میرے لیے بھی اجازت حاصل کی یا نہیں۔ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ جس پر وہ نہایت کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور دیر تک ناراضگی کا اظہار کرتے رہے۔ میں اپنے دل میں سخت نادم تھا اور اپنے اوپر نفرین کر رہا تھا کہ واقعہ مجھ سے سخت غلطی ہوگئی۔ مجھے لازم تھا کہ جس وقت حضور نے مجھے اجازت دی تھی اسی وقت برادرم قناعت علی کے لیے بھی دریافت کر لیتا۔ بالآخر اپنی ندامت مٹانے کے لیے پھر آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا۔ نصف شب گزر چکی تھی پھاٹک میں شہزادہ اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خان صاحب مدظلہ العالی بستر استراحت پر غنودگی کے عالم میں تھے۔ میرے بے وقت آپہنچنے پر اٹھ بیٹھے اور سبب دریافت فرمایا۔ میں نے من وعن واقعہ بیان کیا۔ فرمایا اچھا میں ابھی جا کر اعلیٰ حضرت سے عرض کرتا ہوں اور فوراً اندر مکان میں تشریف لے گئے اور تقریباً نصف گھنٹے کے بعد واپس آئے اور فرمایا میں نے جس وقت جا کر عرض کیا تو حضور نے متعجبانہ ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس روپیہ کہاں سے آیا۔ اس لیے کہ میں جو کچھ ماہانہ دیتا ہوں وہ اتنا نہیں کہ پس انداز ہو سکے۔ چونکہ حضرت شہزادہ صاحب ممدوح کو ہماری بابت معلوم تھا لہٰذا انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ ایک عرصہ اے انہیں رقوم میں سے بچاتے رہتے ہیں تا کہ اگر کسی جگہ کا حضور سفر کریں تو ہمیں فکر نہ کرنا پڑے۔ بلکہ ان کیت ویہاں تک ارادے ہیں کہ اگر حضور حرمین طیبین کا قصد فرمائیں تو جہاں تک ہماری رقوم کفایت کریں گی حضور کے ساتھ رہیں گے۔ اس پر حضور کو رقت طاری ہوئی اور فرمایا کہ دونوں سے کہہ دو کہ تیاری کریں۔ یہ سنتے ہی میں نہایت تیزی کے ساتھ قناعت علی کو خوش خبری سنانے گیا اگر چہ طبیعت دوڑنے کو چاہتی تھی

مگر پچھلی رات کے وقت نامناسب تھا۔ پھر بھی کہیں کہیں دوڑنے لگتا تھا اور اس مرتبہ پہلے سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہوا پہنچا دیکھا کہ برادرم قناعت علی مضطربانہ منتظر تھے۔ میں نے پہنچتے ہی اپنے سینے سے لگایا اور خوش خبری سنائی۔ اب صبح کو ہم دونوں خوش خوش آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے اور جلد جلد اپنے ضروری کاغذات متعلق علم توقیت درست کرنے لگے کہ اعلیٰ حضرت دوپہر قیلولہ فرمانے سے پہلے باہر تشریف لائے اور اس شان سے کہ دونوں مٹھیاں بند تھیں جن میں سولہ سولہ روپے تھے جو ہم دونوں کو عطا فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

اسی روز بعد نماز ظہر مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب نے حضور سے دوسرے روز علی الصباح پنجاب میل سے روانگی کا ارادہ ظاہر کیا اور بعد منظوری ریلوے اسٹیشن سیکنڈ کلاس کا ڈبہ ریزرو کرانے کے لیے جانے کا قصد کیا۔ اس وقت یہ بھی تذکرہ آیا کہ کتنے ٹکٹ کس کس درجے کے لیے جائیں گے۔ لہٰذا میں نے اور برادرم قناعت علی نے آٹھ آٹھ روپے یعنی ایک طرف کا کرایہ حضور کی موجودگی میں مولانا موصوف کے حوالے کر دیا اور عرض کیا کہ دو ٹکٹ تیسرے درجے کے ہم دونوں کے بھی لے لیجیے۔ مولانا کو قدرے تکلف سا ہوا مگر خاموشی کے ساتھ [illegible] نے لیے اس وقت حضور کے بشرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ ہمارا فعل حضور کے حسب [illegible]ا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ساتھ جانے والا سامان پھاٹک میں فراہم ہونے لگا۔ مولانا برہان الحق صاحب نے یہ طے کیا کہ صبح چار بجے سب حضرات کو علاوہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے مع سامان اسٹیشن روانہ ہو جانا چاہیے لہٰذا ہم لوگ نماز عشا پڑھ کر اپنے اپنے گھر رخصت ہونے اور سامان ضروری لینے کے لیے چلے گئے اور وہاں سے تقریباً ڈیڑھ بجے شب کے پھاٹک میں آ گئے۔ دیکھا کہ حاجی کفایت اللہ صاحب حضور کے کپڑوں کا بکس درست کر رہے ہیں۔ برادرم قناعت علی نے حضور کے جبوں کو دیکھ کر کہا حاجی جی گھر میں سے مخملی جبہ جو بہت قیمتی ہے وہ بھی منگوالو۔ انہوں نے ان کے کہنے سے خادمہ کو آواز دی وہ آئی اور اس سے کہا کہ حضرت پیرانی صاحبہ سے کہو کہ وہ جبہ دے دیجیے۔ انہوں نے بھیج دیا۔ حاجی جی بیچارے نے کہا بھی کہ خلاف موسم ہے کہیں حضور ناراض نہ ہوں مگر سید صاحب نے اس جبہ کو بکس میں سب سے نیچے رکھ ہی دیا۔ اب تھوڑی دیر کے بعد حضور اندر سے تشریف لائے اور حاجی صاحب سے ہر بکس کی بابت فرداً فرداً دریافت فرمانے لگے اور حاجی صاحب بتانے

لگے۔ آخر میں اس بکس کو جس میں جبہ مخملی رکھا گیا تھا دریافت فرمایا اس میں کیا ہے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا حضور کے کپڑے ہیں فرمایا کھولو۔ انہوں نے کھولا حضور نے خود ایک ایک کپڑا ملاحظہ فرمایا اور جس وقت اس جبہ پر نظر پڑی عصاء مبارکہ سے اٹھا کر فرمایا اسے کس لیے رکھا ہے، کیا اس کا موسم ہے۔ یہ لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ ہمارے پاس ایسا قیمتی جبہ بھی ہے۔ فرمایئے اسے رکھنے کا کیا مقصد تھا۔ حاجی صاحب کو اس وقت دبی زبان سے کہنا پڑا کہ حضور سید قناعت علی صاحب نے رکھوالیا تھا۔ فرمایا وہ تو بچے ہیں سمجھتے نہیں تم کیسے تھے کہ ان کے فرمانے سے رکھ لیا اور اسی طرح عائے مبارکہ پر ڈالے ہوئے اندر لے گئے۔ اب چار بجے سامان وغیرہ کی اسٹیشن روانگی شروع ہوگئی اور سوا پانچ بجے تک سب لوگ مع حاجی صاحب وغیرہ وہاں پہنچ گئے۔

پنجاب میل سے جبل پور کو روانگی

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے پنجاب میل آ گیا مگر حضور اس وقت تک تشریف نہیں لائے تھے برہان میاں اور سب لوگ ٹکٹکی لگائے شہر سے آنے والے مسافروں کو دیکھ رہے تھے۔ غرض شدید انتظار کے بعد دوسرے ایک یکہ جس کا جانور بھی خیر سے نہایت سست رفتار تھا نظر پڑا دیکھا کہ حضور اس میں تنہا تشریف لا رہے ہیں اور جیسے ہی اسٹیشن پر آئے، حاجی صاحب سے فرمایا مصلیٰ بچھایئے میں نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ فوراً ایک گوشہ میں مصلیٰ بچھا دیا گیا اور حضور نے نیت باندھ لی کہ اتنے میں انجن نے سیٹی دی۔ سب لوگ یہ سمجھے کہ بس اب گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ برہان میاں نے جلدی کچھ ساتھ جانے والوں کو گاڑی میں بٹھا دیا مگر ہم لوگ حضور کے پاس ہی کھڑے رہے اور یہ دیکھتے رہے کہ حضور کو نماز میں کچھ اضطراب ہوتا ہے یا نہیں لیکن واللہ العظیم ابتداء سے اخیر تک حسب عادت کریمہ اسی اطمینان وخشوع وخضوع سے نماز ادا فرمائی اور یہی نہیں بلکہ وہ وظیفہ جو بغیر پہلو تبدیل کیے بعد نماز فجر پڑھنے کا تھا اسی اطمینان سے ختم کیا۔ برہان میاں نے جو حضور کے فارغ ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے جلدی سے عرض کیا حضور گاڑی چھوٹنے والی ہے تشریف لے چلیں اور باقی وظیفہ گاڑی میں پڑھ لیں فرمایا اچھا چلیے پھر فرمایا عجیب بیہودہ سواری ہے اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

دوران سفر گاڑی میں بیعت کا سلسلہ

عوام جلد جلد دست بوسی اور مصافحہ کرنے لگے اور اسی میں سلسلۂ بیعت شروع ہو گیا اور گروہ کے گروہ مرید ہونے لگے۔ چونکہ فقیر نے رجسٹر مریدین اور شجرہ شریف ساتھ لے لیا تھا کہ یہ خدمت میرے ہی سپرد تھی لہٰذا جو صاحب مرید ہوتے تھے شجرہ شریف بعد اندراج نام در رجسٹر فقیر دیتا جاتا تھا۔ اس سلسلے کو بھی بہت دیر ہو گئی مگر گاڑی جب بھی نہ چھوٹی یہاں تک کہ آفتاب خوب بلند ہو گیا۔ بعض حضرات نے اسٹیشن ماسٹر سے جا کر سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ لین صاف نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا برہان میاں کہاں ہے جو کہہ رہے تھے کہ گاڑی چھوٹنے والی ہے۔ غرض گاڑی بدستور کھڑی ہے اور لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں اور مرید ہو رہے ہیں۔ اسی ہجوم میں حضور کے پوتے جیلانی میاں کھڑکی کے پاس آئے اور حضور کی دست بوسی کی۔ انہیں معمولی لباس میں دیکھ کر فرمایا کیا تم نہیں چلو گے؟ انہوں نے عرض کیا جیسا حضور حکم فرمائیں مگر میں تو یونہی کرتہ پہنے ہوئے چلا آیا ہوں۔ کپڑے مکان پر ہیں فرمایا کوئی حرج نہیں اور حاجی صاحب سے ارشاد فرمایا کہ تانگہ میں بیٹھ کر مکان چلے جاؤ اور جیلانی کے کپڑے لے آ۔ یہ کچھ نہ فرمایا کہ جلد آں ادیر نہ لگانا بلکہ نہایت اطمینانی انداز تھا۔ وہ حسبالارشاد روانہ ہو گئے اور تقریباً ایک گھنٹے میں کپڑے لے کر واپس آ گئے۔ اس کے بعد بڑے مولانا صاحب (حضور کے خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب) مصافحہ کر کے دست بوس ہوئے۔ حضور نے ان سے بھی یہی سوال فرمایا کیا تم نہیں چل رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا مجھ سے کسی نے چلنے کو کہا نہیں۔ ارشاد فرمایا میں تم سے کہتا ہوں چلو انہوں نے عرض کیا کہ میں تو حضور کو رخصت کرنے اسی کرتے میں چلا آیا تھا۔ فرمایا کچھ حرج نہیں۔ وہیں چل کر کپڑے سل جائیں گے بیٹھ جاؤ۔ برہان میاں نے جلدی سے ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا خرید کر دیا اس وقت اسٹیشن ماسٹر سے معلوم ہوا کہ کسی اسٹیشن پر گاڑی کا پہیہ اتر گیا ہے جس کے باعث لین خراب ہو گئی اس کے درست اور صاف کرنے میں اتنی دیر ہو گئی اب عنقریب ٹرین چھوڑنے والا ہوں غرض دس بجے دن کے گاڑی چلی۔

بریلی سے جبل پور کے تمام اسٹیشنوں پر زیارت کرنے والوں کا ہجوم

ایک بات اب تک سمجھ میں نہ آئی کہ بریلی سے جبل پور تک اکثر اسٹیشنوں پر مسلمانوں کی جماعت کو حضور کا منتظر پایا نہ معلوم کس طرح بجلی کی طرح تمام جگہ خبر پھیل گئی تھی کہ حضور فلاں ٹرین سے تشریف لا رہے ہیں۔ لکھنؤ اسٹیشن پر حضرت سلطان الواعظین مولوی حاجی محمد عبدالاحد صاحب قادری رضوی پیلی بھیتی کو دیکھا ان سے حضور نے فرمایا کہ مولانا آپ تو ابھی یہاں موجود ہیں انہوں نے ہاتھ جوڑ کر نیچی نظروں سے عرض کیا کہ حضور کا والا نامہ ملتے ہی میں پیلی بھیت سے حساب لگا کر چلا تھا کہ ایک روز پہلے جبل پور جاؤں گا۔ لیکن لکھنؤ آکر گاڑی چھوٹ گئی مگر قصداً کہ دل نے یہی کہا کہ حضور کے ساتھ جاؤں گا مگر مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ یہاں بھی اکثر حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔ میرے خیال میں شاذ و نادر ایسے اسٹیشن گزرے ہوں گے کہ کوئی مرید نہ ہوا ہو ورنہ تقریباً ہر اسٹیشن پر عوام حلقہ بگوش ہوا کیے بلکہ بعض اسٹیشنوں پر گاڑی چل دی اور لوگ دوڑ دوڑ کر عرض کرتے جاتے کہ حضور ہم بھی مرید ہونا چاہتے ہیں اور حضور فرماتے جاتے کہ میں نے حضور غوث پاک کی غلامی میں آپ حضرات کو قبول کیا اور فرماتے کہ شجرہ واپسی میں ملے گا یا ڈاک سے منگا لیجیے مختصر یہ کہ تین چار بجے شب کٹنی اسٹیشن آیا جہاں حاجی عبدالرزاق صاحب قادری رضوی نے جنہیں حضور سے خلافت بھی تھی کثیر جماعت کے ساتھ استقبال کیا نیز اہالیانِ جبل پور سے ایک بہت بڑی جماعت نے یہاں سے خیر مقدم کیا اور دو جماعت کے افراد ساتھ ہو لیے اور سپیدۂ سحر نمودار ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹے اسٹیشن پر جس پر ٹرین صرف دو منٹ ٹھہرتی تھی سب لوگ فریضۂ فجر ادا کرنے کے لیے پلیٹ فارم پر اتر پڑے بعض کو چلتی گاڑی میں وضو کرنے کا موقع مل گیا تھا اور اکثر نے اسٹیشن پر اتر کر وضو کیا۔ جبل پوری حضرات کوری مارکین کے تھان اس موقع کے لیے اپنے ہمراہ لیتے آئے تھے جو پلیٹ فارم پر طویل رقبہ میں بچھائے گئے۔ ان پر دور تک مسلمانوں نے صف بندی کی۔ حضور نے امامت فرمائی اور بعد سلام طویل دعا کے بعد حسب معمول بغیر پہلو بدلے وظیفہ پڑھا۔ اتنی دیر اور سب حضرات بھی اپنے اپنے اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔ بعدۂ جو لوگ قریب تھے، مصافحے کیے اور

ست بوسی کی اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔ میرے خیال میں نصف گھنٹے سے زائد ہی ٹرین کھڑی رہی۔ اس کے بعد اسٹیشن ماسٹر کا برہان میاں نے شکریہ ادا کیا ور فرمایا کہ اب گاڑی چھوڑ دیجیے اسٹیشن ماسٹر نے کہا مولانا یہ آپ کیا فرمارہے ہیں اگر آپ فرمائیں تو اور روک سکتا ہوں مولانا نے فرمایا نہیں اب ضرورت نہیں، آپ کی عنایت سے سب حضرات اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اسٹیشن ماسٹر نے سلام کیا اور سبز جھنڈی کو حرکت ہوئی گارڈ نے بریک کھول دیا اور ڈرائیور نے وقت پورا کرنے کے لیے پوری اسٹیم سے ڈاک گاڑی چھوڑ دی۔ اہالیان جبل پور نے جب حضور وظائف سے فارغ ہوئے بڑے پیانے پر چلتی گاڑی میں سب کو ناشتا کھلا دیا دس بجے دن کے ٹرین اسٹیشن جبل پور پہنچی۔

جبل پور پہنچنے پر شاندار استقبال

اہل جبل پور کے ہجوم کا عالم یہ تھا کہ جس طرف نظر پڑتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے تمام پلیٹ فارم اور پل اور پلیٹ فارم کے پل مقابل لین کے کنارے مسافر خانے بیرون اسٹیشن کھچا کھچ بھرا تھا۔ گاڑی پہنچتے ہی چاروں طرف سے نعرۂ تکبیر و رسالت سے سارا اسٹیشن گونج گیا۔ پولس کے جوان انسپکٹران وغیرہ اگر چہ کافی تعداد میں موجود تھے وہ ہر چند کوشش کررہے تھے کہ حلقہ باندھ کر مسافروں کو باہر اسٹیشن کے لے چلیں مگر مجمع کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا نہ آیا۔ بالآخر عاجز آکر علاحدہ کھڑے ہوگئے اور حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قبلہ اور برہان میاں سے عرض کیا کہ اب آپ ہی اپنے مہمانوں کو بہل بہم پہنچائیں گے ہمارے قابو سے باہر ہے۔ غرض بڑی مشکل سے سیکنڈ کلاس کے آگے سے ہجوم کو قدرے ہٹایا گیا اور اس قدر کثرت سے گاڑی کے اندر گل ریزی ہوئی کہ تمام درجے میں پھول ہی پھول نظر آرہے تھے۔ اس کے بعد بڑے بڑے ٹوکرے میں گلاب کے پھولوں کے موٹے موٹے گجرے اور پھولوں کے گلدستے بھرے ہوئے آئے جو ہر ایک کے گلے میں بکثرت ڈالے گئے اور دونوں ہاتھوں میں ایک ایک گلدستہ دے کر پلیٹ فارم پر سب کو اتار کر دو بڑے حلقے میں لے کر نعرے لگاتے ہوئے پھاٹک پر پہنچے تو اسے مقفل پایا جسے خود اسٹیشن ماسٹر نے بایں خیال قصداً بند کر دیا تھا کہ اس حیلے سے مولانا عبدالسلام صاحب کے پیر کو اچھی

طرح دیکھ سکوں گا۔ چنانچہ فوراً آ کر قفل کھول دیا باہر اسٹیشن کے دیکھا کہ بکثرت موٹر فٹنیں اور سیکڑوں تانگے کھڑے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت جبل پور ریلوے اسٹیشن سے پھولوں سے لدی کار پر روانہ ہوئے

ایک بہترین موٹر کار کو پھولوں سے مزین کیا گیا تھا حضور کے لیے لایا گیا جس میں حضور اور حضرت مولانا عبد السلام صاحب اور حضور کے دونوں شاہزادگان سوار ہوئے۔ اس موٹر کے پیچھے دوسرے موٹر میں دیگر لواحقین اور فٹنوں اور تانگوں میں متوسلین و معتقدین بیٹھے۔ ان کے علاوہ دورویہ سلسلہ عوام کا تھا جو پیدل ہمراہ تھے۔ یہ جلوس میری نگاہ میں ایک میل سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ تھوڑے تھوڑے فصل سے سڑک پر نہایت ہی شاندار سبزی کے پھاٹک لگائے گئے تھے جن پر سرخ ٹول میں جلی قلم سے سنہری حروف سے بینر لگے ہوئے تھے کسی پر لکھا تھا ''السلام علیکم یا امام اہل السنۃ'' کسی پر تحریر تھا ''السلام علیکم یا مجدد مائۃ حاضرۃ'' یورپین اور ان کی میمس اور بچے اپنے بنگلوں سے باہر آ کر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ جگہ بہ جگہ عوام اور مستورات مکانات کی چھتوں پر، دکاندار اپنی اپنی دکانوں سے نیچے اتر کر پرے جماعت دست بستہ ٹکٹکی لگائے اس شاندار جلوس کو دیکھ رہے تھے۔ بازار کی خرید و فروخت کا روبار مطلقاً موقوف تھا۔ ہر ایک اس پُر فضا منظر کو مشتاق نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت مولانا عبد السلام کے کاشانۂ اقدس میں پہنچے

الغرض جلوس بڑے آن وبان کے ساتھ خراماں خراماں کئی گھنٹے میں حضرت مولانا سے منو نامی نعت خوان نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ پر کیف مناقب اور قصائد پڑھے اخیر میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ حرمین طیبین میں جیسا اس فقیر کو نوازا اس کے بعد اگر نمبر ہیت واُ حضرات کا ہے بعدہ جلسہ برخاست ہوا مغرب کی نماز جامع مسجد میں جو حضرت مولانا کے مکان کے قریب ہے ادا کی گئی۔

جبل پور کی جامع مسجد کا قبلہ درست کیا

جونہی حضور نے فرش مسجد پر قدم رکھا فرمایا اس مسجد کی سمت قبلہ صحیح نہیں ہے، لہٰذا صفوف وسترا قائم ہوئیں۔ پانچوں وقت کی نماز باجماعت حضور اسی مسجد پڑھا کرتے اور دن میں

تحریری کام جو ان کی غذائے روحی تھا کرتے رہتے۔ البتہ مابین عصر و مغرب نہ تحریر فرمایا کرتے نہ کتب بینی کرتے۔ یہ نہ صرف یہاں بلکہ ہمیشہ کا معمول تھا اور بسا اوقات فرماتے کہ اس وقت پڑھنے کا کام نہیں کرنا چاہیے چونکہ یہ وقت خالی تھا لہٰذا طے پایا کہ بعد نماز عصر حضور کو شہر سیاہر بغرض تفریح دماغ لے جایا کریں گے۔ چنانچہ روزانہ بعد نماز عصر باہر دروازہ مسجد پر موٹر مع تانگے تیار رہتے تھے نماز مغرب بیرون شہر میدان میں اکثر ہوا کرتی۔ ایک مرتبہ جماعت قائم ہو رہی تھی کہ ہمارا ہیوں میں سے کسی نے کسی راہگیر کو سامنے سے گزرنے کو منع کیا۔ آپ نے فرمایا کیوں روکتے ہو، جانے دو کوئی حرج نہیں جنگل یا مسجد کبیر میں سامنے سے گزر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا مسجد کبیر کے تحت کوئی مسجد نہیں بجز خوارزم کی کہ جس کا چوتھا حصہ چالیس ہزار ستون پر ہے ان مساجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں گزر سکتے۔

قدرتی مناظر کی سیر

ایک روز قرار پایا کہ کچھ قدرتی مناظر دکھانا چاہیے چنانچہ بھیڑا گھاٹ جسے ''دھواں دھار'' بھی کہتے ہیں اور جو دس بارہ میل کے فاصلے پر تھا علی الصباح چلنا تجویز کیا۔ لہٰذا ناشتہ کرنے کے بعد ہی موٹر وغیرہ آگئے۔ ہم سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے ابھی وہ مقام تقریباً پانچ میل تھا کہ ایسی آواز سنائی دی جیسے بڑے زور سے ریل گاڑی آرہی ہے مگر مقامی حضرات سے معلوم ہوا کہ یہ ریل کی آواز نہیں ہے بلکہ ''دھواں دھار'' کی آواز ہے جو دم بدم مہیب ہوتی جاتی تھی۔ الحاصل قرب دوپہر کے ایک ڈاک بنگلے میں حضور کو مع ہمراہیاں ٹھہرایا گیا اور چونکہ رات ہی میں جملہ سامان رسد وغیرہ مع باورچی یہاں پہنچ گیا تھا لہٰذا تھوڑی دیر میں دستر خوان بچھایا گیا اور پرتکلف طعام چنے گئے۔ بعد فراغت حضور اور سب نے قدرے آرام کیا۔ باہر ڈاک بنگلہ کے ایک صاحب خوشنما کچھ پتھریلی چیزیں فروخت کر رہے تھے جن میں کچھ پتھر کے ٹکڑے بھی تھے جن میں رنگ برنگ کے قدرتی نقش و نگار قابل دید تھے۔ ہم لوگوں کو اس کے قدرتی صنعت پر تعجب ہو رہا تھا اور خداوند عالم کی شان خالقیت کے جلوے نظر آرہے تھے۔ اتنے میں دھواں دھار چلنے کی رائے قرار پائی حضور کی سہولت اور آرام کی خاطر ایک ڈولی بنا کر اس میں حضور کو بٹھا دیا گیا اور دھواں دھار کی طرف لے چلے۔

کچھ دور پہنچنے کے بعد دریائے نربدا بہتا ہوا نظر آیا جس کا نصف پاٹ تو ایسا تھا کہ پہاڑ کے پتھر جس پر بہاؤ تھا قریب قریب ابھرے ہوئے تھے جن پر ہم لوگ پاؤں رکھتے ہوئے حضور کی ڈولی کے ساتھ ساتھ بے تکلف چلے گئے۔ اب آگے پتھر نمایاں نہ تھے بلکہ پانی ہی پانی نظر آرہا تھا کئی سو فیٹ کے نیچے ایک پہاڑی کے مہیب درہ میں گر رہا تھا۔ گرتے وقت مثل دودھ کے پانی سفید ہو جاتا تھا درہ میں تپہ کھا کر دھویں کی شکل میں اٹھ رہا تھا۔ ناظرین کرام خیال فرما سکتے ہیں کہ ایک پورا دریا ایک دم بلندی سے نیچے گرے تو کس قدر خوفناک آواز پیدا ہوگی یہی وجہ تھی کہ میلوں دور اس کی آواز پہنچ رہی تھی یہاں واپس آکر حضور نے ڈاک بنگلہ میں آرام فرمایا بعدہٗ نماز ظہر ہوئی۔

پہلوان عبدالکریم قادری کے کرتب

اس کے بعد پہلوان عبدالکریم قادری رضوی نے حضور سے عرض کیا میں کچھ ورزش دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ باہر میدان میں سب حضرات جمع ہوگئے حضور بھی ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ پہلوان صاحب موصوف نے وہیں پہاڑ کی گھاٹی سے ایک پتھر تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبا اور تین چار انچ موٹا اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی سے دوسری ضرب میں بال ڈال دیا اور تیسری ضرب میں دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر ایک بہت بڑا پتھر جو چھ سات من سے کم نہ ہوگا اشارہ کر کے کہا کہ اس پتھر کو میرے پاس لے آؤ۔ لہٰذا کچھ مضبوط آدمی بڑی مشکل سے ڈھکیلتے ہوئے قریب لائے۔ پہلوان چت لیٹ گئے لوگوں نے کوشش کچھ پتھر اوپر پہنچایا اور کچھ پہلوان صاحب نے کوشش کر کے سینے پر لاد لیا اور حیرت کی بات یہ ہوئی کہ باوجودیکہ وزنی پتھر سینہ پر تھا مگر کلام کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ پتھر کو اوپر رکھ لیا تو کہنے لگے اب اس پتھر پر جو آدمی آسکے کھڑے ہو کر خوب کودے۔ اس پر حضور نے ارشاد فرمایا بھائی عبدالکریم اس پتھر ہی کا وزن کیا کم ہے جو اور آدمی کو سوار کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا حضور ملاحظہ تو فرمائیں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا ایک صاحب پتھر پر کھڑے ہو کر کودنے لگے اس کے بعد پہلو کی طرف سے لوگوں کو ہٹا کر ایک اشارہ میں پتھر کو سینے سے جدا کر دیا۔ سامنے لانبی بیل گاڑی کھڑی تھی جس پر شہر سے سامان آیا تھا بایمائے پہلوان صاحب لوگ اسے کھینچ لائے۔

پہلوان صاحب نے فرمایا اس میں جتنے حضرات آسکیں بھر جائیں بقیہ لوگ کھینچیں اور میرے اوپر سے گزار دیں۔ غرض آدمیوں کی بھری ہوئی گاڑی کا ایک پہیہ اپنی رانوں پر سے اور دوسرا شانوں پر سے چت لیٹ کر گزروالیا بعدۂ حضور نے بطور انعام کچھ رقم عطا فرمائی۔

اورنگ زیب عالمگیر کی ضرب سے شکستہ بت

اس کے بعد زمین قریب میں ایک پہاڑی پر جانے کا اتفاق ہوا جس پر پہنچنے کے لیے پانچ سو سیڑھی پتھر کی تھی۔ اس مقام کا نام چوسنٹھ جگنی تھا یعنی وہاں وہ بت محفوظ تھا جنہیں شاہ دین پرور حضرت اورنگ زیب عالم گیر رحمۃ اللہ علیہ نے توڑا تھا۔ پہلی سیڑھی کے پاس دوستوں پھاٹک کے قائم تھے ان میں سے ایک پر ایک سین بورڈ گورنمنٹ کی جانب سے لگا ہوا تھا جس میں بخط اردو، انگریزی یہ ہدایت لکھی تھی کہ کوئی ان بتوں کی مرمت نہ کرے۔ حضور نے اس نوٹس کو پڑھا اور مسکرا کر فرمایا جن کی حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرمت کی ہو ان کی کون مرمت کر سکتا ہے۔ اوپر گھاٹی کے جاکر دیکھا کہ بیچ میں ایک مندر ہے اور چاروں طرف احاطے میں بڑے بڑے بت رکھے ہیں جو تعداد میں ۸۴ ہیں مگر کوئی سالم نہیں کسی کی پستان کٹی ہوئی کسی کا ناک کسی کا بازو، حضور نے اور تمام ہمراہیوں نے باآواز بلند پڑھا: اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الٰہا واحدا الانعبد الا یاہ۔ اسی کے نواح میں ایک گھاٹی پر راستہ میں ایک پتھر یا چوٹی سی بشکل بت پڑی تھی مگر سالم وہ بھی نہ تھی جس سے پتا چلتا ہے کہ جس وقت حضرت سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بت شکنی فرمائی ہے تو اس وقت فرشتوں کا ہاتھ تھا ورنہ کوئی بت تو سالم دکھائی دیتا۔ بعد نماز عصر کشتی میں سب لوگ سوار ہوئے اور اس بحری درہ میں جس کے دو جانب سنگ مرمر کی سر بفلک چٹانیں کھڑی ہیں اور قدرتی عجائب قابل دید تھے۔ کسی جگہ چاند کی شکل بن گئی ایک جگہ پہاڑ کے بجنسہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی سیاہ فام شخص برہنہ سر سفید کرتہ پہنے کنارے پر بیٹھا ہے۔ حضور نے ان پہاڑوں کو دیکھ کر فرمایا کہ ایک صاحب مسجد میں آتے وقت طاق میں جو ڈھیلے رکھے تھے انہیں شاہد بنالیا کرتے تھے۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھ لیا کرتے تھے بعد انتقال کسی نے ان سے خواب میں پوچھا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ کہنے لگے مجھے حکم دوزخ کا ہوا فرشتے دوزخ کی طرف لے

چلے مگر جس دروازے پر پہنچتے ہیں اس کے ساتھ ایک پہاڑ حائل ہے۔ فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے ہمارے رب! یہ پہاڑ کیسے ہیں؟ ارشاد باری ہوتا ہے اے میرے فرشتو! یہ پہاڑ ان ڈھیلوں کے ہیں جنہیں یہ میرا بندہ شاہد بنالیا کرتا تھا۔ اب اسے لے جاؤ میری رحمت سے جنت میں اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جب ڈھیلے پہاڑ ہو گئے تو یہ تو پہاڑ ہیں کیوں نہ شاہد بنالیا جائے لہٰذا حضور کے سب سب نے بآواز بلند بار بار کلمہ شہادت اشہدان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔ پڑھنا شروع کر دیا جس سے وہ پہاڑ گونج گئے۔ بعدہٗ حضور نے فرمایا آپ سے پہلے تقریباً ۱۲ر سال ہوئے کہ میں نے اس درے میں ایک فقیر صاحب کو ایک جھونپڑی میں دیکھا تھا غرض کشتی آگے بڑھی دور سے دیکھا کہ جھونپڑی کے آثار پائے جاتے ہیں مگر فقیر صاحب کا پتا نہ تھا اور وہیں دیکھا کہ پانی پر دور تک سیاہ کائی جمی ہوئی تھی۔ ملاحوں نے فوراً کشتی روکی اور گھبرا کر کہا کہ کوئی بیڑی پینے کے۔ لیے دیا سلائی نہ جلائیں کہ شہد کی مکھی پانی پی رہی ہے۔ خیریت گزری کہ ابھی کشتی کی رفتار سے پانی کی لہر وہاں تک پہنچنے نہیں پائی ہے اور تیزی کے ساتھ کشتی کا رخ پھیر کر گھاٹ پر آکر دم لیا اور کہنے لگے کہ یہ حضور کے قدموں کی برکت تھی کہ سلامتی کے ساتھ واپس آگئے ورنہ ایک بھی نہ بچتا اگر وہ خبردار ہو کر پلٹ جاتی سب نے مغرب کی نماز پڑھی اور خدا کا شکر ادا کیا اور شہر کو واپس آگئے۔

اعلیٰ حضرت نے جبل پور میں ۲۸ر دن قیام فرمایا

جبل پور ۲۸ر یوم حضور کا قیام رہا اور اس عرصے میں قریب قریب روزانہ کبھی ایک وقت کبھی دونوں وقت شہر میں دعوتوں کا سلسلہ جاری رہا اور دعوتوں میں صرف ہم لوگ ہی لوگ مدعو نہیں ہوتے بلکہ مقامی حضرات بھی شریک ہوتے تھے اور اس طرح بڑی جماعت کے کھانے کا اہتمام ہو جاتا تھا۔ یہاں پر دعوت کا یہ دستور تھا کہ بعد فراغ طعام حاضرین کو معطر کر کے ایک ایک گجرا پھولوں کا ضرور ڈالا جاتا تھا۔ چونکہ حضور حضرت مولانا عبد السلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے مہمان تھے اس لیے ہر میزبان کی دعوت بمنظوری حضرت ممدوح مقرر ہوتی تھی۔ بعض دعوتوں میں ہمراہیان حضور کو بھی حضور کے ساتھ بیش بہا عمامے نذر کیے گئے۔

سیٹھ عبدالکریم رضوی کی شاندار دعوت:

مکرمی سیٹھ عبدالکریم صاحب قادری رضوی عرف ملی سیٹھ صاحب نے جنہوں نے حضور کی تشریف آوری جبل پور میں بہت بڑا حصہ لیا تھا بڑے پیمانے پر دعوت کا اہتمام کیا۔ دعوت کی جگہ خاص طور پر ایک لانبے کمرے کی صورت تھی جس کے طول میں ہر دو جانب برابر دروازے تھے۔ اس دعوت میں اگرچہ معمول سے کہیں زائد اجتماع تھا مگر کمرہ اتنا وسیع تھا کہ بیک وقت سب حضرات کے روبرو دسترخوان بچھ گیا اور ایک ساتھ ہی سب کے ہاتھ یوں دھل گئے کہ ہر در میں آفتابے ہر ایک کے سامنے آگئے اور یوں ہی بیک وقت کھانا روبرو اتار دیا گیا میں نے جملہ اقسام کا شمار کیا تو ۲۸ رقسمیں تھیں۔ جب سب حضرات کھا چکے آن واحد میں جملہ ظروف اور دسترخوان اٹھ گئے۔ میں نے سیٹھ صاحب سے آہستہ سے کان میں کہا کہ سیٹھ صاحب آپ نے دعوت کی یا بائیسکوپ کا تماشا دکھایا۔ وہ مسکرا کر خاموش ہو گئے اس کے بعد سیٹھ دادا بھائی سلامی نے زبردست دعوت کی یعنی پلاؤ روغن بادام پکوایا تھا۔ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی نے دعوت کی اور سب کو لٹسری قیمتی عمامے تقسیم کیے۔ خود حضرت مولانا عبدالسلام صاحب مدظلہم الاقدس کے یہاں تو مستقل مہمان ہی تھے پھر بھی مخصوص طور پر ایک دعوت فرمائی اور نہایت خوبصورت سچے پلوؤں کے عمامے تقسیم کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے حق میزبانی پورا پورا ادا فرمایا۔ جس جگہ بالاخانے پر حضور کا قیام تھا ایک صاحب مولانا کے مریدین خاص سے ہر وقت اس کام پر متعین تھے کہ پان بناتے رہے چنانچہ ہم لوگوں کی ڈبیاں پانوں سے خالی نہیں رہتی تھیں اگر پان دیر کے بنے ہوئے تو انہیں تبدیل کرتے رہتے تھے نیز حاضر ہونے والے حضرات کی خدمت میں بلا تاخیر پانوں کی تھالی پیش کرتے دوسرے صاحب کی تحویل متفرقات تھی یعنی سوڈے کی بوتلیں، برف، بیڑی، سگریٹ، دیا سلائی کارڈ، لفافہ، ٹکٹ ڈاک، سادہ لفافہ، کاغذ، پنسل، وغیرہ ان کا فرض منصبی تھا کہ مہمان سے دن میں تین چار مرتبہ دریافت کر لیا کرتے۔ حجام روزانہ صبح کے وقت خط بنانے کے لیے ہر ایک سے دریافت کر جاتا یونہی کثیف کپڑے دھلنے کے واسطے لے لیے جاتے تھے۔

ماسٹر حیدر قادری کی دعوت چائے

ٹیلر ماسٹر حیدر صاحب قادری رضوی جن کی مشہور ومعروف دکان صدر بازار کی ایک شاندار کوٹھی میں تھی اس کے متمنی تھے کہ حضور کی دعوت میں بھی کرتا جس تاریخ کی دعوت کی درخواست کرتے وہ تاریخ خالی نہ پاتے۔ مجبوراً مضمحل ہوکر واپس چلے جاتے ایک بار پھر ایسا اتفاق ہوا کہ انہوں نے درخواست کی مگر میر عبدالکریم صاحب کی یہاں کی دعوت کے باعث جو صدر ہی میں تھی مسترد کر دی گئی تو انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اچھا میرے یہاں اسی روز چائے کی دوت منظور فرمائی جائے۔ اس پر خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ماسٹر حیدر صاحب آپ کی قلبی تکلیف کو عرصے سے محسوس کر رہا ہوں اچھا کل میں آپ کی چائے کی دعوت منظور کرتا ہوں۔ یہ الفاظ کریمہ سنتے ہی ماسٹر صاحب نے دست بوسی کی اور خوش خوش اپنے مکان میں چلے گئے اور دوسرے روز منجملہ دیگر سواریوں کے حضور کے واسطے چار گھوڑوں کی بہترین فٹن بعد مغرب لے کر حاضر ہوئے سب لوگ حضور کے ساتھ روانہ ہوئے جس وقت ماسٹر صاحب کی کوٹھی قریب آئی گیس کی روشنی میں ایک سبزی کا پھاٹک تقریباً دو فرلانگ کے فصل سے لگایا تھا اس کے محاذ پر پہنچتے ہی ایک گولہ بلند آواز کا چھوڑا گیا مگر حضور کو پہلے کہیں اور جانا تھا اس لیے گاڑی سیدھی نکلی ہوئی چلی گئی۔ بقیہ جتنے حضرات تھے وہ سب پھاٹک پر اتر پڑے ہم لوگوں نے دیکھا کہ گولہ چھوٹتے ہی ایک یورپین افسر اور چند گورے بارکوں میں سے نکل آئے اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب سے دریافت کرنے لگے انہوں نے اس سے فرمایا آل ورلڈ پادری ہیں۔ اس نے نام پوچھا انہوں نے حضور کا اسم مبارک بتایا کہنے لگا ہاں ہم نے یہ نام سنا ہے اور اس قت تک اشتیاق میں کھڑا رہا جب تک حضور تشریف نہ لائے۔ ماسٹر حیدر صاحب نے پھاٹک سے کوٹھی تک سڑک پر ٹول کی روشنی بنائی تھی اور دورویہ ترپال وغیرہ لگا کر کوٹھی کے سامنے شامیانہ وغیرہ سے آراستہ کیا تھا۔ جا بجا بجلی کے قمقمے مختلف رنگ کے آویزاں کیے تھے۔ غرض کوٹھی کے وسطی وسیع کمرے میں نہایت پرتکلف مسند پر حضور جلوہ فرما ہوئے اور بقیہ حضرات قیمتی قالینوں پر جو موزونیت کے ساتھ بچھائے گئے تھے تشریف فرما ہوئے کوٹھی میں قلعی سبز رنگ کی تھی اور سبز ہی تیز روشنی بجلی

کی تھی۔ مختصر یہ کہ سب مہمانوں کے سامنے مختلف اقسام کے بسکٹ کیک وغیرہ چائے کے ساتھ پیش کیے اور آخر میں سگریٹ پان کی تواضع کی اور ایک ایک بند لفافہ جس میں ایک ایک نوٹ علی قدر مراتب بطور نذر ہر ایک کا نام لکھ کر پیش کیا۔

جبل پور والوں کی ہر روز عید تھی

غرض ۲۸ / دن رات جبل پور کے لیے "ہر روز روزِ عید اور ہر شب شب برأت" کی مثال تھی اور اعلیٰ حضرت کے دم قدم سے دینی و دنیوی برکات کا نزول ظاہری آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا تھا آخر تا بکے۔ اگر چہ جبل پور والوں کے ذوق وشوق کی حالت و دلی تمنا یہ تھی کہ اسی طرح عمر بسر ہو جائے کہ اعلیٰ حضرت کی میزبانی کا شرف ہم لوگوں کو عمر بھر نصیب ہو مگر اعلیٰ حضرت کے ضروری مشاغل دینیہ میں بہت فرق آ گیا تھا۔ تصنیفات وتالیفات کا سلسلہ اگر چہ یہاں بھی جاری تھا مگر جس یکسوئی کے ساتھ بریلی شریف میں یہ خدمت ہوتی تھی یہاں زائرین کے ہجوم، بیعت ہونے والوں کے ذوق وشوق، ملاقات کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے ناممکن تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے بریلی شریف واپسی کا ارادہ ظاہر فرما دیا۔ آج وہ رات ہے جس کی صبح کو حضور بریلی شریف مراجعت فرمانے والے ہیں۔ برہان میاں بازار سے کچھ کھلونے چینی کے اور کچھ گڑیاں پارچہ گٹھ کی تحفہ بچوں کے لیے لائے۔ کسی نے عرض کیا حضور ان کا شمار بتوں میں ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ انہیں معبود نہیں سمجھتے بلکہ تھوڑی سی دیر میں توڑ پھوڑ فنا کے گھاٹ اتار دیتے ہیں اور فرمایا گڑیوں میں حرج نہیں، خود ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک طاق میں گڑیاں رکھی تھیں اور کچھ گھوڑے پردار بنا کر بیچ میں لٹکائے تھے اور بایں خیال کہ کہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ دیکھ لیں طاق پر پردہ پڑا رہتا۔ ایک روز جس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اتفاق یہ ہوا کہ جھونکے سے پردہ اٹھ گیا۔ حضور نے دیکھ کر دریافت فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے ام المؤمنین نے عرض کیا حضور یہ گڑیاں ہیں حضور نے گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور یہ کیا ہیں۔ ام المؤمنین نے عرض کیا حضور یہ گھوڑے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! گھوڑوں کے پر کب ہوتے ہیں ام المؤمنین نے

عرض کیا یارسول اللہ! میں نے سنا ہے کہ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پر دار گھوڑے ہوتے تھے حضور مسکرا کر خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

جبل پور سے واپسی

اب صبح نماز فجر کے بعد سے جو کچھ سامان باقی رہ گیا تھا درست کیا گیا اہالیان جبل پور پر اداسی چھائی ہوئی تھی جسے دیکھیے مغموم و مضمحل آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے دل ایسے بھرے ہوئے کہ بات کرنا دشوار۔ خلاصہ یہ کہ ان مہجوروں کی حالت دیکھ کر دیکھ کر لوگوں کے دل بھر آئے مجمع دم بدم بڑھ رہا تھا اسی وقت حضرت عید الاسما، جناب مولانا شاہ عبد السلام صاحب مدظلہم الاقدس نے مبلغ ایک ہزار روپے سکہ رائج الوقت ایک سفید چینی کے قاب میں نذر کیے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے مولانا یہی کیا کم تھا جو آپ نے اس وقت تک صرف کیا قبول فرمایا یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ پہلے حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کی نذر نہیں قبول فرماتے تھے مگر جب ایک حدیث شریف نظر سے گزری کہ اگر کوئی شخص اپنے خوشی سے دے تو لے لینا چاہیے ورنہ وہ خود مانگے گا اور نہ ملے گا۔ اس روز سے نذر قبول فرمانے لگے۔ یوں ہی حضور کی خدمت میں کوئی شخص اگر بیعت کی درخواست کرتا تو خود بیعت نہ فرماتے بلکہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب بدایونی یا حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب تاجدار مارہرہ مطہرہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔

ایک رات اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے حضور نے فرمایا کیوں دائرہ کو تنگ کرتے ہو کیوں مرید نہیں کرتے اس وقت سے حضور نے بیعت کرنا شروع فرمادیا اس کے بعد حضور نے اپنے وظیفہ کی صندوقچی میں سے جن میں سوائے وظیفہ کی کتاب کے اور کچھ نہیں رہتا تھا نہ کسی چیز کے رکھنے کی گنجائش تھی مگر اسی میں سے خادم و خادمہ ملازمین حضرات مولانا کے لیے نقود اور بہو وغیرہ عزیزیوں کے لیے طلائی زیورات اسی طرح معززین مریدین سیٹھ صاحبوں کی بچیوں بہوؤں کے لیے سونے کے زیورات بطور تحفہ و تبرک دینا جود و سخا کے بیان میں گزرا۔ عین

روانگی کے وقت ایک ضعیف العمر عبدالقدیر نامی برہان پور ضلع جبل پور کے رہنے والے مسافرانہ گلے میں حمائل شریف ڈالے، بستر بغل میں دبائے حاضر ہوئے اور داخلہ سلسلہ علایہ ہوکر حلقہ بگوش ہوئے اور ایسے وابستہ ہوئے کہ پھر گھر واپس نہ گئے بلکہ حضور کے ساتھ ساتھ بریلی تشریف لائے۔ ممدوح کے باقی حالات اختتام حالات سفر جبل پور کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ عرض کروں گا۔

الحاصل مولانا کے اعلان سے اسٹیشن کی طرف سب لوگ روانہ ہوئے پلیٹ فارم پر عوام کا مجمع تھا۔ جس طرح استقبال کے وقت تھا اسی طرح مشایعت کے لیے بھی موجود تھا۔ ٹرین کے آتے ہی ہم سب لوگ سوار ہو گئے اور ہمارے ساتھ ایک کثیر جماعت بہ معیت حضرت عید الاسلام مولانا شاہ بد السلام صاحب قبلہ مدظلہ العالی گاڑی میں بیٹھ گئے جب ریلوے اسٹیشن کٹنی آیا تو مولانا ممدوح سے رخصت ہوئے ان کے ساتھ اکثر لوگ اتر پڑے اور کچھ مخلصین اور مولانا عبدالباقی برہان الحق صاحب الہ آباد تک ساتھ آئے پھر چھوڑنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی یہاں اسٹیشن پر ویٹنگ روم میں تقریباً ایک دن ایک رات قیام رہا۔

مولانا نذیر احمد کی چائے کی دعوت میں افتخار الحق مکی کی آمد

چونکہ مولانا نذیر احمد صاحب دائرۂ شاہ اجمل سے وعدہ فرمالیا تھا اس لیے بذریعہ موٹر وغیرہ وہاں سب لوگوں کا جانا ہوا۔ مولانا ممدوح نے اپنی بیرونی نشست گاہ میں شامیانہ اور باقاعدہ فرش کا انتظام کیا تھا۔ حضور نے ان کی چائے کی دعوت منظور فرمائی تھی تمام صحن اور دالان عوام سے بھرا ہوا تھا۔ حضور مسند پر تشریف فرما تھے۔ اتنے میں ایک شخص کرتہ پہنے جس کی آستین کسی قدر چڑھی ہوئی، سر پر دو پلو ٹوپی، ہاتھ میں ڈنڈا، تیز رفتاری سے آتا ہوا دکھائی دیا اور اس کے پیچھے چار پانچ آدمی اور تھے ان کے بھی ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں۔ یہ جماعت فرش کے کنارے آکر کھڑی ہوتی ہے اور اس کا سرغنہ تقدیم سلام کے بعد حضور سے بایں الفاظ مخاطبہ کرتا ہے ”آپ نے مجھے پہچانا۔ میں کون ہوں“ حضور نے لاعلمی ظاہر کی کہنے لگا ”میرا نام ہے افتخار الحق ((قاضی قاسم میاں قادری رضوی ساکن گونڈل جو حضور کے تشریف آوری جبل پور کی خبر سن کر آگئے تھے اور اس جلسہ میں تشریف فرما تھے) اور یہ قاضی قاسم جو

سامنے بیٹھا ہے یہ پہلے میرا مرید تھا (دانت پیستے ہوئے) اس نے آپ سے میرے نام کفر کا فتویٰ لے کر اسے چھپوایا اور مجھے تمام کاٹھیاوار بھر میں بدنام کیا ہے'' حضور نے فرمایا میرے یہاں کسی کے نام پر فتویٰ نہیں دیا جاتا بلکہ قائل کے قول پر حکم شرعی بتایا جاتا ہے۔ کہنے لگا خیر میں یہی دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے میری کیسے تکفیر کر دی۔ میں سمجھنا چاہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی مولانا شفیع احمد صاحب قادری رضوی جبل پوری نے جو ''امین الفتویٰ'' تھے اور اس سفر میں بھی افتاء کے کام کے لیے حضور کے ساتھ تھے ایک جست لگائی اور بیچ میں آ کر بیٹھ گئے اور افتخار الحق کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر چہ میں اس واقعہ سے خالی الذہن ہوں مجھے نہیں معلوم کہ سوال کیا تھا اور تکفیر کس قول پر ہوئی ہے مگر میں تمہاری تشفی کے لیے تیار ہوں۔ اگر مجھ سے تشفی نہ ہو پھر اعلیٰ حضرت سے مخاطبہ کرنا۔ کس قول پر کفر کا فتویٰ ہوا ہے۔ اس پر افتخار الحق نے کہا (نقل کفر کفر نباشد) میرا دعویٰ یہ تھا کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد مولانا شفیع احمد خان صاحب نے فرمایا تمہارے اس قول کو مجلس میں بیٹھے کچھ لوگوں نے سنا اور کچھ لوگوں نے نہیں سنا۔ ذرا آواز سے کہیے اس پر افتخار الحق نے کھسانے لہجے میں پھر اعادہ کیا۔ مولانا نے فرمایا ادھر دالان میں بھی اندر تک کچھ آدمی ہیں ذرا بلند آواز سے ایک بار اور بھی اپنا دعویٰ بیان کر دو تا کہ سب لوگ اچھی طرح سب لیں چنانچہ تیسری مرتبہ غصے میں بھر کر خوب زور سے اپنے قول کو ظاہر کیا۔ اس کے بعد مولانا حاضرین جلسہ کی طرف مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں نے اس قول کو سن لیا۔ مجمع سے متفق طور پر آواز آئی ہاں سن لیا۔ اس کے بعد افتخار الحق سے پوچھا ''آپ مجہول النسب'' ہیں یعنی آپ کا کوئی باپ نہیں۔ افتخار الحق رہتکی نے کہا ہاں میرا کوئی باپ نہیں۔ اتفاق سے افتکار الحق کے باپ بھی دالان میں سب کے پیچھے کھڑے تھے چنانچہ مقامی حضرات میں سے ایک صاحب ان کا بازو پکڑے ہوئے اندر سے لائے اور افتخار الحق سے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ یہ کون ہیں؟ اس پر جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟ یہ سن کر ان کے والد نے اپنی رانیں پیٹتے ہوئے کہا مولانا کس کے منہ لگے ہو یہ تو پاگل ہو گیا ہے۔ پاگل! غرض تمام حاضرین افتخار الحق کو دیکھ کر ہنس رہے تھے اس کے بعد رہتکی نے کہا افتخار الحق نام ہے روح کا نہ جسم کا، جسم سے اسے کوئی علاقہ نہیں مولانا نے فرمایا یہ آپ نے عجیب

بات کہی اس کا ابھی مشاہدہ ہوسکتا ہے لائیے میں آپ کے جسم میں چاقو سے ایک چرکا لگائے دیتا ہوں چونکہ آپ کو جسم سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے لہٰذا کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ یہ سنتے ہی اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور قدرے سکوت کے بعد اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جیب سے چاقو نکال کر کھولا اور پانی کلائی بڑھاتے ہوئے مولانا سے کہا ہاں لیجیے چرکا لگائیے یہ مہیب منظر دیکھ کر مولوی نذیر احمد نے کڑکتی ہوئی آواز سے فرمایا ٹھہریئے! صاحب ٹھہریئے! اور افتخار الحق سے فرمایا پہلے آپ اس کا جواب دیں کہ بغیر میری اجازت حاصل کیے ہوئے میرے مکان میں آپ کو آنے کا کیا حق تھا آپ کو مجھ سے اجازت لینا چاہیے تھی۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً یہاں سے چلے جاؤ اگر تمہیں اعلیٰ حضرت سے کچھ گفتگو کرنا ہے تو حضور ریلوے اسٹیشن پر ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں جاکر بات چیت کرلینا۔ میرے یہاں سے اسی وقت نکل جاؤ۔ افتخار الحق کو چونکہ یونہی اپنی جان چھڑانی مشکل ہورہی تھی لہٰذا یہ کہتے ہوئے کہ بہت اچھا میں جاتا ہوں اسٹیشن ہی پہنچوں گا اور مع ہمراہیاں نکلا اور چلا گیا۔ ہم لوگوں نے شام تک انتظار کیا مگر کون آتا ہے حالانکہ رات کو بھی اسٹیشن پر ہی قیام رہا۔

اعلیٰ حضرت کو حسرت بھری آنکھوں سے الوداع کیا

صبح کو سات اٹھ بجے گڑی روانہ ہوئی تھی بیعت کا سلسلہ برابر جاری تھا گاڑی چلتے میں بھی دوڑ دوڑ کر لوگ مرید ہورہے تھے اور اکثر لوگ زار زار روتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ گاڑی کی رفتار تیز ہوگئی اور سب لوگ منتہائے نظر تک پلیٹ فارم پر حسرت بھری نگاہوں سے ٹرین کو دیکھتے رہے۔ مختصر یہ کہ ہم سب بخیر وعافیت ابتدائی شب میں بریلی شریف واپس آگئے۔ اور ہمارے ساتھ عبدالقدیر برہانپوری بھی آئے اور آستانہ عالیہ پر مقیم ہوئے برادرم قناعت علی انہیں پھاٹک میں ٹھہرا کر اپنے مکان پر چلے گئے اور صبح کو حسب دستور قدیم حاضر آستانہ ہوکر اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔

عبدالقدیر صاحب بریلی میں

تھوڑی دیر میں بدالقدیر صاحب کے لیے اندر سے ناشتہ آیا پھر دوپہر کو کھانا آیا کھانے سے فراغت پاکر مجھ سے موصوف نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی دریا بھی ہے۔ میں نے

پوچھا کیا کیجیے گا فرمایا میرے کپڑے کچھ کثیف ہو گئے ہیں میں نہاؤں گا میں نے عرض کیا مسجد کے غسل خانے میں نہا لیجیے۔ فرمایا: میں دریا پر نہانے کا عادی ہوں وہیں کھل کر آزادی کے ساتھ غسل بھی کرلوں گا اور کپڑے بھی صاف کرلوں گا۔ آپ مجھے راستہ بتا دیجیے لہٰذا گلے میں حمائل شریف ڈالی اور اپنی ڈوری اور لوٹا لے کر چلے گئے۔ بعد نماز ظہر حضور نے دریافت فرمایا میں نے واقعہ عرض کر دیا پھر عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں ہوئیں اور ہر نماز پر حضور نے دریافت فرمایا میں نے یہی عرض کیا کہ ابھی تشریف نہیں لائے ہیں۔ غرض پوری شب گزر گئی دوسرے روز صبح کو نو دس بجے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، ارے صاحب آپ کہاں چلے گئے تھے اعلیٰ حضرت قبلہ کئی بار دریافت فرما چکے ہیں۔ فرمایا مجھے دریا پر نہانے دھونے میں شام ہو گئی تھی اسی وجہ سے نہ آسکا میں نے پوچھا شب کہاں رہے فرمایا وہیں ایک چھوٹی سی مسجد تھی اسی میں ٹھہر گیا تھا وہیں سے اب آرہا ہوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت طبع لاہور ۲۰۰۳ء، ص: ۳۴۰ تا ۳۵۰)

⊙

ایک اہم خوش خبری

ان شاء اللہ الکریم بہت جلد خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کے سوانحی حالات اور گوناگوں عظیم خدمات پر ایک تحقیقی و معیاری کتاب کی تیاری کی جارہی ہے۔ جس کا کام ان شاء اللہ لکریم بہت جلد شروع کیا جائے گا۔ جو ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی مرتبہ کتاب ’جہان ملک العلماء‘ کے طرز پر ہوگی۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اس علمی تحقیقی تاریخ ساز منصوبے میں ہماری علمی معاونت فرمائیں۔

جہانِ برہان

ایک اہم خوش خبری

ان شاء اللہ الکریم. بہت جلد خانوادۂ کریمیہ سلامیہ برہانیہ کے سوانحی حالات اور گوناگوں عظیم خدمات پر ایک تحقیقی ومعیاری کتاب کی تیاری کی جارہی ہے۔ جس کا کام ان شاء اللہ لکریم. بہت جلد شروع کیا جائے گا۔ جو ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کی مرتبہ کتاب 'جہان ملک العلماء' کے طرز پر ہوگی۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اس علمی تحقیقی تاریخ ساز منصوبے میں ہماری علمی معاونت فرمائیں۔